قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہٖ فصلّٰی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

جولائی 1999

ماہنامہ

المرشد لاہور

سی پی ایل نمبر 3

مدیر

چوہدری محمد اسلم

اس شمارے میں

1	اداریہ	سرفراز حسین	3
2	رعائیت اور ذمہ داری	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	امیر اکرم اعوان کا تازہ ترین انٹرویو	طارق اسماعیل صابر	10
4	اصلاح معاشرہ کا اسلامی طریقہ	امیر محمد اکرم اعوان	15
5	ربیع الاول کی آمد	سیماب اویسی	21
6	معرکہ کارگل	لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل	22
7	مجلس ذکر	پروفیسر عبدالرزاق	25
8	فحاشی اور عذاب الیم	امیر محمد اکرم اعوان	30
9	سند	امیر محمد اکرم اعوان	41
10	طب نبوی ---- قبض	ڈاکٹر خالد غزنوی	49
11	تبدیلی نظام کا آغاز ---- کیوں	سید زاہد حسین	52
12	نارسائی کی رسائی	سعید آسی	55
13	شیخ محمد اکرم اعوان دے ناں	فرحت عباس شاہ	57
14	گھوڑوں کا اعتراض	ڈاکٹر سید محمد ثمین	58
15	خوف و حزن	پروفیسر عبدالرزاق	60
16	حکائیت رومی		64

رابطہ آفس:۔ کمرہ نمبر 8۔ سیکنڈ فلور، ریکس سٹی ہتیانہ روڈ فیصل آباد۔ فون 732254 فیکس 727002

ناشر۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور۔ 6314365

پتہ۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

خاموشی

شریفوں کی حکومت سے پہلے نگرانوں کی حکومت کے دوران' نفاذ اسلام کے حامیوں نے آئین کی دفعہ 62'63 پر عمل درآمد کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تاکہ ملک کی باگ دوڑ نااہلوں کے ہاتھ میں نہ آجائے' لیکن نگرانوں نے اپنے مفادات کی نگہبانی کے سبب یہ بیل منڈھے نہ چڑھنے دی۔ نہ آئین کہ محافظوں نے اس کا برا منایا نہ ملکی سرحدوں کی رکھوالی کرنے والوں کو اس پر اعتراض ہوا اور نہ ہی انسانی حقوق کے علمبرداروں کی جبینوں پر کوئی شکنی نمودار ہوئی۔ ہر ایک نے حصہ بقدر جثہ ڈال کر نظریاتی سرحدوں کے پاسبانوں کو کارنر کرکے ایک من پسند حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نظریاتی لوگ نہتے بھی ہوں تو حوصلہ نہیں ہارتے۔ یہ سخت جان اپنے کاز کے لئے اپنی سی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کی سرگرمیاں نواز گروپ کی حکومت کے دوران بھی ماند نہیں پڑیں۔ اسی دباؤ کا نتیجہ تھا کہ حکومت کو اسمبلی میں شریعت بل پیش کرنا پڑا (گو حکومت نے اس میں بھی نہایت عیاری سے اپنے اختیارات کو مزید وسعت دینے کی کوشش کی) نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد اپنے جوبن پر تھی' موت پر بیعتیں ہو رہی تھیں۔ حکومت نفاذ اسلام کو مزید موخر کرنے کے لئے حربے استعمال کر رہی تھی۔ بحرحال' دن بدن اسلام کی حامی طاقتوں اور حکومت (مسلمان حکومت؟) کے درمیان ٹکراؤ کی سی صورت حال بنتی جا رہی تھی' لیکن پھر یکایک یوں خاموشی چھا گئی جیسے فریقین نے محاذ سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلالی ہوں۔

ہر پیش منظر کا ایک پس منظر بھی ہوتا ہے۔ آیئے ذرا اس پس منظر میں جھانکنے کی کوشش کریں

○ کیا حکومت نے نفاذ اسلام کی کوئی یقین دہانی کرا دی ہے جس کی وجہ سے انقلابی سرگرمیاں منظر عام پر نظر نہیں آ رہیں..... نہیں' قطعاً" نہیں! اگر ایسا ہوتا تو حکومت اسے اخفائے راز میں کیوں رکھتی۔ دوسروں کے کارناموں کا کریڈٹ لینے والی حکومت اور اس کے باجوں کے گلے اب تک چیخ چیخ کر بیٹھ چکے ہوتے۔

○ کیا نفاذ اسلام کی حامی قوتیں' قاضی صاحب کے تیرہ چودہ سو کارکنوں کی گرفتاری اور ان پر تشدد سے ڈر گئی ہیں اور انہوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا ہے ...... لاحول ولا قوۃ...... یہ تشدد اور زہریلی گیسیں کوئی نیا حربہ تو نہیں ہے۔ موت پہ بیعت دینے والے بھلا ان حربوں سے کیوں ڈرتے۔

○ کیا حکومت کو نفاذ اسلام کے سلسلہ میں کوئی الٹی میٹم دیا گیا ہے۔ اور یہ وقفہ (سیز فائیر) اس وقت کے انتظار کا ہے...... ایسی کوئی بات ہوتی تو منظر عام پر ضرور آتی۔

○ کیا کشمیر میں جنگ کی وجہ سے تو یہ سرگرمیاں معطل نہیں ہوئی ہیں..... نہیں یہ خامشی تو اس سے بہت پہلے چھا گئی تھی۔

○ خامشی تو کسی بڑے طوفان سے پہلے چھاتی ہے جب پرندے اپنی اپنی پناہ گاہوں میں دبک جاتے ہیں اور اپنی پرواز کے علاوہ اپنی آواز بھی بند کر لیتے ہیں۔ ایک سکوت' ایک ہول چھا جاتا ہے...... ہاں! ایسا تو ہے۔

○ یہ خاموشی طویل ہوتی جا رہی ہے..... خاموشی کی طوالت اور طوفان کی شدت کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔

○ کیا ایسا تو نہیں کہ فریقین نے ایک دوسرے کو تول لیا ہو کہ کوئی فریق بھی اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہے اور اب اپنی اپنی حکمت عملی طے کر رہے ہیں..... بظاہر تو ایسے ہی لگتا ہے۔

○ یار! دعا کرو یہ نوبت نہ آئے ..... آپ کا مطلب ہے کہ جہاد سے فرار کی دعا مانگوں۔ ایسی دعا نہ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور نہ ہی اکرمؐ نے سکھلائی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس جہاد کرنے اور اس کی خواہش رکھنے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جنت کے بدلے مسلمانوں کی جان اور مال کو خرید لیا ہے..... تو کیا مسلمان' مسلمانوں کے خلاف لڑیں گے ..... نہیں' نہیں! یہ آپ سے کس نے کہہ دیا' مسلمان نفاذ دین کے مخالفوں سے لڑیں گے۔ جو نفاذ دین کا مخالف ہے کیا آپ اسے مسلمان کہیں گے؟ قرآن حکیم میں ہے کہ جو اللہ کا نظام نافذ نہیں کرتا' وہ کافر ہے۔

چپ کیوں ہو گئے؟ کچھ تو بولیں' آپ بھی خاموش ہو گئے..... نہیں میں نہیں بولوں گا۔ اس خاموشی میں مجھے ایک طوفان نظر آرہا ہے یہ طوفان میں اپنی روح میں اترتا محسوس کرنے لگا ہوں..... اس خاموشی کو یہ طوفان توڑے گا۔

سرفراز حسین

رہبانیت اور ذمہ داری

خطاب امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ

قرآن حکیم' تاریخ کی کتاب نہیں ہے اور نہ قرآن حکیم کو تاریخ سے دلچسپی ہے کتاب اللہ میں جب کوئی تاریخی واقعہ بیان کیا جاتا ہے یا مثال دی جاتی ہے تو اس کا مقصد محض لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کا سامان کرنا ہوتا ہے۔

بعض تاریخی واقعات لوگوں میں غلط طور پر رواج پا گئے تھے اور ان کی وجہ سے غلط عقائد کی بنیاد پڑ گئی تھی اس کو رد کرنے کے لئے قرآن حکیم نے اصل حقائق بیان کر دیئے اور اکثر تاریخی مثالیں تنبیہہ کے طور پر ارشاد فرما دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اس کائنات میں ایک حقیقی انقلاب تھا ایک ایسا انقلاب جس کی نظیر نہ اس سے پہلے ملتی ہے نہ اس کے بعد ممکن ہے۔ ایک ہمہ پہلو ہمہ گیر ہمہ جہت انقلاب۔ زمین میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں' مثلاً'' ایک ہی بات سے اندازہ کر لیجئے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے نماز ادا کرنے کے لئے یا اللہ کی عبادت کے لئے جو جگہ مختص کی جاتی' مسجد بنائی جاتی صرف وہیں نماز ادا کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت پر اللہ نے ساری زمین کو مسجد بنا دیا حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

کہ میرے لئے زمین کو دو خصوصیات بخشی گئیں ایک تو ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا دوسرا مٹی میں وہ قوت رکھ دی گئی کہ اس سے تیمم کر کے آدمی طہارت حاصل کر لیتا ہے فرمایا پانی سے تو جلد پاک ہوتی ہے تیمم سے ہڈیوں کا گودا تک پاک ہو جاتا ہے۔ اتنی عظیم تبدیلیاں انسانی تاریخ میں زمانے کے حالات میں آسمانی حوادثات میں اور واقعات میں آئیں مثلاً'' ایک ہی تبدیلی کو لیجئے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جب لوگوں کے گناہ ایک خاص حد تک پہنچتے تو عذاب الٰہی وارد ہوتا۔ آسمانوں سے فرشتے بھیج دیئے جاتے' زمینوں کے تختے الٹا دیئے جاتے' لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے انہیں ہلاک کر دیا جاتا وہ تباہ و برباد ہو جاتے' زلزلے آجاتے' بادلوں سے آگ برستی۔ قوموں پر یہ عذاب بھی آیا کہ انہوں نے سمجھا بڑے بادل چھائے ہیں بارش ہوگی لیکن اس بادل نے ان پر آگ برسائی' زمینیں پھٹ گئیں' لوگ غرق ہو گئے پانی کے طوفانوں نے کائنات کو غرق کیا۔ آپ ﷺ کی بعثت پر اعلان فرما دیا گیا کہ نہ انسانیت پر اجتماعی عذاب آئے گا اور نہ ہی بنی آدم کی ظاہری صورتیں مسخ ہوں گی۔

لیکن کیا جرائم کی سزا یا گناہوں کا عذاب ختم کر دیا گیا؟ ایسا نہیں ہوا۔ یہ تو ایک قانون فطرت ہے کہ گناہ پر سزا ہوگی' نیکی پر انعام ہوگا' وہ تو نہیں بدل سکتا اس کی صورتیں بدل گئیں۔ اس میں جو شدت تھی' سختی تھی یا توبہ کا طریقہ کار تھا مثلاً'' موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے کہ آپ علیہ السلام جب طور پر تشریف لے گئے تو قوم گؤ سالے اور بچھڑے کی پوجا کرنے لگ گئی جب آپ واپس آئے اور قوم کو بچھڑے کی پوجا کرنے سے سختی سے منع کیا تو وہ توبہ پہ آمادہ ہو گئے لیکن توبہ کا طریقہ کار جو اللہ نے منظور فرمایا وہ یہ تھا کہ ارشاد ہوا کہ جتنے لوگوں نے اس بچھڑے کو گوسالے کو سجدہ کیا ہے وہ اپنی گردنیں جھکا دیں اور جنہوں نے اس کی پرستش نہیں کی وہ ان کے گلے کاٹ دیں جس کا سر کٹ جائے گا اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور قتل ہوئے قرآن حکیم میں اس کا ذکر موجود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔ **فاقتلوا انفسکم ذالکم خیرلکم عند بارئکم**۔ تمہارے پروردگار کے نزدیک یہی بات پسندیدہ ہے کہ اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کرو اور خود کو قتل کرو اور کرواؤ باپ نے اپنا بیٹا اور بیٹوں نے باپ بھائیوں نے بھائی قتل کئے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ تین رات دن قتل عام جاری رہا۔ بے شمار قوم تھی' سارے قبائل تھے بنی اسرائیل کے۔ تیسرے دن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خیمہ سے تیزی سے باہر نکلے تو خون انسانی سے اس قدر کیچڑ بن رہا تھا کہ گھٹنوں تک پاؤں دھنس گیا اور آپ رو پڑے آب دیدہ ہو گئے اور دعا کی بار الٰہا ان بے وقوفوں کو معاف کر دے تب وہ قتل عام روکنے کی اجازت دی گئی اور جو بچ گئے تھے انہیں معاف کر دیا فرمایا تیری دعا کے طفیل جو قتل ہو گئے ہیں انہیں میں شہادت کا درجہ دے دوں گا جو بچ گئے ہیں انہیں معاف کرتا ہوں لیکن یہ سب آسان تو نہیں تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر اس ضمن میں یہ تبدیلی کی کہ سو سال کی عمر خواہ بت پرستی میں' شرک میں' گناہ میں' چوری میں' ڈاکے میں' بدکاری میں' بیت گئی کسی لمحے خلوص دل سے یہ کہہ دے کہ اے اللہ میں تیرے نبی علیہ السلام کی اطاعت قبول کرتا ہوں' میں اپنے کو گناہ سے روکتا ہوں' میں اپنی برائی سے باز آتا ہوں' میں تیری الوہیت کا اقرار کرتا ہوں' میں اپنی باقی زندگی تیرے نبی علیہ السلام کے دین کے سپرد کرتا

ہوں' تیرے نبی علیہ السلام کی سنت کے سپرد کرتا ہوں وہ ایک لمحہ زندگی بھر کے گناہوں کی معافی اور تبدیلی کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے رسول تھے اور اللہ سے براہ راست شرف ہم کلامی سے نوازے گئے تھے۔

بعثت نبوی علیہ السلام نے کہاں کہاں انقلابات پیدا نہ کئے۔ "حقیقتاً" دنیا میں لفظ انقلاب اگر صادق آتا ہے تو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت پر لیکن یہ بھی عجیب بات ہے کہ یہ انقلاب جہاں باعث انقلاب تھا بدبختوں کے لئے گمراہی کا سبب بن گیا۔ چہرے مسخ نہ ہوئے تو بجائے شکر کرنے کے گستاخی پہ دلیر ہو گئے۔ پہلے زمانے میں عذاب وارد ہو جاتے تھے' آسمانوں سے عذابوں کا نزول تو رک گیا لیکن سزا یہ ملی کہ توفیق عمل سلب ہو گئی۔ بعثت نبوی ﷺ کے طفیل آسمان سے اجتماعی عذاب کا نزول تو رک گیا لیکن پہلے یہ ہوتا تھا کہ برائی کرنے سے نیکی کی توفیق بھی سلب ہوتی تھی اور پھر ایک خاص حد پر جاکر آسمان سے آگ برستی' پتھر برستے' عذاب نازل ہوتے' قومیں غرق ہو جاتیں' تباہ ہو جاتیں' وہ اجتماعی عذاب تو رک گیا گناہ کا وہ اثر کہ اس کے طفیل توفیق عمل سلب ہو جائے وہ باقی رہا۔ جو نیک بخت تھے ان کے لئے تو یہ مقام شکر تھا لیکن بدبختوں کو اس میں چھوٹ مل گئی اور وہ گناہ پہ اور دلیر ہو گئے۔

آج ہم اگر اجتماعی طور پر پستی' ذلت اور رسوائی کا شکار ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے بعثت نبوی ﷺ کا اور اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے گناہ پر دلیری کو اپنایا۔ ہم اپنے کردار سے' اپنی فکر سے بھی ہم یہ سوچ ہی نہ سکے کہ میں کیا ہوں میری حیثیت کیا ہے میری جرات کیا ہے کہ میں اللہ کی زمین پر رہ کر اس طرح کی گستاخی کیوں کروں کہ زمین میرے پاؤں پکڑے' آسمان سے مجھ پر پتھر گریں' مجھ پر کوئی عذاب نازل ہو' کوئی مصیبت آئے۔ آخر کیوں؟ تو اس کیوں کا جواب تھا کہ یہ رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی رحمت عامہ ہے تو اگر خطاؤں پر اس کی رحمت اس قدر وصول ہوتی ہے بندے کو کہ اسے عذاب سے بچاتی ہے ڈھال بن جاتی ہے اگر اس کی اطاعت کی جائے تو کتنا انعام ہوگا' کس قدر رحمت متوجہ ہوگی اور کس قدر قرب الٰہی نصیب ہو سکتا ہے۔ ہم یہ سمجھنے کی بجائے دلیر ہوتے چلے گئے اور آج دیکھ لیں مسلمان کہلانے والوں کو اللہ کا دروازہ ہی بھول گیا۔ آج کا اسلام کا داعی ہر کام کے لئے یہودی کا دست نگر ہے حالانکہ ذہنی طور پر' عقیدے کے طور پر' ہمارے اندر ایک بات کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے کہ یہودی دنیا میں سب سے بڑا دشمن ہے اسلام کا اور یہ ایک حقیقت ہے آپ اس حقیقت کی اہمیت کو اس بات سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہوئے' عمرے کے لئے تشریف لے گئے تو اہل مکہ نے حدیبیہ پہ روکا۔ بحکم الٰہی معاہدہ صلح طے کیا گیا اور اس میں مسلمانوں کو وہیں سے واپس جانا تھا۔ اگلے سال عمرے کے لئے آنے کی اجازت تھی بڑے دل ٹوٹے لوگوں کے سیدنا فاروق اعظمؓ نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ فرمایا! میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ تم مسلمان ہو۔ پھر ہم کیوں اللہ کے گھر سے واپس جائیں؟ فرمایا اس لئے کہ اللہ کی منشا یہی ہے کہ یہ معاہدہ کیا جائے۔ اس میں ایسی شرائط تھیں کہ اگر کوئی کافر مسلمانوں کی طرف سے بھاگ کر خواہ کافروں کی پناہ میں چلا جائے تو مسلمان واپس نہیں لے سکتے لیکن اگر کوئی مسلمان قیدی بھی کافروں کے پاس سے بھاگ آئے مسلمان اسے پناہ نہیں دیں گے' مسلمان اسے واپس کریں گے۔ اتنی نرم شرائط جو مسلمانوں کی کمزوری ظاہر کر رہی تھیں اور اس پہ سارے مسلمان پریشان تھے کہ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہو گئی فرمایا یہ معاہدہ تمہاری کمزوری یا تمہاری شکست نہیں ہے یہ تمہاری فتح ہے۔

فرمایا! اس معاملے کو یہیں چھوڑ دو یہ جنگ مکے والے نہیں لڑ رہے' یہ جنگ مشرکین نہیں لڑ رہے' یہ جنگ یہودی لڑ رہا ہے دوسرے آلہ جنگ بنے ہوئے ہیں۔ سرمائے سے مدد کرنا' پراپیگنڈہ سے انہیں اس راستے پر لانا' ہتھیار فراہم کرنا اور انہیں خبریں پہنچانا' منصوبہ بندی کرنا یہ سارا کام یہودی کر رہے ہیں۔ حدیبیہ سے واپس کیا گیا رسول اللہ ﷺ کو اور حکم دیا گیا یہودیوں کا قلع قمع کرنے کا۔ حضور ﷺ مدینہ منورہ آکر سیدھے خیبر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ صرف وہی لوگ چلیں جو حدیبیہ میں تھے اس لئے کہ اسی فوج کو اللہ نے وہاں سے واپس کیا یعنی مکہ جو گڑھ بنا ہوا تھا اسلام دشمن کا' اللہ نے اسے موخر کرنے کا حکم دے دیا اور خیبر جو ایک کونے میں کہیں دور پڑا تھا مدینہ منورہ سے بھی شمال مغرب شمال مشرق کی طرف وہاں پہنچنے کا حکم دیا اس لئے کہ اہل مکہ آلہ قتل بنے ہوئے تھے' قاتل وہاں خیبر میں چھپا ہوا تھا۔ اصل دشمن اسلام وہاں بیٹھا تھا۔

اسلام پوری انسانی برادری کے حقوق کا علمبردار' کافروں کو بھی انسانی حقوق اسلام نے دیئے۔ انسانوں کو انسانی حقوق سے آشنا اسلام نے کیا' یہودیوں کو بھی اسلام نے انسانی حقوق دیئے' ان کا مال لوٹنا عزت لوٹنا جان لینا ناجائز قرار پایا بلاوجہ شرعی۔ لیکن یہودیوں کو جزیرہ نمائے عرب میں داخلے کی اجازت اسلام نے نہیں دی۔ اتنا وسیع الظرف مذہب' اتنا وسیع الحوصلہ مذہب' اتنا

جرات مند مذہب جس نے ساری انسانیت کی ظلم سے جان چھڑائی اور ہر رنگ ہر نسل کے انسان کو انسانی حقوق دیئے' یہودیوں کو بھی زندہ رہنے کا حق دیا لیکن جزیرہ نمائے عرب پر ان کا داخلہ بند کر دیا اس لئے کہ ان کا داخلہ باعث شر اور باعث فساد تھا۔

آج ہم آئی ایم ایف کی بات کرتے ہیں' آج ہم امریکہ کی بات کرتے ہیں' آج ہم یورپ کی بات کرتے ہیں' یہ کیا ہیں؟ یہ اقوام متحدہ کیا ہے؟ یہ آئی ایم ایف کون ہے؟ یہ ورلڈ بنک کیا ہے؟ یہ امریکہ برطانیہ یورپ یہ کیا ہیں؟ یہ سب یہودیوں کی ریاستیں ہیں۔ ان کے سربراہ یہودی ہیں۔ ان کی گورننگ باڈی میں سارے یہودی ہیں اور یہ سارا جو ڈرامہ چل رہا ہے یہاں...... یار بات چل رہی تھی قرآن حکیم کی درمیان میں اب یہ بات آگئی میں ایک بات عرض کرتا چلوں' یہودی کا مزاج کیسا ہے؟ یہاں ہمارے ہاں تو یہ ہے نا...... اب آج کی سرخی تھی اخباروں میں کہ حکومت کو آئی ایم ایف نے قرضہ نہیں دیا' اس لئے حکومت نہیں رہ سکے گی یعنی حکومت کے جانے کا سبب میری اور آپ کی ان سے بیزاری یا ان کے جرم' ان کے گناہ' ان کی رشوت خوری یا ناانصافی نہیں یا ان کی اسلام دشمنی ان کے جانے کا سبب نہیں ہے بلکہ ایک ہی سبب ہے کہ انہیں آئی ایم ایف نے قرضہ نہیں دیا' اس لئے حکومت میں نہیں رہ سکتے اور یہودی قرضے کیسے دیتا ہے؟ امریکہ ایک ایسا ملک ہے جس کی معیشت یہودیوں نے بالکل الٹ دی ہے یعنی دنیا میں قاعدہ ہے کہ لوگ کماتے ہیں اور کمانے کے بعد کھانے کے لئے جاتے ہیں امریکہ میں پہلے کھاتے ہیں پھر کماتے ہیں۔ ہر ملازم بنک سے جو تنخواہ ہفتے کی ہے (وہاں ہفتے کی سیلری Salary ہوتی ہے) وہ پہلے ادھار لے لیتا ہے ہفتہ ختم ہوتا ہے تو اس کے دفتر سے بنک والے پیسہ وصول کرتے ہیں وہ بنک سے اگلے ہفتے کا ایڈوانس لے لیتا ہے جب میں 1996ء میں وہاں تھا اس وقت ان کے بنکوں کی شرح سود پندرہ فیصد تھی کہ اگر کسی نے سو روپیہ لیا ہے تو اس پر پندرہ روپے سود ہو گا لیکن یہودی وہ پندرہ فیصد سود پتہ ہے کیسے لیتا ہے؟ وہ قرضہ سو نہیں دیتا سو کا پچاسی دیتا تھا اور واپس سو لیتا تھا سارے امریکہ میں یہ ان کا سسٹم تھا کہ جب کوئی آدمی ایڈوانس لینے جاتے جسے سو چاہئے اسے پچاسی ملتے اور ہفتے بعد اس کا سو لے لیا جاتا یہ پندرہ فیصد شرح سود تھی لیکن اگر آپ حساب کریں تو حقیقتاً" تو اس نے لئے پچاسی اور واپس کیا سو روپیہ تو اس طرح اس نے پندرہ روپے پچاسی روپیہ پر سود دیا سو روپیہ پر نہیں۔ اب اگر 85 روپیہ پر پندرہ روپیہ کے حساب سے شرح سود نکالئے تو وہ 17/77 فیصد بنتے ہیں۔ اسے سو ملتے وہ ایک سو پندرہ واپس کرتا پھر تو ہوتا پندرہ فیصد۔ اسے ملے پچاسی اس نے واپس کیا سو تو اس کی شرح 77-17 فیصد بنتی ہے۔ یعنی اپنے لوگوں سے بھی لینے دینے میں یہودی ایسا بدمعاش ہے یہ کتنی عجیب بات ہے کبھی کسی نے اس طرف خیال نہیں کیا لینے والا پچاسی لے کر چلا جاتا ہے اور واپسی سو دے دیتا ہے تو اگر وہ اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے ساتھ اس طرح سے سلوک کرتا ہے' اپنی قوم کو بھی اس طرح ڈیل کرتا ہے تو پھر جو قرضے ہمیں دیتا ہوگا ان کا کیا ہوتا ہوگا۔ جو قرضے ہمارے ممالک لیتے ہیں بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں یہ ایڈ کہتے ہیں' مدد اور امداد کہتے ہیں لیکن وہ امداد کبھی مفت نہیں ہوتی وہ قرض ہوتا ہے اس رقم پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ پہلے اگر اس پر بیس فیصد یا پندرہ فیصد سود ہے تو وہ رقم مہیا کرلی جاتی ہے اور باقی دے دی جاتی ہے۔ اس سے سود کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ جو دی جاتی ہے اس میں کم وبیش چالیس فیصد پھر روک لیا جاتا ہے کہ یہ رقم خرچ کرنے کے لئے تمہارے ایڈوائزر اور مشیر جو ہوں گے وہ ہماری طرف سے ہونگے اور ان کی تنخواہ ہم اپنے پاس سے دیں گے وہ ہم رکھ رہے ہیں۔ بیس فیصد سود کے گئے' چالیس فیصد ان کی تنخواہ کے گئے' باقی بچا چالیس فیصد یعنی سو روپے کی جگہ چالیس روپے ملتے ہیں جنہیں حکمران آپس میں بانٹ لیتے ہیں اور ادھار جو ہے وہ میرے اور آپ کے اور ہمارے بچوں کے حصے میں آجاتا ہے۔ یہ سارا نظام اس طرح چلتا ہے۔ کیوں لوگ خوش ہوتے ہیں؟ کون سا قرضہ عام آدمی تک پہنچتا ہے؟ یہ اربوں کے قرضے لوگوں کو معاف کئے جاتے ہیں یہ اس قرضے سے نہیں ہوتے۔ وہ قرض تو بالا بالا ہی بیرونی بنکوں میں چلا جاتا ہے۔ یہ جو میرا آپ کا' غریب لوگوں کا خون نچوڑ کر جو ٹیکس لگا کر رقم جمع کی جاتی ہے' اربوں روپوں کے قرضے اس میں سے بھی لے کر امراء کھا جاتے ہیں تو پھر جس قوم کی سوچ کا معیار ہی یہ ہو کہ جی اس حکومت کو آئی ایم ایف سے قرض نہیں ملا یہ نہیں چل سکتی اس قوم کو کیسے کوئی سمجھے کہ ان کا تعلق اسلام سے بھی ہے یا ان کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی ہے یا ان کا تعلق اللہ کی کتاب سے بھی ہے۔ جس شخص کی توقعات یہود سے وابستہ ہوں وہ خود کو مسلمان کہلائے یا ولی اللہ کہلائے یا عالم کہلائے یا سیاست دان کہلائے' میرے خیال میں وہ زمین کے سینے پر بوجھ ہے اور جس کی توقعات یہود سے وابستہ ہوں یہ اس پر وہ عذاب ہے اللہ کی طرف سے' جو پتھر برسانے سے زیادہ سخت ہے' صورتیں مسخ ہونے سے زیادہ شدید عذاب ہے۔ کسی کو یہودیوں کے دروازے پر امید بندھا کر کھڑا کر دیا جائے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کی ناراضگی کا بہت بڑا اظہار ہے اور یہ رشتے بڑے نازک ہیں' ان کی برکات بھی بڑی

زیادہ ہیں لیکن ان کی نزاکت بھی بڑی ہے۔ اس آیتہ مبارکہ میں ان رشتوں کی نزاکت کا تذکرہ ہے' کردار پر مرتب ہونے والے عذاب کا تذکرہ ہے۔ فرمایا! جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ بالکل خاموش اور پریشان ہو گئے کیونکہ یہ فرشتے نوعمر لڑکوں کی شکل میں تھے اور ان کی قوم لڑکوں کے ساتھ زیادتی کرتی تھی۔ وہ بڑے پریشان ہوئے کہ یہ کوئی مہمان آگئے ہیں اور یہ نوعمر ہیں اور یہ ساری قوم بے راہ رو ہے میں اکیلا ہوں ان کی کیسے حفاظت کروں گا' کیا ہوگا؟

وضاق بھم بڑا ان کا دل پریشان ہوا وضاق بھم ذرعا بالکل گھبرا گئے تو فرمایا ہم نے ارشاد فرمایا وقالو الاتخف فرشتوں نے عرض کی آپ گھبرائیں نہیں ولا تحزن نہ پریشان ہوں ہمیں تو اللہ نے بھیجا ہے ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور اس شکل میں آئے ہیں۔

انا منزلون علی اھل ھذہ القریتہ رجزا من السماء بما کانو یفسقون ان کے گناہ اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان پر آسمان سے عذاب نازل کریں اور پتھر برسائیں ہم اس غرض سے آئے ہیں لیکن انا منجوک آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ پتھر برسیں گے عذاب آئے گا ساری قوم تباہ ہو جائے گی سوائے آپ علیہ السلام کے اور آپ علیہ السلام کے پیروکاروں کے انا منجوک واھلک ان لوگوں کو جو آپ علیہ السلام کا خاندان بن چکے ہیں جو آپ علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو چکے ہیں' جو آپ علیہ السلام کے پیروکار ہیں الاامراتک سوائے آپ علیہ السلام کی بیوی کے۔

عجیب بات ہے رشتہ دار تو رشتہ دار رہے جو نسبی رشتہ دار نہیں تھے لیکن ایمان لے آئے وہ بھی بچ گئے لیکن بیوی جو سب سے قریب تر رشتہ ہوتا ہے کسی بھی مرد کا' وہ باتیں جو بھائیوں سے ڈسکس نہیں کرتا' والدین سے زیر بحث نہیں لاتا' اولاد کو نہیں بتاتا' بیوی سے مشورہ کرتا ہے اسے اپنی زندگی کا ساتھی سمجھتا ہے' سفر وحضر کی اور نیکی بدی ہر حال کی ساتھی ہوتی ہے بیوی لیکن فرمایا اس لئے کہ یہ اندر سے آپ علیہ السلام کے ساتھ نہیں ہے بے شک آپ علیہ السلام کے گھر میں رہے آپ علیہ السلام کے نکاح میں رہے آپ علیہ السلام کی بیوی ہے لیکن اس کا دل دوسری طرف جڑا ہوا ہے۔

کانت من الغبرین۔ یہ مڑ جانے والوں میں سے ہے آپ علیہ السلام کے ساتھ رہنے والوں میں نہیں۔

برکات نبوت یہ تھیں کہ قوم پر عذاب نازل ہوا اللہ کی طرف سے لیکن آپ علیہ السلام کو ماننے والے اور آپ علیہ السلام کے دامن سے وابستہ لوگوں کو اللہ نے محفوظ رکھا اور سب سے قریبی ساتھی جو بیوی تھی چونکہ وہ اندر سے نبی علیہ السلام کے دامن سے وابستہ نہیں تھی اس کی امیدیں قوم سے وابستہ تھیں۔ اگر بیوی اپنی امیدیں نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر دوسروں سے وابستہ کرے ان کے ساتھ غرق ہو جاتی ہے تو ماو شما کی حیثیت کیا ہے کہ ہم اللہ کو' اللہ کے دین کو' اللہ کے نبی علیہ السلام کو' اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر اپنی امیدیں یہودیوں سے وابستہ کریں پھر ہم پر کیوں عذاب نہ آئے ہم کیوں گرفتار بلا نہ ہوں؟

ہم شکوہ کرتے ہیں ملک میں انصاف نہیں ہوتا' ہم شکوہ کرتے ہیں رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا' ہم شکوہ کرتے ہیں ہماری عزتیں محفوظ نہیں ہیں' ہماری جانیں محفوظ نہیں ہیں' ہمارے مال محفوظ نہیں ہیں لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے کس کی پناہ پکڑ رکھی ہے؟ اگر ہم نے پناہ ہی ڈاکوؤں کی پکڑ رکھی ہے' اگر ہم نے پناہ ہی چوروں سے مانگ رکھی ہے' اگر ہم نے پناہ ہی بے دینوں اور بدکاروں سے پکڑ رکھی ہے' ہماری امیدیں حق اور اہل حق سے برگشتہ ہو کر ظالموں اور ڈاکوؤں سے وابستہ ہو گئی ہیں تو پھر ہماری حفاظت کیسے ممکن ہے؟ ہمیں انصاف کہاں سے ملے گا؟ ہم سارے اس انتظار میں رہتے ہیں اور قوم کی اس بے وقوفی کا لوگوں نے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ساری قوم یکسو ہو کر اس انتظار میں لگ گئی کہ غیب سے کوئی آئے گا۔

مردے از غیب آید بروئے کار کنند

کوئی غیب سے ظاہر ہوگا اور وہ یہ سارا کام کردے گا پھر وہ غائب والے کا نام امام مہدی تک پہنچا اب ڈاکٹر اسرار صاحب نے مہدی پیدا ہونے کی خبر دی اور گوہر شاہی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ چلو او بے وقوفوں کو بے وقوف بنانے والے تو کروڑوں ہیں بھئی جب کوئی بے وقوف بننا چاہتا ہے جب ساری قوم ہی یکسو ہو کر بے وقوف بننا چاہتی ہے تو بے وقوف بنانے والوں کی کیا کمی ہے اور یہ بھی آپ مذاق نہ سمجھیں کہ یہ گوہر شاہی مذاقاً" کہہ دیا گیا ہے یا یہ کوئی معمولی آدمی ہے۔ یہ پچھلے دنوں امریکہ گیا تو ہنری کیسنجر کا خصوصی مہمان تھا۔ امریکی قیادت میں یہودیوں کا یہ ایک اہم آدمی ہے۔ گوہر شاہی کو تحفے میں وہ گاڑی ملی جس کے شیشوں پر یا جس کی چادر پر گولی اثر نہیں کرتی۔ کروڑوں میں آتی ہے اور جو سربراہان سلطنت ہوتے ہیں ان کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ گوہر شاہی کو وہاں سے امریکہ نے تحفے میں دی کراچی کی بندرگاہ پر آئی اور سرکاری عملے نے اس سے کسٹمز کیا لینا تھا! سرکاری عملہ' اس گاڑی کو سرکاری گاڑیوں پر لاد کر گوہر شاہی کے مرکز میں چھوڑنے گیا۔ جس طرح انگریز نے غلام احمد قادیانی کو پیدا کیا تھا وہ بھی یہودیوں کا پلان تھا اس

طرح یہودیوں نے اسے بھی پلان کیا ہے۔ تو ہمارے ایمان کی کمزوری اس حد تک چلی گئی کہ جس آدمی کو نام لکھنا نہیں آتا' جو آدم شریعت کے ہجے نہیں کر سکتا' اسے کہو اردو میں لفظ شریعت لکھ دے نہیں لکھ سکتا' اتنا لکھا پڑھا آدمی نہیں ہے خط نہیں لکھ سکتا خط نہیں پڑھ سکتا عقیدہ اسلام سے ناآشنا ہے اگر آپ لطیفے سننا چاہیں تو اس کی کوئی تقریر منگوا کر سن لیں یا اس کے حوالے سے کوئی لکھی ہوئی تقریر تو آپ سمجھیں گے کہ اسے تو جو پرائمری کے بچوں کو عقائد آتے ہیں وہ بھی نہیں آتے آپ کے اخباروں نے اس کا اشتہار چھاپا جی کہ اس کی صورت چاند میں نظر آتی ہے میرے خیال میں پہلے بھٹو صاحب کی تھی وہ مٹ گئی ہوگی اب اس کی نظر آتی ہے کوئی دن الطاف کی آتی رہی اس پر جب دباؤ پڑا وہ برطانیہ بھاگ گیا اب اس کی نظر آنے لگ گئی۔ تو یہ سب کیا ہیں؟ ہماری ایمان کی کمزوری کی سزائیں ہیں۔ ہم جتنے گناہ کرتے ہیں نا...... ہر گناہ گناہ ہے' ہر جرم' جرم ہے لیکن جو جرم ہم اپنی توقعات اللہ اور اللہ کے دین اور اللہ کے حبیب ﷺ اور اللہ کے آئین سے ہٹا کر اور اپنی امیدیں کہیں اور وابستہ کر کے کرتے ہیں یہ وہ جرم ہے جس پر آسمانوں سے عذاب وارد ہوا کرتے ہیں اب اگرچہ مسخ کرنے والا عذاب نہ آیا' اجتماعی طور پر آگ برسی لیکن توفیق خیر سلب ہو جاتی ہے۔ عبادات کی توفیق سلب ہو جاتی ہے' ذکر اذکار کی توفیق سلب ہو جاتی ہے' رزق حلال کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں' آدمی حرام کھانے لگتا ہے' سودی کاروبار میں ملوث ہو جاتا ہے' آدمی کو عبادات بوجھ لگنے لگتی ہیں' اللہ کی یاد چھوٹ جاتی ہے اور یہ وہ عذاب ہے جو ان عذابوں سے نتیجے کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ قصہ اور یہ واقعہ ولقد ترکنا منھا ایتہ بینتہ واقعہ لوط علیہ السلام میں ہم نے کتنی باتیں روشن دلائل کے طور پر چھوڑ دی ہیں۔ لقوم یعقلون۔ ان لوگوں کے لئے جن کی عقل سلامت ہو شعور باقی ہو۔ تو میرے بھائی!

ہم سب مکلف ہیں اللہ کی اس زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے جہاں تک ہماری حیثیت ہے جہاں تک ہماری رسائی ہے جہاں تک ہمارا دائرہ کار ہے۔

لایکلف اللہ نفس الا وسعھا

جو کسی کے بس میں نہیں ہے اس کی جواب طلبی اس سے نہیں ہوگی لیکن جو بس میں ہے' جو ہمارے روزمرہ کے معمولات ہیں جو ہمارا روزمرہ کا زندگی کا ایک معمول ہے جس میں ہم جیتے مرتے ہیں جتنے لوگوں سے دوستیاں دشمنیاں ہیں اس میں ہم ایک ایک قدم پر مکلف ہیں اسلام کو اپنانے کے بھی لیکن ہم اسلام کو تب اپنا سکتے ہیں جب ہماری امیدیں اللہ سے وابستہ ہوں جب ہماری امیدیں اللہ کے دین سے وابستہ ہوں جب ہمیں امید خیر محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہو۔ اگر یہ امیدیں کہیں اور وابستہ ہوں گی تو غلامی کا حق بھی ہم اس کا ادا کریں گے باقی کام رواجی ہوں گے تو جب ہماری امیدیں غیر اللہ سے وابستہ ہو گئیں دین ہم نے رواج کے طور پر اپنا لیا اور اصل بات ادھر چلی گئی تو میرے بھائی کسی حکمران یا کسی حکومت یا کسی سیاسی جماعت سے جھگڑا نہیں ہے کسی بادشاہ یا کسی وزیر یا کسی ایم این اے یا اسمبلی کے ممبر سے جھگڑا نہیں ہے کسی عالم یا کسی مولوی یا کسی فرقے سے جھگڑا نہیں ہے' جھگڑا اس بات کا ہے کہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ نے اس قوم کو یہ وطن دین کے نام پر دیا ہے اور ہم مکلف ہیں کہ اس زمین پر اللہ کا دین نافذ ہو۔ یہ وعدہ ہے ہمارا وطن کے حصول کا اور ریاست مدینہ منورہ کے بعد یہ دوسری ریاست ہے جو عقیدے کے نام پر وجود میں آئی۔ پوری تاریخ انسانی میں سب سے پہلی ریاست نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقیدے کے نام پر تشکیل دی تھی مدینہ منورہ میں وہ کوئی قومی ریاست نہیں تھی وہ کوئی محض جغرافیائی سرحد پر' اس کی نہیں تھیں محض کسی قبیلے یا کسی فرد کی ریاست نہیں تھی وہ دین کی اور عقیدے کی ریاست تھی' برطانیہ' برطانوی قوم کا ہے۔ امریکہ' امریکی قوم کا ہے۔ روس' روسیوں کا ہے۔ ایران' ایرانیوں کا ہے۔ ہندوستان' ہندوستانیوں کا ہے۔ افغانستان' افغانوں کا ہے۔ چین' چینیوں کا ہے لیکن پاکستان اسلام کا ہے' کسی ایک قوم کا نہیں ہے۔ پاکستانیت کوئی قوم نہیں ہے اگر پاکستان میں رہنے والوں کو آپ پاکستانی کہیں تو پاکستانی کوئی قوم نہیں ہے' نہ تھی اور نہ ہے۔ افغان قوم ہے' چینی قوم ہے' رشین ایک قوم ہے' فرنچ ایک قوم ہے' برٹش ایک قوم ہے' امریکہ ایک قوم ہے' پاکستانی قوم نہیں ہے پاکستان کے حوالے سے پاکستانی کہلانے لگے ہم ورنہ ہماری قوم...... ہم تو مسلمان ہیں اور پاکستان وہ دوسری ریاست ہے تاریخ میں ریاست مدینہ کے بعد جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی وہ جس میں دین کی حکومت قائم کرنے کا میں بھی مکلف ہوں اور آپ بھی مکلف ہیں۔ اس کی بازپرس ہوگی ہم نے یہ نری نمازوں سے جان نہیں چھوٹ جائے گی۔ صرف روزے زکوٰۃ کا نہیں پوچھا جائے گا یہ بھی پوچھا جائے گا کہ کیوں کیا وجہ تھی کہ تم اسلام نافذ نہ کر سکے اور وجہ صاف سامنے آجائے گی کہ ہماری امیدیں ہی اسلام سے وابستہ نہ تھیں ہم اپنے لئے بہتری ہی غیر اسلام میں سمجھتے تھے' کافروں کے ہاں سمجھتے تھے' یہودیوں کے دروازے پر سمجھے تھے اور پھر یاد رکھئے کہ ہمارے جرائم میدان حشر میں نہ صرف خلق خدا اور خالق کے سامنے ہوں گے بلکہ وہاں اللہ کے

حبیب ﷺ بھی تشریف فرما ہوں گے جن کی محبت کا ہم ہمیشہ دعویٰ کرتے رہے۔ محبوب کے سامنے کسی کی محبت کے جھوٹ کا پول کھل جائے تو اس کا کیا حشر ہو گا؟ یہ عذاب دوزخ کے عذاب سے بھی سخت ہوتا ہے کہ کسی کا دعویٰ محبت میدان حشر حضور ﷺ کے سامنے غلط ثابت کر دیا جائے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔

تو میرے بھائی! کسی کی دشمنی میں نہیں کسی پارٹی کی مخالفت میں نہیں، کسی فرد کی مخالفت میں نہیں، اللہ کے دین کی حمایت میں کمربستہ ہو جاؤ۔ اب اگر کوئی اللہ کے دین کی مخالفت کرتا ہے تو اس کی مرضی ہم، آپ کو کسی فرد سے مخالفت نہیں ہونی چاہئے، کسی ذات سے، کسی جماعت سے نہیں بلکہ دین کی حمایت میں کمربستہ ہو جاؤ اور ہم اس کے مکلف ہیں۔ خواہ کوئی حکومت محکمہ سنے یا کوئی سی آئی ڈی والا سنے یا حکومت سنے، اس سے کوئی راضی ہو یا ناراض ہو یہ بات عاقبت کی ہے، آخرت کی ہے، ایمان کی ہے، قبر کی ہے، یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ سے وفاؤں کی ہے اور ہم حضور ﷺ سے وفا کسی سے چوری نہیں کرتے۔ ہمیں کائنات میں کسی فرد و بشر کا یہ ڈر نہیں ہے کہ اس کے ڈر سے ہم یہ دعویٰ واپس لے لیں کہ ہمیں حضور ﷺ سے محبت نہیں ہے ہمیں نبی علیہ السلام سے وہ محبت ہے جس پر جان و مال آبرو سب کچھ نچھاور کیا جا سکتا ہے۔ اس محبت کے لئے، دین کی بقا کے لئے، دین کے نفاذ کے لئے ہمیں اپنی کمر باندھنی ہے جو جس کے بس میں ہے وہ ضرور کرے، اللہ توفیق دے اور اللہ قبول فرمائے۔ آمین

مہمان کی فضیلت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا!

جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے مہمان کو کھانا کھلائے گا۔ اس کو جنت کی نعمتیں اور وہ راحتیں ملیں گی۔ جن کو نہ کبھی اس کی آنکھوں نے دیکھا ہو گا کانوں نے سنا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں ستر حاجتیں

حضور ﷺ نے فرمایا

○ جس شخص کا اخلاق سب سے بہتر ہو اور وہ اپنے اہل و عیال پر سب سے زیادہ مہربان ہو وہی ایمان میں بھی سے کامل ہے۔ (راوی حضرت ابو ہریرہ)

○ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے۔ حتی کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ بھی ڈلو گے اس کو تم کو اجر و ثواب ملے گا۔ (راوی حضرت ابو ہریرہ)

مرسلہ۔ فرحانہ اسلم

حدیث کی روشنی میں

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں مرتا مگر اس کا عمل اس کے مرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر وہ مجاہد جو اسلامی حکومت کی سرحدوں پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور فتنہ قبر سے تحفظ رہے گا۔

رانا اصغر علی

ضرورت اساتذہ برائے

صقارہ اکیڈمی دار العرفان منارہ ضلع چکوال

اردو۔ آرٹس اور سائنس کیلئے ماسٹر ڈگری یا متعلقہ مضمون کا تجربہ رکھنے والے ریٹائرڈ اساتذہ کی ضرورت ہے

تنخواہ اور دیگر مراعات

الف۔ تنخواہ حکومتی سکیل کے مطابق ب۔ فری سنگل رہائش بمعہ ہاؤس رینٹ

ج۔ اکیڈمی میس میں کھانے کی رعایتی سہولت ۔ ذاتی تربیت کا سنہری موقع

پرنسپل صقارہ اکیڈمی دار العرفان، منارہ ضلع چکوال۔ فون۔ 0573-587399

"امیر تنظیم محمد اکرم اعوان کا تازہ ترین انٹرویو"

چینل انٹرویو

طارق اسماعیل ساگر۔ پرویز حمید

سوال:۔ مولانا بہت سی سیاسی و دینی جماعتوں کی موجودگی میں آپ کو ایک نئی اور علیحدہ دینی سیاسی جماعت بنانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ کیا موجودہ بیس پچیس دینی جماعتوں میں آپ کے ہم خیال لوگ موجود نہیں؟ یا آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ جماعتیں آپ کے مقرر کردہ دینی وسیاسی معیار پر پوری نہیں اترتیں؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں نصف صدی سے جو بات چل رہی ہے یا جو میں نے محسوس کی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جماعت کا سارا زور کشاکش اقتدار پر ہے جتنی سیاسی یا دینی سیاسی جماعتیں بنتی ہیں ان کا سارا زور اقتدار حاصل کرنے یا اس میں شریک ہونے پر صرف ہوتا ہے جبکہ ہمارا مسئلہ اقتدار نہیں بلکہ ہمارا مسئلہ اس نظام جس میں ہم جی رہے ہیں' کی اصلاح ہے میری ذاتی رائے میں ہمارے پاس جو نظام ہے یہ نہ ہمارا ہے اور نہ ہی ہمارے لئے ہے یہ برٹش ایمپائر کا برٹش انڈیا کے لئے بنایا گیا سسٹم تھا۔ برٹش ایمپائر چلی گئی برٹش انڈیا ختم ہو گیا نئے ملک نقشے پر ابھر آئے ہیں پاکستان اور بھارت پھر پاکستان کے دو حصے ہو گئے۔ بنگلہ دیش بن گیا۔ برٹش انڈیا کے لئے جو نظام تخلیق کیا تھا ہم نصف صدی سے اُسے ہی گھسیٹ رہے ہیں۔ جب آزاد ملک بنا تھا اس وقت اس کا ایک آزاد اور نیا نظام بھی بننا چاہئے تھا ہماری جتنی سیاسی اور دینی سیاسی جماعتیں ہیں میری نظر میں ان سب کا جو زور ہے وہ کش مکش اقتدار ہے۔ ہم نے یہ سمجھا کہ اقتدار کی کش مکش کو الگ رکھ کر اصلاح احوال کی ایک کوشش بھی ہونی چاہئے خواہ وہ جماعت جو اقتدار میں ہے وہ اصلاح کر دے۔ غرض صرف اصلاح ہے ایک ایسی جماعت بھی ہو جس کا مقصد صرف اصلاح ہو...... صرف یہ شرط نہ ہو کہ جو اقتدار میں ہو وہ ہٹ جائے تو اصلاح ہوگی۔ الاخوان کی جو تنظیم ہے اس کا نظریہ یہ ہے کہ یہ نظام ہمارا نہیں ہے ہمارا اپنا ایک نظام ہونا چاہئے اس کا جھگڑا اقتدار کے ساتھ نہیں ہے اصلاح احوال کے ساتھ ہے اس لئے یہ ایک منفرد جماعت ہے۔

سوال:۔ مولانا آپ کی جماعت میں جو ایک بڑی انفرادیت نظر آتی ہے وہ یہ کہ آپ قتال پر بیعت لیتے ہیں۔ اس کے پس منظر میں آپ کی دی تربیت اور ذہن بھی ہے اس وجہ سے جہادی راج کے جو لوگ ہیں وہی آپ کے قریب ہیں اس حوالے سے ایک خاص قسم کا اشارہ آپ کی سمت کیا جاتا ہے اس میں کس حد تک سچائی ہے پاکستان میں قتال پر بیعت لینے کی آپ کے نزدیک کیا منطق یا جواز ہے۔

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ اس کے دو پہلو ہیں جو عموماً" سمجھا جاتا ہے یا اخبارات میں زیر بحث آتا ہے جو ملاقات میں دوستوں نے میرے ساتھ بات چیت کی اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم قتال کرکے کوئی چیز مسلط کرنا چاہتے ہیں لیکن اصل بات یہ نہیں ہے ہم یہ کہہ رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو غلامی کا نظام قوم کے گلے پڑا ہوا ہے اسے ختم کیا جائے اگر اسے ختم نہیں کیا جاتا اور حکمران اس پر اصرار کریں گے ہم اسے نہیں چھوڑیں گے تو اس کے لئے ہم کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کریں گے اس کے بعد یہ ہے کہ وہ نظام کیا ہے جو لاگو کیا جائے...... اس میں ہم اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن جو اسلام ہم سمجھتے ہیں وہ دوسروں پر مسلط کرنا نہیں چاہتے ہم نے بارہا یہ کہا ہے کہ آپ اس نظام کو کھول کر ٹیبل پر رکھیں نظام کے بہت سے حصے ہیں معیشت ہے عدل ہے تعلیم کا نظام ہے سماجی بہبود ہے صحت کا شعبہ ہے یعنی بے شمار پہلو اور جزئیات ہیں آپ ان سب کو ٹیبل پر رکھیں آپ ہمارے ساتھ بھی بات کریں اور دنیا کے مختلف نظام بھی لے آئیں اس پر بیٹھ کر بات کرتے ہیں جو سب سے بہتر ہے اسے چن لیا جائے۔ ہمیں اعتماد ہے کہ اسلام ہی آپ کو سب سے بہتر نظر آئے گا۔ مگر آج صورتحال یہ ہے کہ ہمارا مذہبی لیڈر جو ہے وہ بات ہی مرنے کے بعد شروع کرتا ہے عام آدمی کے پاس اسلام کی وہ افادیت یا افادی پہلو اس کی ضروریات یا اس کی بھوک پیاس سے۔ اس کی مجبوریوں سے یا اس کی تنگ دستی سے جو بحث کرتا ہے وہ اس کے سامنے نہیں آتا عام آدمی کے سامنے ہماری مذہبی قیادت اسلام کا وہ پہلو لاتی جو مرنے کے بعد ہوتا ہے۔

سوال:۔ مولانا اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہم سب کے لئے اسلام سے بہتر کوئی نظام نہیں جو حکمران یا طبقے کرپٹ اور بدعنوان ہیں وہ بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کے نفاذ کے لئے

آپ کے پاس کونسی حکمت عملی ہے؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ یہ بڑا ہی سادہ سا کام ہے۔ مثلاً" آپ کا معاشی نظام چل رہا ہے پاکستان میں پچاس سال سے سودی نظام اس کے ساتھ چل رہا ہے اسلام اس نظام کی مخالفت کرتا ہے اس لئے مخالفت کرتا ہے کہ یہ ایک بنیادی اکائی ہے کہ سود پر وہی رقم لے گا جو کہ مجبور ہو گا جو مجبور نہیں وہ یہ رقم کیوں لے گا...... اب لینے والا پہلے ہی مجبور ہے مگر آپ اس مجبوری پر مزید بوجھ ڈالتے ہیں سود پر رقم دے گا وہ جس کے پاس فالتو رقم ہے اور جس کے پاس فالتو ہے اسے ہی بغیر محنت کے سود کی رقم لیکر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ امیر امیر ترین اور غریب غریب ترین ہوتا چلا جائے گا اب کہا یہ جاتا ہے کہ اس نظام کو بدلنا مشکل ہے اس میں کیا مشکل ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کہ میرا مطالعہ ہے کہ پاکستان کے بنک سود پر چل ہی نہیں رہے کہ گزشتہ پچاس برسوں میں جتنے قرضے بینکوں نے معاف کئے ہیں اتنا سود انہوں نے نہیں کمایا اور بینک بڑے مزے سے چل رہے ہیں اگر سود پر چل رہے ہوتے تو بینکوں کو ختم ہو جانا چاہئے تھا کیونکہ اربوں کھربوں روپے کے قرضے وہ معاف کر چکے ہیں یا نادہندگان کے پاس پھنسے ہوئے ہیں بینکوں نے اس مرحلہ میں اتنا سود تو نہیں کمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بینک اپنے پہلے پراجیکٹس پر چل رہے ہیں بینکوں کی بقاء سود پر نہیں ان کے پراجیکٹس پر چل رہے ہیں بینکوں کی بقاء سود پر نہیں ان کے پراجیکٹس پر ہے اب اگر سود ختم کر دیا جائے اور بینک کو جو وہ قرضہ دیتا ہے مثلاً" انڈسٹریل بینک قرضہ دیتا ہے قانونی طور پر 75 فیصد حکومت قرضہ منظور کرتی ہے پچیس فیصد مالک خود سرمایہ کاری کرتا ہے اس میں وہ کیا گھپلا کرتا ہے اسے چھوڑ دیں ہم صرف اصولی بات کریں گے اس صنعت کے منافع میں سے سروس چارجز کے بعد 75 فیصد بینک کو جائے گا اور پچیس فیصد مالک کو جائے گا۔ اس سے آپ خود اندازہ لگالیں کہ قومی خزانے میں کتنی رقم آئی جس بندے نے دو ہزار چار ہزار یا ایک بینک میں جمع کرایا جس سے یہ خزانہ بنا ہے جب بینک کے سروس چارجز نکال کر اسے اس کا منافع دیا جائے تو وہ کتنا ہو گا اس میں صرف ایک مشکل ہے وہ یہ کہ جس کے پاس صنعتی اجارہ داری ہے اسے اپنی رقم تقسیم کرنا پڑتی ہے اور یہ اجارہ داری ان لوگوں کے پاس ہے جن کے پاس حکومت چلانے کا اختیار بھی ہے خود حکمران ہیں یا کسی نہ کسی حوالے سے اقتدار میں شامل ہیں پاکستان میں جو نظام ہے اس پر تکلیف نہیں ہوتی بلکہ تکلیف کا باعث یہاں قابض قبضہ گروپ کا رویہ ہے نظام میں گڑبڑ نہیں بلکہ اس سے تو عام آدمی خوشحال ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ آپ کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب تک قوت نافذہ صحیح ہاتھوں میں نہیں ہو گی معاملات صحیح نہیں ہو سکتے سود کے مسئلہ کا حل آپ نے نہایت سادہ انداز میں بتا دیا ہے جو سمجھ بھی آتا ہے اور یہ اچھی بات ہے ایک نئی سوچ سامنے آئی ہے اس طرح یقیناً" باقی معاملات کا بھی مناسب حل آپ کے پاس ہو گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ قوت نافذہ دینی یا اصلاحی قوتوں کے ہاتھ میں کیسے آئے......

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ میری ذاتی رائے میں مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہماری بہت سی دینی قوتیں بھی " فیئر پلے " نہیں کرتیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہی ہے کہ ہماری بہت سی دینی طاقتیں اپنے جس خول میں بند ہیں جتنے مفادات انہیں وہاں مل رہے ہیں وہ اس سے وہاں راضی ہیں سابق الیکشن جب ہوا تو میں نے اکثر دینی جماعتوں سے رابطہ کیا تھا انہیں کہا تھا کہ آپ کو ہارنا تو ہے ہی آپ کو اسمبلیوں میں کوئی سیٹ نہیں ملے گی اس طرح ہارنے کی بجائے اگر آپ سارے متحد ہو کر بائیکاٹ کر دیں تو بین الاقوامی سطح پر آپ کی حیثیت بن جائے گی اور الیکشن کرانے والی حکومت کو مشکل پیش آئے گی کہ اتنے لوگوں کو باہر نکال کر کیا الیکشن ہو گا۔ آپ کی بات میں ایک وزن آئے گا اور آپ کی بات سنی جائے گی لیکن اس پر کوئی تیار نہیں ہوا ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا لیڈر جو کچھ اس کے پاس ہے اس کو داؤ پر نہ لگانا نہیں چاہتا میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ سب کچھ داؤ پر لگائے گا تو پھر کچھ حاصل بھی نہیں ہو سکتا لادینی قوتوں نے ہم پر یہ نظام مسلط کیا ہوا بلکہ دینی قوتوں کی کمزوری کی وجہ سے مسلط ہے۔

سوال:۔ ہمارا سوال اب بھی اپنی جگہ پر ہے اس کا جواب نہیں ملا آپ مرض کی تشخیص بالکل درست کر رہے ہیں مگر اس کا علاج کیا ہے جب آپ کے پاس قوت نافذہ یعنی اقتدار نہیں آئے گا آپ یہاں اصلاح کیسے کر سکیں گے؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں یہ کسی ملک میں بھی نہیں ہو سکتا قوت نافذہ کے بغیر اصلاح ممکن نہیں ہے البتہ یہاں ایک امید کی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں جو حکمران ہیں وہ اس ملک کے شہری بھی ہیں اور دین اسلام کے ماننے والے بھی۔ اللہ انہیں ہدایت دے دے اور ایک ایسا عوامی دباؤ بن جائے کہ اگر وہ نہیں چاہتے تو بھی انہیں توبہ پر مجبور کر دے اب اگر ہم دوسری اقوام کی طرف دیکھیں تو جاپان نے اپنے ملک میں سودی نظام بالکل ختم کر دیا ہے اس لئے نہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ اس لئے کہ انہوں نے تحقیق کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ غیر سودی نظام عام آدمی کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے وہاں کا طریق کار یہ ہے کہ عام آدمی ایک تخمینہ بناتا ہے کہ میرے پاس اگر پانچ لاکھ کی رقم ہو تو میں ریڈیو کے

یہ پرزے اتنی تعداد میں بنا کر فلاں کمپنی کو فراہم کر سکتا ہوں اور اس پر اتنا منافع کما سکتا ہوں یہ تخمینہ رپورٹ بینک کے پاس جاتی ہے اس کے ماہرین اس کا جائزہ لیکر اس کی اجازت دے دیتے ہیں اور بینک سروس چارجز کے بعد اس کاروبار کے منافع میں سے حصہ لیتا ہے اور قرض والا جس طرح قرض کی قسطیں لوٹاتا جاتا ہے بنک کا حصہ کم ہوتا جاتا ہے حتی کہ بینک اپنا قرض مکمل وصول کر لیتا ہے۔ امریکہ میں جدید اقتصادیات پر بحث ہوئی بل کلنٹن کے صدارتی انتخاب میں ان کے مقابلہ پر راس پیرو تھا وہ ایک صنعتکار سرمایہ کار اور اقتصادیات کا ماہر ہے اس کا تجزیہ یہ ہے کہ امریکہ کا موجودہ ٹیکسوں پر مبنی معاشی نظام جو چل رہا ہے۔ 2030ء تک یہ برا بھلا جیسا بھی ہے چلتا رہے گا۔ لیکن اس کے بعد نہیں چل سکے گا کیونکہ جو بالواسطہ ٹیکس ہیں۔ 2030ء تک اسی فیصد ہو جائیں گے اتنے ٹیکس کوئی کیوں دے گا کیوں اتنا ضروری ہے؟ راس پیرو نے کہا کہ یہ نظام تباہ ہو جائے گا اس سے پوچھا گیا کہ اس کا حل کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ اشیاء اور افراد پر ٹیکس لگانے کی بجائے اثاثوں پر ٹیکس عائد کیا جائے اور یہ زکوة کا نظام ہے راس پیرو نے زکوة کا نام تو نہیں لیا لیکن ٹیکس کے اس نظام کو زکوة کہا جاتا ہے وہ اسلام کی حقانیت پر ایمان نہیں لایا البتہ اس نے اپنی تعلیمی اور پیشہ ورانہ تحقیق کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہی ہے اس طرح دیکھیں کہ امریکہ میں صدر کلنٹن کے خلاف جو سکینڈل شروع ہوا اس میں ایک وکیل کو جیوری جج بنا کر بٹھا دیا گیا اس نے عدالت میں صدر امریکہ کو طلب کر لیا سٹلائٹ پر میں نے بھی دیکھا آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ ایک عام سی کرسی پر بیٹھا سامنے ایک پانی کا گلاس اور سیون اپ کا ڈبہ پڑا تھا کبھی وہ اس میں سے گھونٹ لیتا کبھی پانی کا..... چھ گھنٹے تک اس سے پے درپے سوالات کئے گئے جن کے اس نے جواب دیئے اس منظر کو دیکھ کر سیدنا عمر فاروقؓ کا وہ دور یاد آگیا جن کا دامن گلی میں ایک بڑھیا پکڑ لیتی ہے ان لوگوں نے کلمہ تو نہیں پڑھا۔ مگر یہ چیزیں اسلام سے لے لیں آپ پورے یورپ اور امریکہ میں دیکھ لیں یہ سب خوبیاں ظہور اسلام سے قبل یورپ اور امریکہ کے پاس نہیں تھیں اگر ہم سے چند چیزیں لیکر وہ چاند پر ڈیرے لگائے بیٹھے ہیں تو ہم جن کے پاس سارے کا سارا اسلام ایمان کے ساتھ ہے کیا وجہ ہے کہ ہم اس پر عمل نہیں کریں چند افراد کی ہوس پرستی کی بھینٹ ساری قوم کو کیوں چڑھا دیا جائے کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟ اس کے لئے اگر ہمیں جان بھی دینا پڑے تو دے دینا چاہئے یہ وجہ ہے ہماری بیعت کی۔

سوال:۔ مولانا کیا آپ اس بات سے متفق ہیں کہ دینی احیاء کی کسی تحریک سے قبل اسلامی فقہ کے جدید ترین تقاضوں اور ضروریات کے مطابق تدوین نو کرنا ضروری ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے مولانا ابو الکلام اور مولانا مودودی سے خواہش کا اظہار بھی کیا مگر اس تجویز پر عمل نہیں ہو سکا۔ کیا آپ نے اس پر کوئی کام شروع کیا ہے؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ ہمارے ہاں اسلامی مدارس کا جو نظام تعلیم چل رہا ہے اس میں ابھی تک درس نظامی پڑھایا جا رہا ہے جو نظام الملک طوسی رحمتہ اللہ علیہ نے اس زمانے کی ضروریات کے مطابق رائج کیا تھا اس میں جو فلسفہ ہے اس کو تمام فلاسفہ رد کر چکے ہیں جو اب بھی پڑھایا جا رہا ہے فلسفہ کے معاملات بہت آگے بڑھ چکے ہیں مگر یہ درس نظامی بغیر کسی تبدیلی کے پڑھایا جا رہا ہے اسی طرح اس میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ مسائل آج کل ہیں نہیں۔ قرآن کے احکام فقہی مسائل احادیث یہ سب ہیں اسلام تو ایک آفاقی دین ہے قیامت تک ساری دنیا کے لئے اس میں اس قدر وسعت ہے کہ جس زمانے میں جو ضرورت پیش آئے اس کا جواب دین متین میں موجود ہے اور جدید ترین ضرورت کے مطابق ہے۔ اس میں یہ اصرار کرنا کہ آج سے چار سو برس قبل اس کا جواب یہ تھا آج بھی وہی ہے یہ درست نہیں ہے آج زندگی حالات اور ضروریات مختلف اور جواب بھی آج کے مطابق ہو گا البتہ فریم ورک وہی قرآن و سنت کا ہو گا اس سے باہر نہیں جا سکتے میں نے وزیر اعظم میاں نواز شریف سے کہا تھا کہ آپ جو شریعت بل لا رہے ہیں یہ اگر پاس ہو جائے اور نافذ بھی کیا جائے تو اس میں حکم کون دے گا...... کہ یہ شریعت ہے یہ کرو۔ یہ کام تو شاید آپ نہ کر سکیں گے بے شک آپ علوم کے ماہر ہوں مگر دین اور فقہ کے بارے میں تو نہیں جانتے میں نے انہیں تجویز کیا تھا کہ آپ ملک کے ان علماء کی ایک کونسل بنایئے۔ جو دینی امور میں ماہر ہوں اور جدید علوم پر بھی ان کی گہری نظر ہو۔ حالات حاضرہ سے بھی واقف ہوں دنیا کو بھی سمجھتے ہوں اور آپ کے سوال کو بھی سمجھتے ہوں جب کوئی خاص مسئلہ سامنے آئے تو آپ اس کونسل کے سامنے رکھیں اور وہاں سے اس کا حل سامنے آئے' یہ کام پہلے یا بعد میں نہیں ہو سکتا الحمدللہ ہمارے پاس ایک نظام تو موجود ہے جب کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو قوت نافذہ کہتی ہیں کہ ہمارے پاس تو اس کا جواب پندرہ سو سال پرانا ہے علماء کی کونسل کو بٹھاؤ اس سوال کو ان کے سامنے رکھو وہ قرآن و سنت اور فقہی معیار کو سامنے رکھ کر اس کا جواب مرتب کر دیں۔

سوال:۔ جناب علامہ اقبال' نے مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا مودودی سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اسلامی فقہ کی تدوین نو کریں۔ لیکن ان دونوں بزرگوں سے یہ کام نہیں ہو سکا.....

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ میری رائے تھوڑی سی مختلف ہے وہ یہ کہ اگر کوئی ایسا کام کرنا چاہے تو

اسے کوئی کرنے ہی نہیں دیتا بلکہ ایسے لوگوں کو کفر کے فتوے سے نوازا جاتا ہے اور بلا ضرورت کوئی کام ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا ایک کام کی ضرورت پیدا ہی نہیں ہوتی تو پھر وہ کام کیسے کر سکیں گے۔ ہمارے سامنے فقہ اسلامی کی کہیں ضرورت نہیں پیش آتی نہ آج آرہی ہے اس کی ضرورت پیدا کریں تو تدوین نو بھی ہو جائے گی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے کسی نے کہا کہ اگر ایسا واقعہ کہیں ہو جائے تو آپ نے کہا' کہاں ہوا ہے میں وہاں کے لوگوں سے ملوں گا۔ اس پر آپ سے کہا گیا کہ یہ مفروضہ ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر نہیں ہوا تو خیر ہے جب ہو گا تو اللہ کسی کو اس کے جواب کی ہمت بھی دے دے گا۔ ایسے معاملات میں مفروضوں پر انحصار درست نہیں علامہ صاحب کہیں میں کہوں۔ آپ کہیں۔ علامہ اقبالؒ بہت بڑی ہستی ہیں مولانا مودودیؒ ایک تاریخ ساز انسان ہوئے ہیں' علوم دینیہ میں بین الاقوامی سطح پر مولانا مودودیؒ ایک نیا موڑ ہیں۔ لیکن دیوار پر کوا بیٹھے گا تو آپ اسے ماریں گے جب ضرورت پڑے گی تو کام ہو گا جب نفاذ کی بات آئے تو مودودی صاحب اور مولانا ابوالکلام آزاد تو بہت بڑی ہستیاں ہیں فقہ کی تدوین نو کا کام تو موجودہ عہد کے علماء کرام بھی کر سکتے ہیں لیکن اس کی ضرورت تو پیش آئے' جب ضرورت پیش نہیں آئے گی تو مفروضوں پر کچھ نہیں ہو سکتا۔

سوال:۔ اس کے لئے پہلے سے ہوم ورک کرنے کی ضرورت نہیں؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ ہوم ورک تو علماء کرام نے کیا ہوا ہے تمام علماء ایک عمر حصول علم کے لئے صرف کرتے ہیں یہ سب ہوم ورک ہے وہ پندرہ پندرہ بیس بیس برس تک دینی علوم اور جدید علوم پڑھتے ہیں اور وہ معاملات کو دیکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت دو باتیں ہمارے پاکستان میں پوری دنیا سے زیادہ ہیں۔ نمبر ایک عمل کرنے والا مسلمان۔ میں نے دنیا گھومی ہے' امریکہ کے بڑے ساحلوں سے چین افریقہ روس یورپ سب گھوم کر دیکھا ہے جیسا کہ باعمل مسلمان اس ملک میں ہے میں نے دنیا میں نہیں دیکھا۔ دوسری بات یہ کہ دینی علوم میں تحقیق کا معیار جو پاکستان کے علماء کے پاس ہے دنیا میں کسی ملک کے علماء میں نہیں ہے اور ہمارے ملک میں آپ معیار جو بھی مقرر کر لیں پاکستان کے اسی فیصد سے زائد مسلمان اسلام پر عامل ہیں اور انہوں نے اپنے پر اسلام نافذ کر رکھا ہے اسی فیصد میں نے بہت کم کر کے کہا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں کفر سے اس وقت واسطہ پڑتا ہے جب انہیں عدالت میں جانا پڑے یا حکومتی اداروں کے ساتھ واسطہ پڑ جائے اس کے علاوہ ان کی زندگی کا ایک ایک قدم اسلام ہے کوئی ذرا سی غلطی کرے تو پورا محلّہ یا پورا گاؤں اس کا حقہ پانی بند کر دیتا ہے میری ذاتی رائے میں یہاں ایک چھوٹا سا طبقہ ہے۔ انگریز نے یہاں جو غلامی کا نظام دیا تھا وہ یہ تھا کہ محنت مزدوری ساری غلاموں کے حصہ میں اور ثمرات بادشاہ کے حصہ میں یعنی حکمرانوں کے لئے انگریزوں کے جانے کے بعد ہمارے لوگوں نے دیکھا کہ یہ بڑے مزے کا نظام ہے کہ چودہ کروڑ عوام مزدوری کرتے ہیں اور سب کا پھل ہمیں مل جاتا ہے تو انہیں یہ نظام اچھا لگا اور یہی چل رہا ہے جب نظام کو تبدیلی کرنے کی بات ہوتی ہے حکومت اور اپوزیشن سب چیخنے لگتے ہیں کیونکہ سب لوگوں کے اس سے مفادات وابستہ ہیں۔ عام آدمی کام کرتے ہوئے تھک جاتا ہے محنت اس کے اخراجات سب مزدور کرتا ہے مگر اس کا پھل اسے نہیں ملتا۔ مفادات کے چھوٹے چھوٹے مافیا ایسے بنے ہوئے ہیں کہ غریب آدمی ان سے نکل ہی نہیں سکتا۔

سوال:۔ کشمیر میں جو تازہ واقعات ہوئے ہیں ان پر آپ نے کچھ خدشات کا اظہار فرمایا براہ کرم تفصیلات بیان کر دیں؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ تین چار سال پہلے جب نیو ورلڈ آرڈر آیا تھا لاہور ہی میں میری ایک تقریر ہوئی تھی دوستوں کا سوال یہ تھا کہ نیو ورلڈ آرڈر کیا ہے؟ اس وقت میں نے کہا تھا کہ آپ اپنے حصہ کی بات کریں دنیا کی بات پر نہ جائیں۔ امریکہ اپنے اس آرڈر کی روشنی میں جو نئی دنیا ترتیب دینا چاہتا ہے اس میں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ کی خواہش ہے کہ ایشیاء کے کسی حصہ میں کہیں نہ کہیں ایک ایسی ریاست تخلیق کی جائے جس کا گاڈ فادر امریکہ ہو اور وہ پورے ایسٹ کو مانیٹر کر سکے اس پر بہت سے آپشن ہیں ایک کوشش یہ ہے کہ پاکستان کے شمالی علاقوں کو آغا خانی سٹیٹ بنا دیا جائے اور امریکہ اس کی سرپرستی کرے اس پر بہت سا کام ہوا۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں شیعہ' سنی' فساد ہوتا ہے مگر شمالی علاقوں میں اس نظریہ کے مقابلہ میں شیعہ حضرات ڈٹ گئے اور انہوں نے اس کے امکانات کو ناکام کر دیا۔ یہ اعزاز اس ضلع کے شیعہ حضرات کو حاصل ہوا۔ وہاں کوشش یہ کی گئی تھی کہ چھوٹی چھوٹی سڑکیں بنائیں۔ ہسپتال بنائے جائیں مفت راشن تقسیم کئے گئے بیماروں کا مفت علاج ہو۔ وہاں اگر کوئی بچہ پیدا ہو تو چھ ماہ تک زچہ اور بچے کے لئے دودھ دیگر خوراک کی مفت فراہمی ہو جب سڑکیں بن رہی تھیں تو میں وہاں گیا تو میں نے یہ سڑکیں دیکھ کر کہا کہ مجھے یہ سڑکیں ان لوگوں کے لئے نظر نہیں آتیں یہ کسی فوجی مقصد کے لئے بنائی گئی ہیں۔ تاکہ ہر جگہ بآسانی پہنچ سکے۔ وگرنہ یہاں کے رہنے والوں کے پاس تو گاڑی ہی نہیں ہے انہیں سڑکوں کا کیا کرنا ہے بہر طور پر اللہ نے مہربانی کی نگر کے شیعہ

حضرات نے بروقت مداخلت کرکے یہ کام روک دیا۔

میرا خیال تھا کہ یہ لوگ کشمیر کا ایک حصہ پاکستان کو دے دیں گے۔ ایک حصہ لداخ وغیرہ کے ساتھ والا بھارت کو اور درمیان میں ایک آزاد ریاست بنا دی جائے گی جس کا گاڈ فادر امریکہ بن جائے گا اور یہاں سے پاکستان، ہندوستان اور چین کو دبا کر رکھنے کا کام کرے گا۔ روس سے لے کر مشرق بعید اور جاپان تک کے علاقوں کی نگرانی کر سکتا ہے۔ مگر اب مجھے ڈر لگ رہا ہے چھوٹا سا علاقہ ہے چند چوکیاں تو مجاہدین نے بھارتی فوج سے خالی کرائی ہیں ان پر پاکستانی فوج نے قبضہ نہیں کیا وہاں سے بھارتی فوج بھی ہٹ گئی ہے پاکستان اپنے بارڈر یعنی لائن آف کنٹرول پر رک گیا ہے جنرل اسلم بیگ اور دوسرے جرنیلوں کا بھی بیان تھا کہ آزاد ہونے والے علاقہ پر پاکستان کو قبضہ کر لینا چاہئے۔ یہاں پاکستان ہے یا بھارت ہے تیسرا کون ہے؟ پاکستان اس علاقہ پر قبضہ نہیں کر رہا۔ بھارت کا بیان آگیا ہے کہ ہم یہ واپس نہیں لے رہے۔ اب خدشہ یہ ہے کہ کیا یہاں کوئی تیسری ریاست تو نہیں بن رہی؟ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی مجھے یہ خطرہ یہاں نظر آرہا ہے اس کے بارے میں کوئی وضاحت یا کوئی بیان کہیں سے نہیں آرہا کہ یہ کیا ہے؟

سوال:۔ اگر پاکستان اس علاقہ کو اپنے ساتھ شامل نہیں کرتا تو اس سے واقعی اس خدشہ کو تقویت ملتی ہے کہ ہم کہیں اسی آرڈر کا حصہ تو نہیں بن گئے؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ جی ہاں۔ ڈر تو یہی لگ رہا ہے کیونکہ اب یہاں بھی ملک کے اندر جو واقعات ہو رہے ہیں عجیب ہیں۔ نجم سیٹھی کو گرفتار کرنے کا طریق بہت قابل اعتراض ہے آپ نے اس پر جو الزام عائد کئے ہیں انہیں عدالت میں ثابت کریں۔ ایک طرف آپ اسے غدار کہہ رہے ہیں دوسری طرف امریکہ کہتا ہے کہ چھوڑ دو۔ آپ چھوڑ دیتے ہیں پھر حسین حقانی کو بھی جس طرح گرفتار کیا گیا یہ افسوسناک ہے ان پر غداری کے الزامات ہیں تو پھر آپ انہیں کس طرح اور کس قانون کے تحت چھوڑ رہے ہیں۔

بھارتی پائلٹ جو زندہ گرفتار ہوا اب یہ بات سب جانتے ہیں کہ پائلٹ اور وہ بھی جنگی طیارے کا جو کہ اکیلا ہی ایک بریگیڈ کے برابر ہوتا ہے آپ کہتے ہیں کہ ہم اسے خیرسگالی کے جذبہ کے تحت چھوڑ رہے ہیں یہ کیا خیرسگالی ہے' ایک طرف جنگ ہو رہی ہے اور آپ اتنے اہم فرد کو غیر مشروط طور پر چھوڑ رہے ہیں ان کا سفارت خانہ اسے وصول کرنے سے انکار کرتا ہے اور آپ اسے ریڈ کراس کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس پر امریکہ آپ کو کہتا ہے کہ یہ آپ نے اچھا کیا ہے یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ شاید ہم پر حکومت کوئی اور کر رہا ہے اور ہمارے سامنے چہرے کوئی اور۔

سوال:۔ موجودہ حکومت نے اقتدار میں آنے سے قبل اسلامی نظام کا نعرہ لگایا تھا آپ کے نزدیک انہوں نے جو اسلامی منشور دیا تھا اس پر کہاں تک عمل کر سکے ہیں؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ یہ حکومت بے چاری تو اپنی مجبوریوں میں پھنسی ہوئی ہے جنرل ضیاء الحق مرحوم کی حکومت بڑی طاقتور تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے زمانے کے حکمرانوں میں ذاتی طور پر وہ بہت نیک آدمی تھے لیکن جب بات اسلام کی آتی تو جو دو تین کام انہوں نے اسلام کے نام پر کئے۔ انہوں نے جو نقصان اسلام کو پہنچایا۔ وہ شاید کوئی بھی نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ہماری عجیب بدقسمتی ہے مثلاً" زکوۃ کا نظام نافذ کیا اس میں زکوۃ کو جو نصاب تھا اسے بلاوجہ آگے پیچھے کر دیا آدھے لوگوں کو مستثنیٰ قرار دے دیا آدھے لوگوں پر مسلط کر دیا جو حاصل ہو پائی وہ سیاسی رشوت بن گئی اسلام کہاں سے آیا؟ اسلام مرحلہ وار یا حصوں میں نافذ نہیں ہو سکتا اس سے وہ کافر فائدہ میں رہتے ہیں جو ایمان تو نہیں لاتے مگر کچھ خصوصیات اختیار کر لیتے ہیں اور ان کا فائدہ اٹھاتے ہیں پھر فعل کے دو نتیجے ہیں آپ اچھا کھانا کھا لیتے ہیں صحت اچھی ہو گئی ٹھنڈا پانی پی لیا پیاس بجھ گئی۔ آخرت میں حساب ہو گا کہ جس کا کھایا اور اسے مانتے بھی ہو کہ نہیں۔ کافر بغیر ایمان کے عمل کرتا ہے تو دنیا کا فائدہ لے جاتا ہے۔ مومن ایمان لاکر عمل کرتا ہے تو دنیا اور آخرت کا دونوں کا فائدہ اٹھاتا ہے تو پھر ہم سے تو وہ کافر بھلے کہ برطانیہ نے ویلفیئر سٹیٹ بنایا ان کا موجودہ نظام جنہوں نے بنایا انہوں نے اعتراف کیا کہ اس سارے عمل میں انہوں نے قرآن مجید سے ہی سارا استفادہ کیا ہے۔ مگر مسلمان ملکوں میں حکومتیں جہاں اسلام کو نافذ کرتی ہیں اسے بھی اپنی سیاسی ضرورتوں کے لئے مسخ کر دیتی ہیں۔

ہماری موجودہ حکومت میں جو لوگ ہیں یہ تو بادشاہ لوگ ہیں سمجھ لیجئے کہ جو کہتے ہیں وہ کرنے کے لئے نہیں پچھلے چند سالوں میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حکومت جو کہتی ہے اس کے برعکس عمل ہوتا ہے جب اعلان کریں کہ روپے کی قیمت کم نہیں کی جائے گی سمجھ لیں کہ کم ہو رہی ہے۔

سوال:۔ محمد خان جونیجو سابق وزیراعظم کے بارے میں آپ کا ایک بیان شائع ہوا تھا کہ ان کا امریکہ میں کوئی اور نام تھا؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ بکس بی جان...... وہ امریکی شہری تھا اس کے سارے اکاؤنٹس اسی نام سے تھے۔ اسی نام سے ہسپتال میں داخل تھا اسی نام سے فوت ہوا اس نام سے لاش وہاں سے پاکستان آئی۔ میں نے ایک نظم بھی کہی تھی اس میں بھی یہ سارا واقعہ بیان کیا گیا تھا میری ایک

کتاب میں یہ سب تفصیلات جونیجو کا میڈیکل سرٹیفکیٹ بھی چھپا ہوا ہے۔ جان ہوپ کن ہسپتال میں داخل تھے جونیجو کے انتقال کے بعد اسد جونیجو نے ان کے امریکہ میں اکاؤنٹس کے بارے میں مقدمہ بھی کیا تھا یہ مقدمہ کافی دیر چلتا رہا آخر وہ محمد خان جونیجو اور بکس بی جان کے درمیان کوئی رابطہ پیدا نہ کرسکے ان کی امریکہ میں رقم کتنی تھی یہ کیسے آئی اس کے بارے میں تفصیلات کا مجھے علم نہیں۔

سوال:۔ مولانا آپ گزشتہ دنوں ایک فلمی تقریب میں گئے تھے اس کی وجہ سے بہت سی خبریں شائع ہوئیں۔ کئی تبصرے ہوئے اصل بات کیا تھی؟

مولانا محمد اکرم اعوان:۔ ہمارے ایک دوست اور رشتہ دار مبین ملک صاحب کا مجھے پیغام ملا پھر وہ خود بھی ملے کہ ان کی بیگم جو فلمی صنعت سے طویل وابستگی کے بعد چار پانچ برس قبل علیحدہ ہو گئیں تھیں وہ دوبارہ فلمی صنعت میں جاری ہیں ان کی خواہش تھی کہ اس موقع پر وہاں ایک تقریب ہے جس سے میں خطاب کروں۔ فلمی تقریب اس طرح کہہ لیں کہ انہوں نے سٹوڈیو میں اہتمام کیا تھا وگرنہ یہ ایک علیحدہ تقریب تھی اور اس کے بعد فلمی تقریب کے لئے انہوں نے علیحدہ جگہ پر اہتمام کیا تھا۔ میں نے دوست احباب سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا کہ فلم ایک اہم ذریعہ ابلاغ ہے یہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی رابطہ رکھنا چاہئے چنانچہ دس پندرہ منٹ جو تقریر کے لئے مجھے دیئے گئے ہیں میں نے انہیں بتایا کہ آپ لوگ بہت اہم ذریعہ ابلاغ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے پاس سامعین اور ناظرین کی تعداد بہت زیادہ ہے آپ لوگ اس ذریعہ سے پوری قوم کو نیکی اور راستی کی طرف راغب کرسکتے ہیں۔

انگریز اپنی فلموں میں صلیب کے پر اثر

بقیہ صفحہ نمبر 53

اصلاح معاشرہ کا اسلامی طریقہ

امیر محمد اکرم اعوان۔ دار العرفان۔ منارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ النور 19۔

ترجمہ! وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

قرآن حکیم کی تعلیمات ابدی ہیں' ہمیشہ کے لئے ہیں' سارے زمانوں کے لئے ہیں اور ہر زمانے کے حالات کے مطابق نسل انسانی کی رہنمائی فرماتی ہیں۔ عہد حاضر کا ایک بہت بڑا فتنہ یہ ہے کہ فواحشات کی اشاعت بے تحاشا کی جانی لگی ہے۔ اور موجودہ ذرائع ابلاغ میں اخبار سے لیکر ٹیلی ویژن تک سارے ہی یکسو ہو کر فواحشات کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں شکایت تو یہ ہوتی ہے کہ غیر ملکی میڈیا یا مغرب کا میڈیا بڑی فواحشات پھیلا رہا ہے لیکن اگر ہم دیکھیں تو اس کی نسبت ہمارا اپنا میڈیا' ہمارے اپنے اخبارات اور ان کے صفحات رنگین فوٹوؤں سے مزین ہوں گے اور مختلف خواتین کے اور مختلف جلسوں کے اور مختلف میٹنگز Meetings کے مختلف اداکاراؤں کے مختلف پوز اور ہر طرح سے' ہر بری بات کو ہر بندے تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتنے بڑے ملک میں کچھ لوگ نیکی بھی تو کرتے ہوں گے 'بھلائی' بھی تو کوئی کرتا ہوگا' وہ خبر کیوں نہیں بنتی لیکن ہر چوری' ڈاکہ' برائی' بدکاری' دھوکا کی خبریں بن جاتی ہیں۔ پورا اخبار اس سے بھرا ہوتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اخبار کے اوپر بھی قرآن کی کوئی آیت لکھی ہوگی جس سے شروع کرتے ہیں اور اس کے اندر بھی قرآنی درس ہوں گے۔ ٹیلی ویژن بھی تلاوت سے شروع ہوگا اور درس قرآن پر ختم ہوگا لیکن اس سارے دورانئے میں ہر وہ بات کی جائے گی جس سے فواحشات کی اشاعت ہو۔ حالانکہ یہ کام کفار کا تھا ان پر اللہ کریم نے اپنے غضب کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنین میں' اللہ کے ایمان دار بندوں میں بے حیائی پھیل جائے لھم عذاب الیم فی الدنیا۔ ان کے لئے دنیا میں دردناک عذاب ہے۔ والاخرۃ اور آخرت میں بھی۔ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ہر بندے کے حال سے اللہ کریم بہتر واقف ہے تم نہیں جانتے۔ تم سمجھو گے شاید وہ بڑے سکھی ہیں ان کے پاس حکومت ہے تم سمجھو گے شاید ان کے پاس دولت ہے وہ بڑی فوج میں ہیں لیکن ہر بندے کے حال سے تو وہ خود واقف ہے کہ کون آرام میں ہے اور کون تکلیف میں ہے۔

کافر دنیا نے اگر میڈیا کو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے پہ لگایا ہے تو ان کے اپنے گھر میں بھی بچا کچھ نہیں۔ اتنی بے حیائی وہ پھیلا نہیں سکے جتنی بلائے' بدتمیزی اور طوفان کا سامنا انہیں کرنا پڑ رہا ہے اور یہ عذاب الٰہی ہے کہ ان کا اپنا معاشرہ' ان کے اپنے خاندان' ان کی اپنی اقدار تباہ ہوگئیں

اور ان کی زندگی حیوانوں سے بد تر ہو گئی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم کو روکنے کا کوئی تدارک بھی ہے۔

ہمارے علماء حضرات نے اس کا تدارک یہ سوچا ہے کہ ٹیلی ویژن پر فتویٰ لگا دو کہ ٹیلی ویژن حرام ہے ...... ٹیلی ویژن پر فتویٰ لگاتے ہو تو فتویٰ ریڈیو پر بھی آنا چاہئے! پھر وہ فتویٰ اخبار پہ بھی آنا چاہئے کیونکہ کام تو سارے ایک ہی جیسا کر رہے ہیں ...... فتویٰ لگانا کوئی حل نہیں ہے۔ ایک آدمی نے ایٹم بم ایجاد کیا' دنیا میں ایٹمی اسلحہ موجود ہے' جاپان پر ایٹم بم ٹرائی کئے گئے' پھینکے گئے' چلائے گئے' جس سے لاکھوں انسان مرے' اب کوئی فتویٰ لے کر بیٹھا رہے کہ ایٹم بم بنانا حرام ہے تو اس سے تباہی تو نہیں روک سکے گا۔ آپ نے ایٹمی تجربہ کیا اور ایٹم بم بنالیا۔ اب اٹامک پاورز کو یا ایٹمی طاقتوں کو سوچنا پڑے گا کہ ان پر ایٹم بم چلایا جائے یا نہیں اگر وہ چلائیں گے تو ہم بھی چلائیں گے۔ فتوے سے کوئی نہیں رکتا تھا آپ مقابلے میں ایٹمی طاقت بن گئے تو آپ دوسری ایٹمی طاقتوں کو روکنے کا ایک سبب بن گئے اسی طرح ٹیلی ویژن ایک Weapon ہے' ایک ہتھیار ہے' ایک مشین ہے' اگر وہ بے حیائی پھیلا سکتی ہے تو بے حیائی کا رد اس سے زیادہ پھیلا سکتی ہے اگر وہ برائی کی ترغیب دے سکتی ہے تو وہ بھلائی کی باتیں بھی بڑی دور تک پہنچا سکتی ہے۔ انسانی معاشرہ بے حیائی کے مناظر میں کیوں کھو جاتا ہے صرف اس لئے کہ ان کے پاس اپنے مسائل کا کوئی حل نہیں ہوتا' رات دن کی پریشانیاں انہیں کچھ لمحے اس میں محو کر دیتی ہیں۔ یہ جو نشے کی لت ہے یہ آج کی نہیں ہے' جہاں تک انسانی تاریخ معلوم ہے وہاں تک انسانوں کو نشہ کرتے بھی پایا گیا ہے گو اس کی صورتیں مختلف ہیں' شراب ہے یا افیون یا کوئی اور چیزیں جو اسے مخبوط الحواس کر دیں وہ کھاتا ہے۔ کیوں؟ جب اسے اس کے مسائل کا کوئی حل نہیں ملا' اسے پریشانیوں نے گھیر لیا تو اس نے کوئی ایسی چیز تلاش کی جو کچھ لمحے اسے اس سارے غبار سے الگ کر دے' اپنے حواس ہی سے الگ کر دے لیکن کچھ لمحے یہ تلخیاں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں۔ اگر کسی نے بطور عیاشی کے اپنایا تو اس نے بعد میں اپنایا لیکن اس کے موجد وہ لوگ تھے جو خود فراموشی میں چند لمحے بسر کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح فواحش اور بے حیائی کو دیکھنے کی بھی وہ لوگ ابتدا کرتے ہیں جو چند لمحے اپنے حالات سے' اپنے مسائل سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ کچھ دیر وہ اپنے آپ کو بھی بھول جانا چاہتے ہیں اور بہت تھوڑے لوگ وہ ہوتے ہیں جو برے اطوار سے یا عیاشی کے طور پر اسے اپناتے ہیں۔

اب اس کا حل وہ ہے جو اسلام نے بتایا۔ آپ نے دیکھا اسلام نے لوگوں کے معاشی مسائل پہلے حل کئے اور کتنے سال بعد شراب حرام کی۔ پہلے شراب کے شکنجے سے نکالا' جور و استبداد سے نکالا' ہر ایک کو عزت نفس دی' ہر ایک کو اس کا حق دیا اور جب وہ ایک سیٹل معاشرہ بن گیا تو فرمایا شراب پینا حرام ہے۔ آپ تمہیں شراب کی کیا ضرورت ہے۔

پہلا حل تو یہ ہے کہ معاشرے میں عدل قائم کیا جائے۔ معاشرے کو ایک وجود سمجھا جائے۔ ایک وجود میں ہم یہ نہیں کہتے کہ پاؤں ٹھیک ہے' ہاتھ زخمی ہے تو رہنے دو۔ نہیں! سارا بدن اسی کا درد محسوس کرتا ہے ہم یہ نہیں کہتے جی سر سلامت ہے پاؤں کٹ بھی گیا تو خیر ہے۔ نہیں! پاؤں میں بھی کانٹا چبھے تو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی سر پہ چوٹ لگے تو ہوتی ہے۔ تو معاشرہ جو ہوتا ہے وہ ایک وجود کی مانند ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے پاؤں کو جوتا چاہئے' سر کو پگڑی یا ٹوپی چاہئے' بدن کو کوٹ یا قمیض چاہئے' اس طرح معاشرے کے مختلف طبقات جو ہوتے ہیں ان کی اپنی اپنی ضرورتیں اور ان کا اپنا اپنا معیار ہوتا ہے' ان کے اپنے اپنے حصول کے ذرائع ہوتے ہیں۔ تو بنیادی طور پر معاشرے میں وہ عادلانہ نظام قائم کیا جانا چاہئے کہ جس بندے کا جو حق بنتا ہے وہ بلا روک ٹوک اس تک پہنچے۔ ہر بندہ اس بات سے بے فکر ہو جائے کہ کوئی زبردستی اس کی آبرو لوٹ لے گا یا کوئی زبردستی اس کے گھر سے مال لوٹ لے گا یا کوئی اسے قتل کر دے گا۔ اسے ایک احساس تحفظ ہو کہ میں اکیلا نہیں ہوں میں اس معاشرے کا ایک حصہ ہوں۔ یہ سلامتی کا معاشرہ ہے' عدل کا معاشرہ ہے' اس میں ایسا نہیں ہوگا۔ اگر یہ خصوصیات آپ معاشرے میں پیدا کر سکیں تو اس معاشرے کے بہت ہی کم بدنصیب ایسے ہوں گے جو اس کے بعد نشہ کرنا چاہیں یا اس کے بعد بے حیائی یا فحش دیکھنا چاہیں یا خود کو اس میں کھونا چاہیں اور پھر جو ایسے ہوں گے ان کو روکنے کے لئے حد ہوگی' تعزیر ہوگی' سزا ہوگی۔ پھر آپ اپنے ذرائع ابلاغ کافر کی پھیلائی ہوئی بے حیائی کے روکنے کے لئے استعمال کریں۔ وہ اگر آپ کی نسل کو زہر دینا چاہتا ہے تو آپ اس کی نسل کو آب حیات پہنچائیں۔ اگر گمراہی یا کفر یا برائی ان ذرائع ابلاغ سے مسلمانوں میں پہنچائی جا سکتی ہے تو اسلام کافروں میں کیوں نہیں پہنچایا جا سکتا۔

ظالم تو ظالم ہوتا ہے اور وہ ظلم کی سزا پاتا ہے' بے حیائی پھیلانے کا کام یہود ونصاریٰ نے شروع کیا اور وہ دونوں اپنا کیا بھگت رہے ہیں۔ ان کے اپنے معاشرے تباہ ہو گئے' ان کے اپنے پاس آبرو نام کی کوئی چیز نہ رہی' ان کے پاس خاندانی روایات نام کی کوئی چیز نہ رہی' ان کا اپنا کوئی گھر کوئی در نہ رہا' کوئی خاندانی نظام نہ رہا' لیکن جن

لوگوں نے ان کے افعال اور کردار سے سمجھوتہ کر لیا' ظلم سے جو سمجھوتہ کرلیتا ہے' جو ظلم کو خاموشی سے سہہ لیتا ہے اسے عادات بنالیتا ہے' سزا اس کو بھی وہی ملتی ہے جو ظالم کو ملتی ہے۔ چونکہ ظلم کو سہنا بھی ظلم کے ساتھ تعاون ہے' اسے پھیلنے میں مدد دینے کے برابر ہے۔ تو ہماری دوسری کمزوری یہ ہے کہ ہم نے ظلم سے سمجھوتہ کرلیا۔ ہم نے یہ سمجھا کہ میں تو نہیں کرتا ہوں کسی کو میں تو نہیں دکھا رہا یہ پروگرام۔ ٹیلی ویژن میرے اختیار میں تو نہیں ہے' اخبار میں تو نہیں چھاپتا' دفع کرو! میں تو اپنی اللہ اللہ کرتا ہوں' میں چھاپتا نہیں ہوں لیکن اسے چھپنے سے روکنا تو میری ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے سوچنا تو میری ذمہ داری ہے یا جتنا کر سکتا ہوں وہ کرنا تو میری ذمہ داری ہے یا میں کوئی بہتر بات کر سکتا ہوں تو اس بہتر بات کو چھپوانے تک تو کوشش کروں۔ اور اگر میں نہیں کروں گا تو سمجھوتہ کرلوں گا تو وہی عذاب مجھ پر بھی آئے گا۔

اب آپ اپنے معاشرے میں دیکھ لیجئے کہ اچھے بھلے نیک زاہد عابد لوگ بھی اسی طرح رسوا ہیں جس طرح کوئی رسوا ہوتا ہے۔ کسی کی آبرو اتارتے ہوئے کسی کو رائی برابر خوف نہیں آتا۔ کوئی نہیں سوچتا کہ یہ شریف آدمی ہے یا یہ نیک آدمی ہے یا یہ بزرگ آدمی ہے یعنی کوئی کسی کا کوئی لحاظ نہیں کرتا یعنی وہی آپ دیکھ لیں آپ اپنے شہروں میں چلے جائیں آپ اپنے بازاروں میں چلے جائیں۔ تو ہمارے ہاں بازار تک جانے میں صرف وہ رعایت ہے کہ جو خواتین خود اپنا پردہ نہیں رکھتیں ان کا پردہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جارہے تھے اور ان کے ساتھ شاگرد تھے شاگرد چند قدم آگے چل رہے تھے تو راستے میں کچھ خواتین پانی پر بیٹھی تھیں اور کپڑے دھو رہی تھیں اور عورتوں کی عادت ہے جب یہ تالاب پر یا کسی بہتے پانی پر کپڑے دھونے بیٹھیں تو احتیاط نہیں کرتیں۔ کسی نے قمیض اتاری ہوئی کسی نے چادر اتاری ہوئی کوئی نہا رہی ہے کوئی سر دھو رہی ہے کوئی کپڑے دھو رہی ہے تو وہ دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئے امام صاحب نے پوچھا بھائی کیا بات ہے؟ کہا! حضرت سامنے عورتیں بیٹھی ہیں اور انہوں نے ستر' پردہ بھی نہیں کیا ہوا تو آپ نے فرمایا گزر جاؤ کہ جو خواتین اپنا پردہ یا اپنی حرمت قائم نہیں رکھتیں ان کے لئے شرعی حرمت نہیں ہے لاحرمت لھن ان کی کوئی حرمت نہیں ہے اور وہ اسی طرح ہیں جس طرح جانور ہیں۔ بلکہ شریعت نے ایسی عورتوں سے پردہ دار عورتوں کو اس طرح ملنے کا حکم دیا ہے جس طرح وہ کسی نامحرم مرد سے ملتی ہیں پردے کے پیچھے سے بات کریں اور آہستہ سے بات کریں۔

تو اگر یہ صورت حال نہ ہو کہ جن لوگوں نے اپنی حرمت چھوڑ دی ہے ان کی کوئی شرعی حرمت نہیں ہے اگر ہم اس مسئلے کو دیکھیں کہ جی ہر عورت کی ایک حرمت ہے تو میرے خیال میں آج ہم بازار جا ہی نہیں سکتے۔ لباس میں ہماری بیٹیاں بے لباس ہوتی ہیں۔ لباس ایسے تنگ پہنے جاتے ہیں جس میں سے بدن جھانک رہا ہوتا ہے۔ آدھے سے زیادہ بدن ننگا ہوتا ہے۔ برقعے ایسے پہنے جاتے ہیں کہ جو چیز پردے کے لئے بنی تھی اٹریکشن کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ کس بات کا وبال ہے؟ ہم تو کلمہ پڑھتے ہیں' نمازیں پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' اعتکاف میں بیٹھتے ہیں' حج کرتے ہیں۔ ہم پر کس بات کا وبال ہے؟ ہم نے تو کوئی بے حیائی کی اشاعت نہیں کی۔ لیکن ہم نے اس اشاعت کو روکنے کا بھی نہیں سوچا اور ظلم کے ساتھ سمجھوتہ ظلم کو بڑھنے میں مدد دینے کے برابر ہوتا ہے اس لئے ہمارا بھی یہی حال ہے۔

اب یہ کہنا کہ جی جو ایسا کرتے ہیں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی' یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ بھی انسان ہیں انہیں بھی اتنا ہی دکھ ہوتا ہے۔ فیلنگز (محسوسات) ان کے بھی انسانی ہیں' دکھ انہیں بھی اتنا ہی ہوتا ہے۔ انسانی احساسات مومن و کافر سب میں ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ پڑھتے ہیں کہ عرب معاشرے میں لوگ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ بیٹیوں کو کرتے تھے تو بیٹوں کو کیوں نہیں کرتے تھے؟ اگر افلاس یا بھوک کے ڈر سے کرتے تھے تو بیٹوں کو بھی تو کرتے۔ کوئی تو بیٹا بھی کرتا..... بھوک کے ڈر سے نہیں کرتے تھے...... معاشرے میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے وہ روک نہیں سکتے تھے۔ جس بے حیائی پر معاشرہ چل رہا تھا' جس کے گھر میں بیٹی ہوتی وہ کہتا میں اسے کیسے بچاسکوں گا؟ اس سے بہتر ہے کہ ابھی اسے زندہ درگور کردیا جائے۔ چونکہ عام آدمی کے بس میں نہیں رہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی آبرو کی حفاظت کر سکے۔ آج اگر ہم دیکھیں تو کیا آج کا معاشرہ پھر شرفاء سے وہی تقاضا نہیں کرتا؟ تو یہ کس کی کمزوری ہے؟ کیا یہ ان لوگوں کے ذمے ہے اس بے حیائی کو روکنا جنہوں نے اللہ کو نہ مانا' جنہوں نے قرآن کو' اللہ کی کتاب کو نہ مانا' جو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہی نہ لائے؟ ان کے ذمے تو نہیں تھا۔ یہ تو ان کے ذمے ہے جنہوں نے اللہ پر ایمان کا دعویٰ کیا' نبی علیہ السلام کی اطاعت اور محبت کا دعویٰ کیا' جنہوں نے قرآن کو کتاب اللہ مانا' یہ تو ان کے ذمے ہے۔ لیکن ہم نے سمجھا کہ دین صرف یہ ہے کہ ہم گوشہ نشین ہو جائیں یا ہم تسبیحات پڑھ لیں یا چند عبادتیں کرلیں تاکہ اس کے نتیجے میں ہمیں جنت مل جائے اور اللہ اللہ خیر صلا۔

اگر آخرت کا دنیا کے ساتھ کوئی ربط نہ ہوتا تو اللہ کریم ہمیں دنیا میں نہ بھیجتے' پیدا کرکے جنت میں رکھ لیتے' کون روکنے والا تھا۔ محض

عبادت کے لئے دنیا میں آنا کوئی تصور نہیں ہے کہ عبادت زمین پر آکر زیادہ ہو سکتی ہے اور وہاں آسمانوں پر نہیں ہو سکتی تھی یا جو مخلوق آسمانوں پر ہے وہ عبادت نہیں کرتی، فرشتے عبادت نہیں کرتے۔ آزمائش ہی صرف اتنی ہے کہ زمین ایک ایسا آزاد علاقہ بنا دیا اللہ نے جہاں اس نے انسان کو اطاعت اور عدم اطاعت پہ اختیار دے دیا۔ جنہوں نے عدم اطاعت کا راستہ اختیار کیا انہوں نے ظلم کی راہ اپنائی اور جنہوں نے اطاعت کا دعویٰ کیا ان کی آزمائش ہی یہ رکھی کہ وہ ظلم کو روکنے اور اللہ کی مخلوق تک عدل کو پہنچانے کا کام کریں۔ یہ آزمائش ہے بندے کی۔ رہ گئیں عبادات تو عبادات کی اہمیت میری رائے میں صرف اتنی ہے کہ عبادت ذریعہ ہے بندے کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا۔ کہ اللہ سے تعلق ٹوٹ جائے تو وہ ظلم کا مقابلہ کس لئے کرے گا' کس قوت سے کرے گا اور کیوں کرے گا؟ پھر تو وہ ظالموں میں شامل ہو جائے گا۔ تو ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے تعلق مع اللہ کی ضرورت ہے' معیت باری کی ضرورت ہے' اللہ کی تائید کی ضرورت ہے۔ تائید باری حاصل کرنے کے لئے اللہ نے عبادات مقرر کی ہیں کہ آدمی پانچ مرتبہ دنیا سے الگ ہو کر ہاتھ منہ دھو کر' تازہ دم ہو کر پھر اللہ سے مدد مانگے' اللہ سے امداد چاہے' اپنے معاملات اس کے سامنے پیش کرے' اس سے توفیق عمل چاہے اور یہ سب چاہنے کے بعد پھر میدان عمل میں کود جائے اور وہاں ثابت کرے کہ حق وہ ہے جو اللہ نے بتایا' حق وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا۔ اس کے خلاف جو ہو رہا ہے اسے نہیں ہونا چاہئے۔ تو نہ تو عبادت سارا دین ہے اور نہ دنیاداری سارا دین ہے بلکہ دونوں کی اپنی اپنی اہمیت ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے ہیں۔ جس طرح کوئی آدمی عبادات چھوڑ دے اور کہے جی میں دنیا کے کام میں رشوت نہیں لیتا' میں کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا' کسی کو بھلا برا نہیں کہتا' ڈیوٹی صحیح کرتا ہوں تو کیا آپ سمجھیں گے نہیں کہ وہ اپنے دین کا نقصان کر رہا ہے۔ چلو آدھا کام تو ٹھیک کر رہا ہے لیکن ایک آدھا حصہ تو اس نے چھوڑ دیا۔ اسی طرح جو صرف عبادات پہ ڈٹ جائے اور امور دنیا میں مداخلت پسند نہ کرے تو کیا اس نے آدھا دین چھوڑ نہیں دیا۔ قرآن حکیم نے اس وقت نشان دہی کی جب مسلمان عروج پر تھے اور ہر آنے والا دن اسلام کی ترقی کا دن تھا تو فرمایا! اس قوت' اس طاقت' اس عظمت کا راز' اطاعت الٰہی' ورع اور فتویٰ میں ہے اور جب کفار عاجز آئیں گے میدان کار زار میں مقابلہ کرنے سے تو پھر وہ اس طرف آئیں گے کہ تمہارے اندر بے حیائی پیدا کریں اور جس قوم میں یا جن افراد میں بے حیائی آجاتی ہے ان میں سے خوف خدا نکل جاتا ہے۔ اور جن میں سے خوف خدا نکل جاتا ہے وہ تائید باری سے محروم ہو جاتے ہیں پھر تم کافروں کے لئے لقمہ تر بن جاؤ گے۔ اس بے حیائی کی وجہ سے عالم کفر نے عالم اسلام کو اور آج کے مسلمانوں کو اپنا غلام اور قیدی بنا رکھا ہے۔ لیکن اس بے حیائی کے چنگل سے چھڑانے کا علاج یہ نہیں ہے کہ ہم فتوئی لگا دیں ٹی وی پر۔ ہمارے فتوے سے ایجادات بند نہیں ہو جائیں گی۔ کتنے گھروں کے ٹی وی توڑ دیں گے آپ اور جن گھروں میں لوگوں نے ٹی وی توڑ دیئے ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ ان کے بچے اڑوس پڑوس میں جا کر دیکھتے ہیں اور پھر وہاں انہیں وہ دیکھنا پڑتا ہے جو پڑوسی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اپنے گھر میں تو شاید وہ اپنی پسند کا پروگرام دیکھتے اور بے حیائی نہ دیکھتے کوئی مناسب پروگرام دیکھ لیتے لیکن جب وہ دوسروں کے گھر جا کر بیٹھتے ہیں تو پھر انہیں ان کا پسندیدہ پروگرام دیکھنا پڑتا ہے تو کیوں نہ ہمارا ٹیلی ویژن اس بے حیائی کا مقابلہ کرے۔ اگر کفار افسانے لکھ کر ان کی فلمیں بناتے ہیں تو ہم تاریخ اسلام کیوں نہ بیان کریں۔ اگر وہ برائی دکھاتے ہیں تو ہم عدل کے واقعات کیوں نہ دکھائیں' شرم وحیا کے قصے کیوں نہ بیان کریں۔ اگر وہ گانا بجانا کرتے ہیں تو ہم قرآن کے درس اور حدیث کی تشریحات کیوں نہ کریں۔ اور قرآن وحدیث کا وہ پہلو کیوں نہ بیان کریں جو انسان کے روزمرہ مسائل کو زیر بحث لاتا ہے۔ آج اگر آپ پاکستان ٹیلی ویژن پر اسلام کے نقطہ نظر سے معاشی مسائل کو ڈسکس کریں تو کافر دنیا بھی سننا چاہے گی کیونکہ ان کے پاس معاش کا کوئی حل نہیں رہا۔ اگر وہ آپ کی معاش اور معاشی تجاویز کا قابل عمل اور مفید سمجھیں گے تو شاید وہ پھر معاشرے کے نشیب وفراز اور حیا اور بے حیائی کا فرق جو آپ بیان کریں گے وہ بھی سننا چاہیں گے کہیں سے کسی کو آپ ساتھ لے کے تو چلیں اور اگر آپ روزمرہ کی ضروریات کا حل نہیں بتاتے تو نری تقریروں کا اثر اور فائدہ یہی ہوتا ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

قیام پاکستان کے بعد نصف صدی کے ہر آنے والے سال نے اپنے آپ کو پہلے سے بدتر ثابت کیا حالانکہ اس نصف صدی میں تقریریں بڑھ گئیں' تبلیغ بڑھ گئی' دینی نشرواشاعت کا کام بڑھ گیا' دینی مدارس بے حساب ہو گئے اور مساجد کی تعداد گنی نہیں جا سکتی۔ گزشتہ پچاس برسوں میں کتنے لوگوں نے حج کئے' میرے خیال میں کم از کم پورے ملک کی ایک تہائی آبادی حاجی ہو چکی ہوگی۔ کتنی مساجد بنیں کوئی گن نہیں سکتا۔ کتنے دینی مدارس نئے بنے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ کتنی تبلیغ ہوئی' تبلیغی جماعت نے کتنا کام کیا' دوسرے مبلغین نے جمعہ کے واعظ میں' دینی جلسے میں' ہر اخبار میں قرآن کے درس' پھر دینی رسالے' دینی

کتابیں' کتنا کام ہوا لیکن جب آپ پریکٹیکل لائف میں آتے ہیں' عملی زندگی میں آتے ہیں تو ہر دن پہلے سے بدتر اور ہر دن پہلے سے خراب ہے۔ تو اگر یہ ساری محنت ہمیں ترقی کی طرف نہ بھی لے جاتی تو کم از کم ہم جہاں تھے وہاں روک تو دیتی اس سے مزید نقصان تو نہ ہوتا۔ لیکن یہ بھی نہ ہو سکا کہ ہم کسی جگہ رک جاتے۔ برائی بڑھتی چلی گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ محض باتوں سے کچھ نہیں ہوتا اور محض آخرت کو زیر بحث لانے سے کچھ نہیں ہوگا اسلام عمل کا مذہب ہے اور انسانی مسائل کا حل ہے۔ اسلام کے معاشی پہلو کو زیر بحث لائیے۔ اسلام کے نظام عدل کو زیر بحث لائیے۔ اسلام کے اس عادلانہ نظام سے لوگوں کو آشنا کیجئے اور یہ نقطہ مغرب نے سمجھ لیا جو مسلمان نہیں سمجھنا چاہتے۔ مغرب کیوں زور لگا رہا ہے کہ الجزائر میں اسلامی ریاست نہ بنے' افغانستان میں اسلامی حکومت نہ بنے' پاکستان میں اسلامی حکومت نہ بنے۔ کیا اگر الجزائر میں اسلامی حکومت بن جاتی ہے تو کیا وہ اگر امریکہ کو فتح کر لیتے ہیں کوئی ایسی بھی بات نہیں پھر انہیں کیا ڈر ہے؟ وہ سمجھتے ہیں کہ آج کا انسان معاشرے کے موجودہ رویے سے تھک چکا ہے اور معاشرے کی بے حیائی برائی اور ظلم نے اس سے سکون کا ایک ایک سانس چھین لیا ہے۔ اگر کہیں ایسا معاشرہ بن گیا جہاں انسان کی عزت نفس بھی ہو' اس کی جان مال آبرو کا تحفظ بھی ہو اور اس کا حق اس تک بلا روک ٹوک پہنچے تو مغرب والے سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے لوگوں کو ان جیسا بننے سے نہیں روک سکیں گے۔ لوگ مسلمان ہونا شروع ہو جائیں گے۔ کسی فوج کو ملک فتح کرنے کے لئے آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آبادی میں اتنے لوگ اسلام قبول کر لیں گے کہ بیٹھے بٹھائے یہ ملک اسلامی ملک بن جائیگا۔ اس بات کو روکنے کے لئے وہ لڑ رہے ہیں کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی اسلامی ریاست نہ بن جائے اور ہم ہیں کہ ایک دوسرے پر فتوے لگانے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دینے یا ایک دوسرے پر گولی چلانے کو اسلام سمجھ رہے ہیں۔ ہمارا بڑا ہتھیار فتویٰ ہے حالانکہ فتوے کا شرعی اصول یہ ہے کہ جہاں فتویٰ قبول کئے جانے کا یقین نہ ہو وہاں فتویٰ دینا فتوے کو بے آبرو کرنا ہے۔ ایک اتھارٹی ہونی چاہئے' ایک طاقت' ایک پاور ہونی چاہئے حکمران فتویٰ مانگتا ہے یا عدالت فتویٰ مانگتی ہے کہ اس میں مولانا فتویٰ دو ہم وہ نافذ کریں تب مولانا کو چاہئے کہ وہ فتویٰ دے۔ والنٹیریلی کوئی کہتا ہے میرا یہ مسئلہ ہے' جی آپ مجھے شرعی طریقہ بتائیں میں اس پر عمل کروں گا' آپ فتویٰ دیں۔ آپ کہتے ہیں ہمارے پڑوس میں یہ ہوا وہ کسی کی نہیں مانتا آپ فتویٰ دیں وہ آپ کا فتویٰ بھی نہیں مانے گا تو پھر کیا آپ فتوے کو بے آبرو کرانا چاہتے ہیں۔ آپ دیکھ لیں آج ہر جگہ وہی بھرمار ہے فتووں کی آپ ایک

لودھی برادرز
PSO
ڈسٹری بیوٹر PSO
شمس الرحمٰن خاں لودھی
نور الرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی
پروپرائیٹرز
لائٹ ڈیزل' کیروسین' فرنس آئل' موبل آئل
لال مل چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد
فون: 618946-624353' موبائل: 0341-7651946

تجربہ کریں۔ میں نے تو کیا ہے۔ ایک مسئلہ لکھ کر دس درس گاہوں کو بھیج دو دس فتوے الگ الگ آئیں گے۔ ہر ایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی ہے۔ کوئی یہ تکلف نہیں کرتا کہ دوسرا اس کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے یا میرے علاوہ بھی کوئی اور عالم ہو سکتا ہے یا کسی اور کی بھی رائے ہو سکتی ہے یا میں دو چار آدمیوں سے ڈسکس تو کر لوں کہ اس کا حل کیا ہے؟ نہیں! آپ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی اہم معاملہ ہو لکھ کر پانچ چھ سات دارالافتاء میں بھیج دیں' پانچ چھ سات الگ الگ فتوے آجائیں گے۔ کس پر بندہ عمل کرے؟ حق کسے کہیں؟ گندم کا بھاؤ پوچھنا ہو تو ساری غلہ منڈی بندہ پھر جاتا ہے' آج جوتا خریدنا ہو تو سارا بازار پھر جاتا ہے' ایک کپڑا ایک کفن کا خریدنا ہو تو سارے شہر سے بھاؤ پوچھ لیتا ہے' ایک گاڑی خریدنی ہو تو ہم پورے پاکستان کے ہر شہر میں ٹیلی فون کرتے ہیں کہ بھئی اس کی وہاں قیمت کیا ہے اس طرح کی گاڑی وہاں کس بھاؤ ملتی ہے۔ دین کے معاملے میں جہاں جو بیٹھا ہے جو آتا ہے وہ لکھ دیتا ہے۔ کوئی دوسرے کی پڑوس والے کی خبر نہیں ہوتی نہ اس کو اس کی خبر ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں ہم نے جو چند روپے دینے ہیں ان کی اہمیت ہے ہمارے ذہن میں یا جو گاڑی خریدنی ہے اس کے نفع نقصان کی ہمیں فکر ہے کہ اسے ٹھیک ہونا چاہئے۔ یہ دین ایک خانہ پری ہو گئی بس۔ تو یہ رویہ ہماری تباہی اور بربادی کا سبب بنا ہوا ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اسلام کو واقعی عمل کا مذہب سمجھیں اور اسے اپنائیں اسے جانیں اور اللہ کریم توفیق دے کہ زمانے میں ہم ظلم کے مقابلے میں عدل کا قیام جو ہے وہ کرنے کا کارنامہ انجام دیں کرنے کا کام یہی ہے۔

موجودہ حالات میں اہل قلم کو چاہئے کہ وہ اچھائی پر بھی لکھ کر اخبارات کو' جرائد کو دیں۔ اگر برائی روک نہیں سکتے تو اچھائی بھی چھپوائیں تو سہی۔ ٹیلی ویژن پروگراموں میں حکومت کو' ٹیلی ویژن کے ادارے کو مجبور کیا جانا چاہئے کہ اگر بیس گھنٹے ٹیلی ویژن چلتا ہے تو اس میں بیس منٹ دین کا پروگرام ہوتا ہے یہ کونسا انصاف ہے۔ بیس گھنٹے ٹیلی ویژن چلتا ہے تو اس میں بیس منٹ بھی ایسے نہیں جو سکول کے بچوں کے لئے ہوں۔ اس میں بیس منٹ بھی ایسے نہیں جو ایک عام آدمی کے لئے ہوں۔ سوائے بے حیائی کے اور اب تو ماشاء اللہ پاکستان ٹیلی ویژن مقتدی بن گیا ہے ہندوستان کے ٹیلی ویژن کا۔ آپ ہندوستان کے ٹیلی ویژن کے پروگرام لیجئے اور پھر پاکستان ٹیلی ویژن کو دیکھئے تو جو وہ شروع کرتے ہیں دو مہینے چھ مہینے بعد اس کی نقل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا ایک پروگرام آتا تھا وہ ایک لڑکا ایک لڑکی کی ٹیم بنا کر تین چار ٹیموں سے گانے گواتے تھے وہاں تک یہ بھی چلے گئے ہیں۔ اب آپ کے پاکستان ٹیلی ویژن پر بھی بیٹھے ہوتے ہیں ایک لڑکا ایک لڑکی' میں نے ان کے گانے نہیں سنے لیکن میں نے پروگرام چیک کیا تو اس کی نقل کر رہے تھے۔ ان کا عالم یہ ہے کہ یہ مساجد کے لاؤڈ سپیکر پر شعر پڑھ رہے ہوں گے خواہ وہ شعر نعت کا ہو گا اس کی [illegible] بھی غلط ہو گی اس کے اوزان بھی غلط ہوں گے اور شعر کے الفاظ بھی بدلے گئے ہوں گے تو جن میں یہ تمیز نہیں ہے وہ گانا کیا گائیں گے لیکن ان جیسا بننے کے لئے یہ پاں پاں کر رہے ہوتے ہیں تو ان ساری چیزوں کی اصلاح کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو ہو سکتا ہے اتنا تو کیا جانا چاہئے۔ جو برائی ہے اسے برا کہا تو جانا چاہئے۔ آج تک میرے خیال میں ٹیلی ویژن کو کوئی ایک خط نہیں ملا ہو گا کہ جناب آپ یہ کیا بے حیائی کر رہے ہیں کہ آگے آگے انڈیا ہے اور پیچھے پیچھے آپ لگے ہوئے ہیں یہ کسی نے بھی نہیں پوچھا ہو گا۔ کسی کے باپ کا تو نہیں ہے یہ ٹی وی یہ ملک و قوم کی امانت ہے قوم کو حق ہے اگر قوم کے کچھ لوگ ایک طرح کے پروگرام پسند کرتے ہیں تو کچھ دوسری طرح کے پسند کرتے ہیں۔ تو بہرحال برائی اور بے حیائی اپنی جگہ جو جرم ہے سو ہے اس کی اشاعت اس سے بہت بڑا ظلم ہے۔ اور کوشش یہ کی جانی چاہئے کہ برائی کی اشاعت روکی جائے اور نیکی کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

"فنافی الرسول خواتین وحضرات" متوجہ ہوں

1 آپ سلسلہ عالیہ سے متعارف کس طرح ہوئے؟

2 ذکر اللہ اور صحبت شیخ سے عملی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

3 شیخ المکرم کے ساتھ گزرے ہوئے قیمتی لمحات' کیفیات باطنہ' یادداشتیں' مختصر' سادہ اور جامع انداز میں تحریر فرما کر "مدیر المرشد" کو اپنی پہلی فرصت میں روانہ کریں آپ کے حالات وکیفیات نئے آنے والوں کیلئے مشعل راہ ہوں گی۔

کرنل (ر) چوہدری غلام سرور شعبہ نشرواشاعت المرشد

ربیع الاول کی آمد

کیسی مبارک ساعتیں آتی ہیں بار بار
آمد کو تیریؐ یاد دلاتی ہیں بار بار

کیا خوش نصیب تھے جو تھے آقا کے روبرو
کم مائیگی پہ اپنی رلاتی ہیں بار بار

ہر شخص اپنے حال میں کتنا اکیلا ہے
کرنے کو ایک جان بلاتی ہیں بار بار

جور و ستم ہے ہر طرف مکر و فریب ہے
اس کو بدل کے عشق بناتی ہیں بار بار

پیغام جو دیا تھا رسالت ماب نے
ہر دل میں اس کا ذوق جگاتی ہیں بار بار

غار حرا کی گود سے پھوٹی تھی روشنی
اس نور کو جہاں میں پھیلاتی ہیں بار بار

ہر بار لوٹتی ہے دلوں کے قرار کو
ہم کو تیرےؐ حضور بلاتی ہیں بار بار

قدموں میں تیرے آب حیات دوام ہے
اس کی نوید آ کے سناتی ہیں بار بار

کیسے لٹا رہے ہیں خزانے خدا کے آپ
منظر عجیب دل کو دکھاتی ہیں بار بار

سیماب چل پڑو کہ اسی در کے ہو رہیں
اتنی سی بات کہنے کو آتی ہیں بار بار

سیماب اویسی

نوٹ

حضرت جی نے لاہور سے پنڈی جاتے ہوئے موٹروے پر ربیع الاول کا چاند دیکھا اور یہ اشعار کہے

معرکہ کارگل

لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

کارگل شاہرہ پر مجاہدین کا پاؤں بھارت کی گردن پر آگیا ہے یہ ایسا ہی موقع ہے جو ہر معرکہ حق وباطل میں قدرت ظلم کے خلاف جہاد کرنے والوں کو فراہم کرتی ہے اس مقام پر ثابت قدمی کامیابی کی ضمانت اور پسپائی شکست کا پیش خیمہ بن جایا کرتی ہے آزادی کشمیر کیلئے فیصلہ کن مرحلہ آن پہنچا ہے۔

موجودہ صورتحال میں بہت سے مضمرات پوشیدہ ہیں آج جس علاقے پر مجاہدین نے قبضہ کیا ہے' وہ 1965ء تک ہمارے پاس تھا اور جنگ بندی لائن کارگل کے جنوب میں واقع درہ ذوجیلہ کے قریب سے گزرتی تھی۔ فوجی اہمیت کا علاقہ ہونے کی وجہ سے بھارت کی ہمیشہ اس پر نظر رہی اس دشوار گزار علاقے میں سڑک بنانا بہت ہی مشکل کام ہے یہاں سے گزرنے والی سڑک شمالی اور جنوبی کشمیر کے درمیان واحد زمینی رابطہ ہے 1965ء میں یہ علاقے ہندوستان نے پاکستان سے اسی لئے چھین لئے تھے کہ شمال سے اس کا فوجی رابطہ نہ ٹوٹے معاہدہ تاشقند کے تحت دونوں ممالک کو 1949ء کی جنگ بندی لائن کا احترام کرنا پڑا اور پاکستان نے پھر ان علاقوں پر کنٹرول حاصل کرلیا۔

1962ء میں چین اور ہندوستان کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو امریکی سفیر میک فارلن صدر ایوب کے پاس آیا اور ان سے کہا...... "بھارت کو رعایت دیں۔" یہ رعایت اسی سڑک پر بھارتی فوج کی نقل وحرکت میں خلل نہ ڈالنے کیلئے مانگی گئی تھی بھارت کیلئے چین کے خلاف فوج کو کمک اور رسد بھیجنے کا دوسرا کوئی راستہ نہ تھا۔1971ء کے بعد بھارت نے یہ علاقہ چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ قبضے کو برقرار رکھنے کیلئے سیز فائر لائن کا نام بدل کر لائن آف کنٹرول رکھ دیا اور نیا "اصول" یہ طے پایا کہ جو علاقہ جس کے قبضے میں ہے' اسی کا رہے گا ہندوستان نے بعد میں اسی "اصول" کو بنیاد بنا کر اپریل 1984ء میں سیاچن پر قبضہ کرلیا۔ ابتداء میں وہ خاموشی سے اس میں گھسے تھے مگر جب قدم جم گئے تو دعویٰ کر دیا' یہ ہمارا علاقہ ہے اور اعلان کر دیا کہ آئندہ ہماری لائن آف کنٹرول سالتورو رینج کے ساتھ ہوگی 1984ء سے ہم اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اپنا سیاچن واپس لیں' لیکن یہ کوشش بے نیل مرام رہی۔

1971ء کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ مجاہدین ایک بار پھر اس دور دراز اور مشکل ترین علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں پاک فوج اور مجاہدین اس پر بجا طور پر داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ دراصل سردیوں کی آمد کے ساتھ ہی یہ علاقے خالی کر دیئے جاتے ہیں' کیونکہ برفانی ہواؤں اور برفانی تودوں کی وجہ سے وہاں رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ موسم میں تبدیلی کے بعد پاکستان اور بھارت کے فوجی اپنی اپنی پوسٹوں پر قیام کیلئے واپس آتے ہیں۔ اس مرتبہ مجاہدین نے پہلی کی اور 71ء میں چھینی گئی چند اہم دفاعی پکٹوں پر قبضہ کرلیا' جس سے سرینگر کارگل روڈ پر بھارتی فوج کی نقل وحرکت مخدوش ہو کر رہ گئی اس طرح یہ قبضہ بھارت کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا۔

پورے مسئلے کو سمجھنے کیلئے اس خطے کا جغرافیہ سمجھنا ضروری ہے مجاہدین نے سرینگر کارگل روڈ کے شمال میں واقع بلند والا پہاڑوں کی ایسی بلندیوں پر قبضہ کیا ہے جہاں سے بھارت کی سپلائی لائن ان کی گولیوں اور گولوں کی زد میں آگئی ہے مجاہدین کو پیچھے دھکیلنا بھی دشوار ہے ایک سے بھارتی حکومت اپنی بری اور فضائی طاقت جھونک کر بھی مجاہدین کے جمے ہوئے قدم اکھاڑ نہیں سکی دس برس کی گوریلا تربیت اور میدان جہاد میں رہنے سے مجاہدین کندن بن گئے ہیں وہ اپنی فتح کی اہمیت اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا پاؤں ہندوستان کی گردن پر ہے۔ دشمن بے بسی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ کارگل کی جنگ نے ثابت کیا ہے کہ بھارتی فوج حوصلہ ہار چکی ہے مجاہدین اعلیٰ ترین مقصد کیلئے لڑ رہے ہیں اور ان کا مورال بلند ہے کارگل کی سنگلاخ پہاڑی چٹانوں' شدید موسم اور آکسیجن کی کمی مقامی مجاہدین کیلئے تو کسی حد تک قابل برداشت ہے کہ اس خطے کے لوگوں کے پھیپھڑے میدانی علاقہ کے باشندے کے مقابلے میں 25 فیصد زیادہ آکسیجن کھینچتے ہیں مقامی مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ایسی ٹانگیں اور پٹھے عطا فرمائے ہیں' جو اس موسم اور اس فضا کیلئے ضروری ہیں اس لئے وہ زیادہ بلندی پر لڑ سکتے ہیں' جبکہ بھارتی فوجیوں کو اس موسم اور آب وہوا سے آشنا ہونے کیلئے کم از کم دو ماہ لگیں گے بھارت جتنی چاہے مزید فوج لے آئے یہ تعداد کا کھیل نہیں' انہیں بہرحال شکست ہوگی مجاہدین کو ان کے بنے بنائے مضبوط بنکر مل گئے ہیں' جن میں اسلحہ اور سامان خوردونوش کی کوئی کمی نہیں اور بمباری کا ان پر اثر نہیں ہوتا ان پکٹوں پر بھاری مقدار میں سردی کے خصوصی لباس اور ادویات کا سٹاک موجود ہے یہ سب کچھ مجاہدین کے ہاتھ لگ گیا ہے گویا مجاہدین بھارت کے خرچ پر لڑ رہے ہیں یہاں بہت سے تنگ درے ہیں' جہاں بھارتی فوج کی اسلحے کیساتھ نقل و حرکت انتہائی مشکل ہے مجاہدین نے چند ماہ اور گزار لیے تو پھر برفانی موسم

بھارتی فوج کیلئے ایک بھیانک خواب بن کر آئے گا اور "جنرل سرما" کے ہاتھوں بھارتی افواج کو فیصلہ کن شکست ہوگی۔

کارگل سرینگر روڈ بھارت کی فوجی گاڑیوں کیلئے بند کی جا چکی ہے گزشتہ ایک ماہ سے کمک صرف فضائی راستے سے جا سکی ہے ہندوستان نے اس سڑک کے متبادل کے طور پر ہماچل پردیش کے علاقے منالی سے لداخ کے صدر مقام لیہہ تک جو سڑک تعمیر کی ہے' وہ ان دنوں بند ہے اس پر محدود اور صرف چار ماہ آمدورفت ہوتی ہے یہ سڑک سردی کے موسم کی شدت کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور ٹوٹ پھوٹ کر برفانی تودوں کے ساتھ بہہ جاتی ہے بھاری اخراجات کر کے یہ سڑک کھولی جاتی ہے' مگر اس پر بہت ہی ہلکی گاڑیوں گزر سکتی ہیں۔ چونکہ یہ سلائیڈز کے علاقوں سے گزرتی ہے اس وجہ سے ہر برس یہاں بھارتی فوج کا خاصا جانی و مالی نقصان بھی ہوتا ہے مجاہدین کو فوجی حکمت عملی کے لحاظ سے بھی برتری حاصل ہے ان کی پشت پر لائن آف کنٹرول کا وہ علاقہ ہے' جہاں پاکستانی فوج موجود ہے۔ چھ مئی سے بھارتی فوج اور فضائیہ مسلسل کوشش کے باوجود آگے بڑھنے میں کامیاب نہیں ہوئی مجاہدین کی اس کامیابی کے بھارت کے دفاع پر بہت منفی اثرات پڑے ہیں۔ چین کے مقابلے میں چینی سرحد پر تعینات 3 انفنٹری ڈویژن کا رابطہ منقطع ہو گیا ہے وادی شیوک اور وادی سندھ کے علاقوں میں بھارتی فوج کا رابطہ بھی ٹوٹ گیا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ سیاچن پر اپنے ملک سے ہر طرح کا زمینی رابطہ ختم ہو گیا ہے سیاچن پر ویسے بھی ایک ایک فوجی کو ضروریات بہم پہنچانا انتہائی مشکل اور مہنگا کام ہے اب تو بھارت کو ہر چیز فضائی راستے سے وہاں بھجوانی پڑے گی' اتنا خرچ وہ آخر کب تک برداشت کرے گا یہ تو ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس چند ماہ کا سٹاک ہو لیکن اس کے بعد وہ کیا کریں گے موسم سرما میں اسلحہ اور خوراک کا جو ذخیرہ کیا جاتا ہے وہ سردیوں میں استعمال ہوتا ہے گرمیوں میں ان کو ذخیرہ کرنے کا موقع ہی نہ ملا تو سردیوں میں تو ان کو بھوکوں مرنا ہے اس لئے ہندوستان کیلئے دفاعی لحاظ سے انتہائی نازک صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ کارگل میں کمک کا بڑا حصہ مقبوضہ کشمیر کے دوسرے علاقوں سے لایا گیا ہے اس لئے مقبوضہ کشمیر میں خلاء پر کرنے کیلئے ہندوستان سے نئی فوج لانا ہوگی' جس سے دوسرے حساس خطوں میں کمزوری پیدا ہوگی۔

کشمیر پہلے ہی بھارت کیلئے ایک بند گلی بن چکا ہے جس میں آنا تو آسان' لیکن نکلنا محال ہے۔ مقبوضہ علاقوں سے فوج کے نکل جانے سے مجاہدین کیلئے کئی راستے کھلیں گے ویسے بھی یہ مجاہدین کی کارروائیوں کا سیزن ہے گزشتہ چند روز میں کشمیر کے مختلف حصوں میں مجاہدین نے کامیاب کارروائیاں کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ بھارتی فوج کے ساتھ جھڑپوں سے ان کو ہاتھ کھولنے کا موقع مل رہا ہے لہٰذا اس صورتحال میں سردست بھارتی پاکستان کے خلاف کسی نتیجہ خیز حملے کا سوچ بھی نہیں سکتے میرے خیال میں بھارت کی پہلی کوشش یہ ہوگی کہ وہ پوری قوت لگا کر اسی علاقے کو واگزار کرائے۔ ان کے ڈائریکٹر ملٹری آپریشن کا کہنا ہے اس کام میں تین چار ماہ بھی لگ سکتے ہیں' لیکن اگر تین چار ماہ میں بھی ایسا نہ ہو سکا تو پھر لازماً" اسے پاکستان کے خلاف ایک نیا محاذ کھولنا ہوگا تاکہ پاکستانی فوج اور حکومت پر اس قدر دباؤ ڈال سکے کہ وہ مجاہدین کو کارگل کا علاقہ چھوڑنے پر مجبور کریں یہ سوال اپنی جگہ پھر بھی باقی ہے کہ آیا مجاہدین ہمارے کہنے پر یہ علاقہ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے؟

بھارت اگر لائن آف کنٹرول پر دوسرے محاذ کھولتا ہے تو ہم اسے جواب دے سکتے ہیں وادی نیلم میں وہ پہلے ہی ہم پر گولے برسا رہا ہے۔ ٹیٹوال سیکٹر میں اس کی کوئی کارروائی بھی معمولی اہمیت کی حامل ہوگی درہ حاجی پیر کے راستے حملہ بھی کارگل کا متبادل نہیں ہو سکتا البتہ وادی نوشہرہ کی طرف سے کوئی کارروائی منگلا اور بھمبر کیلئے خطرہ ثابت ہو سکتی ہے اس کے نتیجے میں جنگ بھی چھڑ سکتی ہے۔ تاہم میرا خیال ہے بھارت موجودہ محاذ آرائی کو لائن آف کنٹرول تک محدود رکھنے کی پوری کوشش کرے گا اور اس کیلئے اس کی دلیل یہ ہوگی کہ لائن آف کنٹرول کے اردگرد جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں' تاہم پاکستانی فوج کو چوکنا رہنا ہوگا' خصوصاً" دشمن کو نوشہرہ سیکٹر سے آگے بڑھنے سے روکنے کیلئے ضروری ہے کہ مجاہدین بھارتی کارروائی سے قبل ہی اس علاقے میں خود کو مضبوط کر لیں۔

کارگل کے حالات میں مستقبل کیلئے بعض نادیدہ مضمرات بھی پنہاں ہیں' جن کو نظر میں رکھ کر مستقبل کی منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

☆ اگر مجاہدین موسم سرما کے آغاز تک کارگل پر قابض رہ پاتے ہیں تو اس کے بعد بہت سے نئے اور مفید واقعات ظہور پذیر ہوں گے اور جہاد کو غیر معمولی مہمیز ملے گی نتیجتاً" بھارت کو "اٹوٹ انگ" کی رٹ بھی چھوڑنا پڑے گی۔

☆ عالمی سطح پر کشمیر بوسنیا اور کوسوو اسے زیادہ اہمیت حاصل کر سکتا ہے' حکومت کے قدم جمانے اور فوج کے جذبہ جہاد کو مزید بڑھانے کیلئے قوم کو متحد کرنا ہوگا' خصوصاً" حکومت کو قدم قدم پر حوصلہ دلانا ہوگا' تاکہ وہ امریکی دباؤ کے سامنے ڈٹی رہے۔

☆ مجاہدین کو اپنے اہداف کا از سر نو تعین کرنا ہوگا اور نوشہرہ وادی میں بھی ہندوستانی فوج کو دفاعی پوزیشن پر لانے کیلئے اقدامات کرنا ہونگے۔

☆ خدشہ ہے کہ بھارت فوجی ناکامیوں کے بعد کیمیائی ہتھیار اور زہریلی گیس استعمال کرے گا ہندوستان کسی اخلاقی یا انسانی اصول پر یقین نہیں رکھتا جبکہ ہم نے سی ڈبلیو سی پر دستخط کر کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے ہیں بھارت نے دستخط تو کر دیئے ہیں 'لیکن کیمیائی ہتھیاروں کو تباہ کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے دوسرا اس کا اقوام متحدہ کے مبصرین اور صحافیوں کو کنٹرول لائن پر جانے نہ دینا بھی اس خدشے کی تصدیق کرتا ہے یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ کوئی بڑا جرم کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

☆ تحریک آزادی کے سیاسی محاذ کو بھی گرم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی سمت درست کرنے اور اس میں نئی اٹھان پیدا کرنے کی حکمت عملی اپنائی جائے۔ آل پارٹیز حریت کانفرنس کو اس بات کا نوٹس لینا چاہئے کہ سیاسی تحریک مجاہدین کی جدوجہد سے الگ تھلگ دکھائی دینے لگی ہے عسکری کارروائیوں کی کامیابی سیاسی جدوجہد سے مل کر ہی مفید نتیجہ دکھا سکتی ہے۔

☆ وقت آگیا ہے کہ کشمیری مجاہدین خالصتانیوں سے بھی اپنے روابط استوار کریں۔

☆ مجاہدین کی کارروائی سے بھارت کی تین انفنٹری ڈویژن بھی نرغے میں آگئی ہے' جو چین کی سرحد پر کھڑی ہے' مغرب میں اس صورتحال کو پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جائے گا امریکہ اور یورپ چین کے مقابلے میں ہندوستان کی بے بسی کو برداشت نہیں کریں گے۔ امریکی وزیر خارجہ کی طرف سے پہلے ہی دھمکی آمیز ہدایت آگئی ہے کہ لائن آف کنٹرول سے مجاہدین کو ہٹایا جائے۔ امریکہ سمجھتا ہے کہ شمالی کشمیر پر مجاہدین کے کنٹرول سے ہندوستان کی بالادستی کا امریکی خواب چکنا چور ہو جائے گا۔

☆ پاکستان کو اپنے لئے امکانات کے نئے افق بھی تلاش کرنا ہوں گے آج تک بین الاقوامی برادری نے ہمارے ساتھ ناانصافی روا رکھی ہے۔ دنیا کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مسئلہ کشمیر سارے خطے کے امن کو جلا کر خاکستر کرنے کا موجب ہو سکتا ہے اس لئے کشمیریوں سے مزید ناانصافی ختم کی جائے مسئلہ کشمیر عالمی اداروں میں لے جانے کی بجائے دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات پر اصرار بھی اب ختم ہو جانا چاہئے اب یہ ہر لحاظ سے بین الاقوامی مسئلہ ہی نہیں' بلکہ ایٹمی جنگ کے لئے فلیش پوائنٹ ہے۔

☆ ایٹمی طاقت بننے کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ہم کوئی اور پلیٹ فارم تلاش کرتے' لیکن ہم نے امریکی دباؤ کے تحت شملہ معاہدے میں ہی مسئلہ کشمیر کے حل کی تلاش لاحاصل کی۔ حکومت پاکستان کو اب شملہ معاہدے اور اعلان لاہور پر اصرار کرنے کی بجائے یہ مسئلہ فی الفور اقوام متحدہ میں لے جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆ ہندوستان کی طرف سے مگ اور میراج طیاروں کی بمباری سے اعلان لاہور اور دو طرفہ مذاکرات کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔ مسئلہ کشمیر کا دیرپا حل صرف استصواب رائے ہے۔ ہماری تمام کوششیں اسی کے حصول کے لئے ہونی چاہئیں۔ کارگل پر علیحدہ مذاکرات کے بارے میں تو سوچنا بھی جرم ہے۔

☆ دنیا کو ستر ہزار کشمیری شہادتوں نے تو پریشان نہیں کیا' لیکن بھارتی فوج کی ہزیمت سے ان کے کان کھڑے ہو گئے ہیں اور جنگ کے بادل منڈلاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ہمیں اس صورتحال کو خود Defuse کر کے ہندوستان کے مقاصد پورے نہیں کرنے چاہئیں مجاہدین کارگل میں اپنی پوزیشنوں کا ڈٹ کر دفاع کرتے رہے تو حالات ہمارے لئے مزید آسان اور بھارت کے لئے دشوار تر ہوتے جائیں گے۔

☆ ہندوستان ایک عیار و مکار ملک ہے چوٹ کھا کر وہ ہمیں اندر سے کھوکھلا کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ دشمن کی جانب سے مختلف اطراف سے حملہ ہو سکتا ہے واجپائی کے دورے کے بعد اس ملک کی نظریاتی اساس کے بارے میں باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ مختلف سیمیناروں میں ہمارے کچھ دانش وروں نے نظریہ پاکستان کے خلاف ایسی باتیں کیں جو ہندوستان کے حق میں جاتی ہیں' ان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ہم نے پاکستان بنا کر غلطی کی۔ یہ خرافات اب بند ہونی چاہئیں فکری انتشار کے فروغ کو سختی سے روک دینا چاہئے۔

☆ ہمیں بھارت کی طرف سے تخریب کاری کا بھی اندیشہ ہے۔ غیر ذمہ دارانہ نااہل لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنے سے خطرات مزید بڑھ گئے ہیں دشمن کی رسائی ہماری تنصیبات تک آسانی سے ہونے لگی ہے۔ ہماری پولیس اس صورتحال سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتی جبکہ انٹیلی جنس اداروں کی کارکردگی بھی قابل فخر دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے لئے ٹھوس اور جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

☆ آئندہ چند ماہ کے دوران ہندوستان لائن آف کنٹرول کے پار حملے کی جسارت کر سکتا ہے ایسی صورت میں ہمیں آزاد کشمیر کو ایک عالمی جہادی مرکز بنا دینا چاہئے جہاں پوری دنیائے اسلام سے نوجوان جہاد میں شرکت کے لئے آسکیں اطلاع ہے کہ خود ہندوستان کے نوجوان بھی جہاد کشمیر میں شامل ہونے کے لئے بے تاب ہیں۔

☆ امریکہ اگر ناجائز اقتصادی دباؤ بڑھائے تو ہمیں یکطرفہ طور پر قرضوں کی عدم ادائیگی کا اعلان کر دینا چاہئے تاکہ ہم امریکہ کے پنجے سے آزاد ہو کر اپنی بقا کے فیصلے آزادی سے کر سکیں۔

☆ میں ایک بار پھر نیشنل سیکورٹی کونسل (NSC) کے قیام کا مطالبہ کرتا ہوں مجھے جناب وزیر اعظم

مجلس ذکر (2)

پروفیسر عبدالرزاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
ولا تحزنی یوم یبعثون یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (89:26)

"اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھے رسوا نہ کرنا جس دن میں (نجات کے لئے) نہ مال کام آئے نہ اولاد۔
ہاں جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے گا۔

گزشتہ مجلس میں لطیفہ قلب کا بیان ہو رہا تھا جو آیت میں نے اب تلاوت کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نجات کے لئے قلب سلیم لے کر اللہ کے سامنے حاضر ہونا شرط ہے قلب سلیم اس دل کو کہتے ہیں جو بیمار نہ ہو۔ تمام بیماریوں سے پاک ہو دل کی سب سے بڑی بیماری کفر و شرک ہے اس بیماری کے ہوتے ہوئے نجات ممکن نہیں اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا۔

فی قلوبھم مرض

یعنی ان کے دل بیمار ہیں ظاہر ہے کہ بیماری کفر و شرک ہی ہے مگر دل کی چھوٹی چھوٹی بیماریاں بے شمار ہیں۔ کسی بیماری سے دل پر میل آجاتا ہے کسی سے دل بسمل ہو جاتا ہے اور کسی سے آدھ موا ہو جاتا ہے ان بیماریوں کے ہوتے ہوئے نجات تو ہو جائے گی مگر بھٹی چڑھا کر ان کا اثر زائل کرنے کے بعد شاید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محض فضل سے ہمیں کفر و شرک کی بیماری سے بچا رکھا ہے الحمد اللہ علی ذلک مگر چھوٹی چھوٹی بیماریاں ہم نے بے شمار جمع کر رکھی ہیں ان بیماریوں سے ہی دل پر میل جم جاتا ہے جس کو اتارنے کا نسخہ حضور اکرم ﷺ نے ذکر الٰہی تجویز فرمایا ہے ذکر الٰہی سے دل کی چھوٹی چھوٹی بیماریاں تو دور ہو جاتی ہیں اور دل منور ہو جاتا ہے صحت مند ہو جاتا ہے مگر صحت حاصل ہو جانے کے بعد بھی بیمار چارپائی سے چمٹا رہے اور کوئی کام نہ کرے تو لوگ اسے معذور سمجھتے ہیں لیکن ایک بھلا چنگا آدمی بس لوتھ کی لوتھ پڑا رہے تو اس کے سوا کیا کہیں گے یہ کام چور ہے۔

اسی طرح اگر لطیفہ قلب منور ہو اور آدمی کی عملی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی تو اس کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ صحت مند تو ہے مگر کام چور ہے ایک نہتا آدمی کسی مسلح دشمن سے مار کھا جائے تو لوگ اسے معذور سمجھتے ہیں لیکن آدمی کے پاس اسلحہ موجود ہو۔ مدافعت کر سکے۔ پھر بھی کچھ نہ کرے تو یہی کہا جائے گا" یہ بزدل ہے اسی طرح جب قلب منور ہو گیا لطیفہ راسخ ہو گیا تو آدمی اپنے ازلی دشمن شیطان کے مقابلے میں مسلح بھی ہے اور دفاع کا بندوبست بھی کامل طور پر موجود ہے پھر بھی شیطان کے ہتھے چڑھ جائے تو وہ بھگوڑا سزا کا مستحق ہے دشمن تو تیا پانچا کرے گا مگر مالک کی سزا سے بھی بچ نہیں سکتا۔ لہٰذا جو سالک قدرت کی طرف سے اس اسلحہ سے لیس کر دیا گیا اس سے لازماً" باز پرس ہوگی کہ اس نے نعمت کی قدر کیوں نہ کی۔

لطائف کے سلسلے میں ایک بات پڑھنے سننے میں آتی ہے کہ مثلاً" جب لطیفہ قلب کرایا جاتا ہے تو کہتے ہیں زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام تو اس سے کیا مراد ہوتی ہے اہل فن اس کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ اس لطیفہ میں حضور اکرم ﷺ کا فیض بالواسطہ حضرت آدم علیہ السلام پہنچتا ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ روشنی تو سورج سے آتی ہے اگر یہ روشنی براہ راست پہنچے تو اس کا ایک ہی رنگ ہو گا۔ اور کسی شیشے سے گزر کر آئے تو اس روشنی میں اس شیشے کے رنگ کی جھلک بھی ہوگی اگر وہ سبز رنگ کا شیشہ ہے تو روشنی میں سبزی نمایاں ہوگی۔ اسی طرح زرد سرخ سنہری جو رنگ بھی ہو گا اس کا رنگ بھی روشنی کی شعاعوں میں شامل ہو گا۔

اصل فیض تو حضور نبی ﷺ کا ہے آپ ہی اس کائنات کیلئے شمس تاباں اور سراج منیر ہیں تمام انبیاء سے اپنی امتوں کو جو فیض پہنچا وہ اصل میں حضورؐ ہی کا فیض تھا اپنے اپنے دور میں انبیاء نے اس فیض کے پہنچنے کے لئے واسطہ کا فرض ادا کیا۔

تمام انبیائے کرام اپنے اپنے دور میں خیر البشر اور انسان کامل تھے مگر کوئی ایک بات خصوصیت سے ان کی سیرت مبارکہ میں ممتاز نظر آتی ہے اسے ان کی خصوصیات کہیں یا امتیازی پہلو بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے تو زیر قدم آدم سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ کے فیض کا وہ پہلو جو حضرت آدم کی امتیازی خصوصیت ہے سالک کو اس سے حصہ ملتا ہے گویا سالک ان کے نقش قدم پر چلتا ہے یا یوں کہیئے کہ ذکر الٰہی سے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلے۔ مگر صلاحیت پیدا ہونے اور عملاً" چل پڑنے میں کچھ فاصلہ ہے اب اگر سالک اس صلاحیت کو بروئے کار نہیں لاتا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہیں کی اور حضور اکرم ﷺ سے بے وفائی کی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں

ایک چیز سامنے آتی ہے کہ آپ سے ایک لغزش ہوگئی اور لغزش کرانے والے کا اتا پتا بھی بتا دیا گیا کہ فازلھما الشیطان عنھا (36:2) مگر اس کے بعد آپ کو ندامت ہوئی اور اپنے رب سے معافی مانگتے ہوئے عرض کیا۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین (23:7)

گویا انسانیت کا خاصہ یہی ہے کہ ٹھوکر کھا جائے تو نادم ہو اور معافی مانگے دوسری طرف ابلیس سے نافرمانی کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا انا خیر منہ گویا گناہ پر اصرار کرنے لگا اور اکڑنے لگا جس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ پر اصرار کرنا اور اترانا نری شیطنت ہے۔

لطیفہ قلب کے منور ہونے کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ انسان جو خطا کا پتلا ہے جب ٹھوکر کھا جائے تو فوراً اسے ندامت کا احساس ہو اور اپنے رب سے گڑگڑا کر معافی مانگے اس نور قلب کی شان یہ ہے کہ انسان جب ڈگمگانے لگے تو پہلے ہی یہ نور اس کو غلطی سے آگاہ کر دیتا ہے اور صحیح راستہ کی نشاندہی کر دیتا ہے اور اگر پھر بھی لغزش ہو ہی جائے تو یہ نور اسے ندامت کا احساس دلاتا ہے اور استغفار پر آمادہ کرتا ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نادان انسان نے آگے بڑھ کر اس چراغ ہدایت کو خود گل کر دیا اس لئے سالک کو ہمیشہ اپنی عملی زندگی کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔

احتیاط اور احتیاط ذرا
بجھ نہ جائے یہ آگہی کا چراغ

لطیفہ روح

جسم انسانی میں دل کا فعل درست ہو جائے تو صاف خون وریدوں اور شریانوں میں گردش کرنے لگتا ہے اور باقی اعضائے رئیسہ پر بھی اس کا خوشگوار اثر ہوتا ہے گویا دل کی درستی بالواسطہ تمام اعضائے رئیسہ کی اصلاح کا سبب بنتی ہے اسی طرح جب سالک کا لطیفہ قلب منور ہو جائے باقی لطائف بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ فرمایا

ان فی الجسد لمضعته از اصلحت صلح الجسد کله واذافسدت فسد الجسد کله الاوهی القلب اوکما قال

قلب جاری ہونے کا مفہوم کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی چشمہ سے پانی جاری ہو جائے تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے پانی چشمہ سے نکل کر ڈھلوان کی طرف بہنا شروع ہو گیا یہی پانی منزل ہے اس طرح قلب جاری ہوا تو اس کے انوار اور اس کی آب وتاب نے باقی لطائف کو متاثر کیا اور سالک کی روح اپنی منزل یعنی قرب الٰہی کی طرف پرواز کرنے لگی لطیفہ قلب کے جاری ہونے سے اس کا ہمسایہ دوسرا لطیفہ جسے روح کہتے ہیں لازماً متاثر ہوا۔ شیخ نے توجہ سے دوسرے لطیفہ کی تربیت شروع کر دی اور سالک دوسرے لطیفے کو منور کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اہل فن اس لطیفہ کی تربیت کے وقت کہتے ہیں زیر قدم حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ ہے اس لطیفہ کے جاری اور راسخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا فیض ان دو اولوالعزم پیغمبروں کے توسط سے سالک کو پہنچ رہا ہے ان حضرات کی سیرت میں چند خصوصی پہلو ممتاز نظر آتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کی سعی مسلسل کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ 950 برس تک اپنی قوم کو دعوت الی اللہ دیتے رہے نہ تھکے نہ اکتائے نہ دعوت کا کام بند کیا ظاہر ہے کہ بڑی کامیابی ہوئی ہوگی کثیر التعداد لوگوں نے دعوت کو قبول کیا ہوگا یہ بہار دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہوں گے اس لئے دعوت کا کام چھوڑ دینے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے مگر حالات اس کے برعکس تھے۔ 950 برس کے عرصہ میں صرف اتنے انسانوں نے ان کی بات پر کان دھرا جو ایک کشتی میں آگئے اندازہ کیجئے وہ کتنے ہوں گے ایک سو سے زیادہ کیا ہو سکتے ہیں اگر یہی تعداد فرض کر لی جائے تو 9 آدمی فی سو سال کے قریب بیٹھے۔ غور کیجئے اللہ کا جلیل القدر پیغمبر سال بھر محنت کرتا ہے اور محنت بھی کیسی کہ انی دعوت قومی لیلا ونھاراً (5:71) کہ رات دن دعوت دیتا رہا نتیجہ کیا سامنے آتا ہے فلم یزدھم دعائی الا فراراً (6:71) کہ میں جتنا بلاتا ہوں وہ اتنا دور بھاگتے ہیں میں جتنا کھینچتا ہوں وہ اتنے بدکتے ہیں جیسے طبعیات والے کہتے ہیں کہ Anti-Magnetic Substance کو مقناطیس بنانے کی جتنی کوشش کی جائے گی الٹا اثر ہوتا ہے اس المیہ کے باوجود حضرت نوحؑ نے دعوت و تبلیغ کا کام ترک نہیں کیا آخر جب اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے معلوم کر لیا یہ زمین بالکل بنجر ہے اور سانپ کے ہمیشہ سپولیے ہی پیدا ہوتے ہیں یہ جتنے بڑھیں گے زہر زیادہ پھیلے گا تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً انک ان تذرھم یصلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً (27:26:71)

یعنی الٰہی ان ظالموں کا نام ونشان تک نہ رہنے دے یہ خود جب تک جئیں بغاوت ہی پھیلائیں گے اور ان سانپوں کے بچے زہریلے کر پیدا ہوں گے اور تیری مخلوق کو ڈستے پھریں گے۔

اس سے سالک کو دو امور کی رہنمائی ملتی ہے اول یہ کہ جو دولت اسے ملی ہے اسے بانٹنے

مخلوق کو دعوت الی اللہ دے اور اس کام کو کوئی طاقت اور کوئی ناخوشگوار حالت روک نہ سکے یہاں آدمی ایک غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی کوشش کا خاص نتیجہ پہلے ہی تصور میں رکھ لیتا ہے کہ میری دعوت یوں قبول ہوگی اتنے لوگ قبول کریں گے وغیرہ جب نتیجہ اس کے اندازے کے مطابق ظاہر نہیں ہوتا ہے تو حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور کام چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بڑا خطرناک موڑ ہے۔ اسے پریشانی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی معاذ اللہ خدا بننا چاہتا ہے کیونکہ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ جو میں چاہوں وہی ہو۔ اور یہ منصب صرف خدا کو سزاوار ہے کہ جو وہ چاہے وہی ہو ۔بندہ کا مقام یہ ہے کہ اپنی ڈیوٹی کرتا رہے نتیجہ اس کے حوالے کرے جو یہ سارا نظام چلا رہا ہے اور ہمیشہ یہ خیال رہے کہ نتیجہ وہی ہوگا۔ جو وہ چاہے گا آدمی جب اپنے دائرہ عمل سے نکل کر خدا کے دائرہ کار میں قدم رکھتا ہے تو اسے پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا سالک کا کام یہ ہے کہ نتیجہ سے بے نیاز ہو کر دعوت الی اللہ کا کام کرتا چلا جائے۔ ترک دعوت کا خیال بھی نہ آنے پائے۔ نتیجہ خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء کو تسلی دیتے ہوئے آپ کے توسط سے امت کو یہی تعلیم دی ہے کہ

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین (3:26)

یعنی آپ اس فکر میں کیوں گھلے جا رہے ہیں۔ کہ یہ لوگ آپ کی بات کیوں نہیں مانتے پھر ہدایت وضلالت کا راز بتاتے ہوئے فرمایا۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء یعنی ہدایت دینا آپ کے دائرہ عمل سے باہر ہے اس کا تعلق میری ذات سے ہے آپ کا کام بس دعوت دیتے چلے جانا ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سالک کو یہ دیکھ کر کہ حضرت نوحؑ نے آخر تنگ آکر باغیوں کو تباہ کرنے کی درخواست کر ہی دی۔ یہ سوچنا چاہیئے یہ معاملہ ایک اولوالعزم پیغمبر کا ہے جسے رب العالمین سے براہ راست حقائق منکشف ہوتے ہیں نبیؑ خود نہیں کہتا بلکہ اس سے کہلوایا جاتا ہے۔ یہ منصب کسی غیر نبی کو حاصل نہیں جیسے آیت انذر تھم ام لم تنذر ھم لا یومنون کے نزول سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو آگاہ کر دیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے آپ خواہ کتنی کوشش کر دیکھیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے ابوجہل کو کچھ نہیں کہا اس سے پہلے آپؐ دیکھتے تھے آپؐ کی دعوت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو رہا مگر برابر دعوت دیتے رہتے تھے۔ اس لئے سالک کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ منصب صرف نبیؐ کا ہے۔ افراد امت کا کام یہ ہے کہ برابر دعوت الی اللہ دیتے ہی رہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب دعوت کے جواب میں انکار، ضد یا جھگڑے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے تو حکمت تبلیغ کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جو داعی حق حکمت تبلیغ سے کام نہیں لیتے وہ نہ صرف خود مایوس ہو کر اپنا کام بگاڑتے ہیں بلکہ مخاطب کے اندر ضد اور ہٹ دھرمی کے جذبات کی پرورش کے ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے سالک کو اس خطرے سے آگاہ رہنا چاہیئے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ داعی اپنے مخاطب کو مریض سمجھے پھر سوچے کہ ایک معالج جسے صرف مریض کی خیر خواہی مطلوب ہو علاج کے دوران مریض سے کس قسم کا سلوک کرتا ہے بس وہی طرز عمل اختیار کرنا مناسب ہوتا ہے جھگڑا، مناظرہ یا فتویٰ سے دعوت و تبلیغ کا کام نہیں ہو سکتا۔

ایک مثال پیش کرتا ہوں فرض کیجئے آپ سے مطالبہ ہوتا ہے کہ فلاں جگہ بیان کرنا ہے ذکر کی فضیلت بتانی ہے اور ذکر کرانا ہے کیونکہ وہاں ایک آدمی ہماری مخالفت پر تلا ہوا ہے اور وہ مجلس ذکر کے خلاف تحریک چلانا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ اس مطالبے کے اندر خود ضد اور مخالفت کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اگر یہ مطالبہ پورا ہی کرنا ہو تو صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی بات پوری دلسوزی سے کہہ دے پھر دعوت دے کہ بھئی مجھے یہ کام مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے آپ گھر جا کر اس پر غور کریں اگر آپ بھی اس نتیجہ پر پہنچیں تو بسم اللہ کر دیجئے اور اگر آپ یہ سمجھیں کہ یہ کام غیر مفید یا غیر ضروری ہے تو اس بات کو بھول جائیں کہ یہاں کوئی آیا تھا۔ اور اس نے کوئی بات کہی تھی۔ اس طرح کا ایک تجربہ ہوا ہے ساتھیوں نے بتایا تھا کہ وہ جسے ہم مخالف سمجھے تھے وہ برابر بیٹھا بات سنتا رہا اور وقتاً فوقتاً اسے آبدیدہ ہوتے بھی دیکھا پھر بیان کے بعد مجلس ذکر ہوئی تو وہ ذکر میں بھی شامل ہوا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ ایک پل میں دل پھیر دیتا ہے اس لئے دعوت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ میری باتوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ بس تو اپنی قدرت سے دلوں کو اپنی طرف پھیر دے۔

حضرت نوحؑ کے ساتھ دوسرا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آتا ہے آپ کی سیرت کا ایک ایک پہلو رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ مگر کچھ نقوش ایسے بھی ہیں جو زیادہ ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں سے ایک امر کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد باری ہے۔

قد کانت لکم اسوۃ حسنتہ فی ابراہیم والذین معہ اذقالو لقومھم انا برءاء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تومنو باللہ وحدہ (4:6)

"تم کو چال چلنی چاہئے ابراہیمؑ کی اور جو اس کے

ساتھ تھے جب انہوں نے کہا کہ اپنی قوم کو ہم الگ ہیں تم سے اور ان سے کہ جن کو پوجتے ہو اللہ کے سوا۔ ہم منکر ہوئے تم سے اور کھل پڑی ہم میں اور تم میں دشمنی اور بیر ہمیشہ کو یہاں تک کہ..... تم یقین لاؤ اللہ واحد پر"

حضرت ابراہیمؑ نے دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا تو گھر سے مخالفت اٹھ کھڑی ہوئی باپ مخالف ہو گیا۔ برادری نے تنگ کرنا شروع کیا۔ قوم سر ہو گئی مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی برابر دعوت کا کام کرتے رہے رہا اللہ کے باغیوں سے برتاؤ کا معاملہ تو آپ نے اعلان کر دیا کہ میں تمہارے عقائد سے تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ رشتہ اور دوستی کے تعلقات ختم ہوئے۔ اس اعلان بیزاری کے باوجود ان کے لئے خیر خواہی کا جذبہ موجود رہا۔ کہ میں اپنے رب سے درخواست کروں گا۔ کہ میرے باپ کو ایمان کی دولت عطا فرما کر اس کے گناہ معاف کر دے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دعوت الی اللہ میں یہ حالات بھی سامنے آتے ہیں اپنے بھی بیگانے بن جاتے ہیں مگر اس صورت حال سے گھبرا کر کام نہیں چھوڑتا بلکہ ان کو چھوڑ دیتا ہے مگر اعلان برات' بیزاری اور دشمنی ان کی ذات سے نہیں بلکہ ان کے عقیدہ اور عمل سے ہے اگر وہ اپنے آپ کو بدل دیں تو اعلان بیزاری اپنے آپ ختم ہوا۔ اس بائیکاٹ کے ساتھ ہی ان کے حق میں دعا کا سلسلہ جاری رہے کیونکہ ان کی خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے۔

اس قسم کی مثالیں بھی دیکھنے میں آئی ہیں۔ میرے سامنے چند نوجوان موجود ہیں۔ جن کو گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی۔ انہیں کہا گیا کہ تم نے تو خاندان کی ناک کٹوا دی۔ تم نے اپنے کنبے کو بدنام کر دیا۔ تم نے اپنی شکل بگاڑ لی۔ تم مسیتل کہلانے لگے وغیرہ' ایسی مثالیں عام ہیں اور ایسے حالات اکثر سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا بیزاری اور دین سے دوری کی وباء عام ہو گئی ہے۔ بے راہ روی کے جراثیم نے انسان کو اس بری طرح متاثر کیا ہے کہ بڑے بوڑھے بھی اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ ہم نے وہ وقت بھی دیکھا ہے کہ جب کوئی بچہ' کوئی جوان' کوئی غلط روش اختیار کرتا تھا تو والدین اور خاندان کے دوسرے بزرگ پریشان ہونے لگتے۔ اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے تھے۔ آج یہ حالات بھی دیکھ رہے ہیں کہ اگر کوئی بگڑا ہوا جوان دین کا رخ کرتا ہے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بوڑھوں اور بزرگوں کی دنیا میں زلزلہ آجاتا ہے اور اپنی بڑائی اور بزرگی کے بل بوتے پر جوانوں کی راہ روکنے کے لئے میدان میں نکل آتے ہیں اس لئے ان حالات میں تو زیادہ مستعدی زیادہ محنت وہمت اور کوشش کی ضرورت ہے ہم نے اپنی فکر نہ کی تو خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہماری جگہ وہ کسی اور قوم کو اس کام پر مقرر کر دے گا۔ اس کا دین تو بہرحال قائم رہنا ہے ہم نہیں اور سہی۔

ان کا کیا ہے چاہنے والے تم نہ سہی تو اور بہت
ترک محبت کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

اس راہ میں رکاوٹیں پیش آنا کوئی انوکھی بات نہیں یہ ایک فطری عمل ہے رکاوٹیں یقیناً" قلب کو اور جوش عمل کو متاثر کرتی ہیں۔ ایک عام آدمی کے لئے رکاوٹ کی وجہ سے عمل میں کچھ کمی آجانا بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہر شخص میں اس درجے کی قوت ارادی نہیں ہوتی جو حضرت ابراہیمؑ کو اللہ پاک نے عطا کی تھی مگر بالکل رک جانا اور چھوڑ بیٹھنا محبت کی توہین ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ پاور ہاؤس سے جس طاقت کی بجلی کی رو چلتی ہے۔ صارفین کے ہاں اتنی طاقت کی کرنٹ نہیں پہنچتی بلکہ اہل فن نے اس کا ایک فارمولا معلوم کیا ہے کہ الیکٹرو موٹو فورس کو ٹوٹل ریز سٹیس پر تقسیم کرتے ہیں جو حاصل قسمت ہوتا ہے۔ اس قوت کی کرنٹ آگے پہنچتی ہے معلوم ہوا کہ ریز سٹیس یا رکاوٹ سے زور تو کم ہو سکتا ہے مگر کرنٹ ختم نہیں ہو سکتی۔ یہ تو بے جان بجلی کے کرنٹ کی حالت ہے ایک جیتا جاگتا انسان ایک مسلح سالک اگر رکاوٹوں کی وجہ سے کام ہی چھوڑ بیٹھے تو کتنے شرم کی بات ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کا اجمالی تصور بھی انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے باپ کو چھوڑا۔ رشتے دار چھوڑے۔ گھر بار چھوڑا۔ مگر امتحان کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ بڑھاپے میں بیٹا عطا ہوا تو حکم ہوا کہ اس بچے اس کی والدہ کو ایک غیر آباد سنگلاخ زمین میں چھوڑ آ۔ آپ انہیں لے جاتے ہیں وادی غیرذی ذرع میں چھوڑ کر لوٹنے لگتے ہیں تو بیوی پوچھتی ہے ہمیں کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو اتنا کہتے ہیں کہ اللہ کے حوالے اور واپس چل پڑتے ہیں بیوی' عورت ذات مگر پورے اطمینان سے کہتی ہے کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو کوئی فکر نہیں ہمارا اللہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔ طبعیات والے جو کہتے ہیں کہ انڈکشن کے اصول کے تحت مقناطیس کا عمل ہوتا ہے یعنی کسی ٹکڑے کو مقناطیس کے ٹکڑے کے پاس رکھ دو کچھ عرصہ پاس پڑا رہنے دو وہ بھی مقناطیس بن جائے گا۔ واقعی وہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ بیوی جو حضرت ابراہیمؑ کے پاس رہی تو اس کے اندر بھی توکل علی اللہ اس درجے کی پیدا ہو گئی کہ جنگل بیابان میں بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ نہیں سمجھتی۔ اسے اپنے رب پر اتنا بھروسہ ہے کہ مطلق پریشان نہیں ہوتی۔

اس تفصیل سے غرض یہ ہے کہ سالک کو یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ لطیفہ روح کے منور ہونے اور راسخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عملی زندگی میں اس کی سیرت و کردار سے یہ ظاہر ہو کہ واقعی یہ شخص اس دو اولوالعزم پیغمبروں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے اسباب ضرور

اختیار کرے مگر نگاہ مسبب الاسباب پر جمی رہے آپ کی ذمہ داری دوگونہ ہے۔ ایک تو اس حاصل شدہ دولت کو محفوظ رکھنا کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ موجودہ ماحول میں یہ کام بھی کچھ کم مشکل نہیں بقول اکبر آلہ آبادی

ہمیشہ پیش نظر ہیں وضو شکن منظر
اس انجمن میں نبھے کس طرح نمازی کی

یہ دور نمائش کا دور ہے ہر کام میں ہر بات میں یہ کوشش ہوتی ہے کہ کہیں شو (Show) میں کمی نہ آجائے اس لئے اس ماحول کی جاذبیت انسان کو راہ حق سے قدم قدم پر ہٹانے کی کوشش کرتی ہے ملازم ہے تو رشوت کی کشش اور جاذبیت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے' مزدور ہے تو کام کا لالچ راہ روکتا ہے تاجر اور کارخانہ دار ہے تو ملاوٹ' دھوکا' ہیرا پھیری میں نفع کی امید راہ حق پر قائم نہیں رہنے دیتی۔ اگر سالک میں توکل علی اللہ کا وصف پیدا ہو گیا ہے تو یہ ایک ہتھیار ان سب جاذبیتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی حفاظت پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ آس پاس ڈوبنے والوں کو بچانے کی فکر بھی رہے اور اس کٹھن راہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا مقابلہ کرتا چلا جائے سیرۃ نوحیؑ اور اسوہ ابراہیمیؑ اس کے لئے مشعل راہ ہو اور ہر حالت میں مسبب الاسباب پر نگاہ ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ اور اسلام اور تمام اہل اسلام کی حفاظت فرمائے۔ آمین

تبدیلی ایڈریس

ماہنامہ المرشد کے دفاتر مندرجہ ذیل جگہ پر منتقل ہو گئے ہیں۔ آئندہ نئے ایڈریس پر ڈاک بھجوائیں

ماہنامہ المرشد

دار العرفان۔ ریلوے کالونی
نزد چوک عبداللہ پور
فیصل آباد' فون۔ 727410

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ تنظیم الاخوان پاکستان

11 جولائی 1999ء گیارہ بجے دن
دار العرفان منارہ میں منعقد ہو گا

کرنل (ر) عبدالقیوم
صدر تنظیم الاخوان

مجلس منتظمہ کا اجلاس سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

10 جولائی 1999ء بعد از عشاء
دار العرفان منارہ میں منعقد ہو گا

کرنل (ر) مطلوب حسین
ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فحاشی اور عذاب الیم

خطاب امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشتہ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ رؤف الرحیم○

قرآن حکیم اللہ کی آخری کتاب ہے جو اللہ کے آخری رسول ﷺ پر نازل ہوئی۔ اور بعثت عالی ﷺ سے لیکر قیام قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت ہے اور ساری انسانیت کے لئے قرآن ہی ضابطہ حیات ہے۔ چنانچہ قرآن میں انسانی زندگی کے وہ تمام پہلو زیر بحث آئے ہیں جو کبھی بھی کہیں بھی انسانیت کو پیش آسکتے ہیں۔ یہاں ایک عجیب پہلو کو واضح فرمایا گیا ہے کہ دین یا اسلام کی بنیاد اسلامی عظمت پر ہے 'انسانی کردار پر ہے۔

اسلام انسانیت کا ایک اعلیٰ معیار پیش کرتا ہے۔ اخلاقیات میں' معاملات میں' اطوار وعادات میں' خرید وفروخت میں ایک معیار ہے کھانے پینے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ انسان ہے یا جانور ہے۔ لباس پہننے میں سمجھ آتی ہے کہ اس آدمی میں تمیز ہے یا نہیں ہے۔ الٹا کرتہ پہن رکھا ہے یا سیدھا پہن رکھا ہے بات کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا اخلاقی معیار کیا ہے اسی طرح لین دین میں ...... اگر وہ اخلاقی معیار مجروح ہو جائے' معاملات میں ہو جائے' اخلاقیات میں ہو جائے' گفتگو میں ہو جائے تو اس کے باہر جو بات ہوگی اسے فحش کہتے ہیں۔ اگر بات زبانی ہوگی تو اسے فحش کلامی کہا جائے گا اگر عملاً" ہوگی تو اسے کردار کا فحش کہا جائے گا۔

کفر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی اخلاق کو مجروح کرتا ہے برباد کرتا ہے کفر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی بھی پہلو پر انسانی معیار کو قائم نہیں رہنے دیتا آپ آج کی کافر دنیا کا مطالعہ کرلیں جو خود کو بہت مہذب اور بہت ترقی یافتہ کہتی ہے وہاں دیکھ لیجئے کوئی انسانی آبرو کا تصور ہے؟ ہرگز نہیں ہے کوئی انسانی رشتوں کا تقدس ہے؟ باپ بیٹی یا ماں بیٹا یا بہن بھائی کا؟ کوئی بھی نہیں اور کوئی شرم وحیا کی بات ہے؟ بالکل نہیں ہے تو جب مقابلہ ہوتا ہے تو کفر کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ مومنین سے بھی وہ کردار یا وہ معیار چھین لیا جائے چونکہ اصل قوت مسلمان کی یہی ہوتی ہے کہ وہ انسانیت کے سٹیٹس پہ کھڑے ہوتے ہیں اور کفر انسان کو حیوانی درجہ پہ لے جاتا ہے تو کافر دنیا کی' کفر کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مومن کو بھی کھینچ کر وہ اپنے درجے پہ لے آئے' اس حیوانی معیار پہ لے آئے۔ کفر کو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب دین داروں میں سے بھی اخلاقیات رخصت ہو جاتی ہے تو پھر دین بھی باقی نہیں رہتا۔ اور جب دین باقی نہیں رہتا تو جو اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے وہ باقی نہیں رہتی پھر وہ کافر کے لئے لقمہ تر بن جاتے ہیں۔ لیکن کیا کافر سے براہ راست مومن کوئی بات قبول کرتے ہیں؟ یہ مشکل ہے کیونکہ مومن کیسا بھی ہو گنہگار بھی ہو بدکار بھی ہو جب کافر بات کرے تو بدک جاتا ہے۔ ایک طبقہ منافقین کا ہوتا ہے جو بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں نور ایمان نہیں ہوتا' وہ کفر کے آلہ کار بنتے ہیں اور وہ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کا سبب بنتے ہیں اور یہ آج کی بات نہیں ہے یہ ہمیشہ سے چلی آرہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے اس کے کیفیات یا الفاظ یا طریقہ واردات تو بدلتا رہے گا Means بدلتے رہیں گے' ذرائع بدلتے رہیں گے لیکن ان کے مقاصد وہی رہیں گے۔ مثلاً" اب کفر کے جتنے ذرائع ابلاغ ہیں جیسے ٹیلی ویژن یا اخبارات وغیرہ ہیں تو وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر بری بات کو پھیلایا جائے۔ اب ان کی کوئی فلم بنے ان کا کوئی ڈرامہ بنے اس میں کچھ نہ کچھ عنصر بے حیائی کا ضرور ہوتا ہے۔ فلم ڈرامے تو ایک طرف ان کے جو اشتہار آتے ہیں ٹوتھ پیسٹ کے' ادویات کے' کپڑوں کے تو وہ ان اشتہارات میں بھی بے حیائی داخل کردیں گے۔ لیکن کافر دنیا سے شاید مسلمان اتنے متاثر نہ ہوں لیکن جب مسلمانوں کا اپنا میڈیا اس واردات پہ لگ جاتا ہے اس کی نقل کرتا ہے جب آپ کا اپنا ٹیلی ویژن یہی کام کرتا ہے تو بے شمار لوگ' بے شمار بچے' بے شمار نوجوان اس سے متاثر ہوتے ہیں اب جس طرح کی اچھل کود گانا بجانا کافر یا مغرب کے یا ویسٹ کے ٹیلی ویژن پہ ہوتا ہے' اسی طرح ہمارے ٹیلی ویژن پہ ہوتا ہے۔ جس طرح ہندوستان کے ٹیلی ویژن کے پروگرام ہوتے ہیں دو چار ہفتے بعد پیچھے پیچھے ہمارے ٹیلی ویژن کا ویسا ہی پروگرام شروع ہو جاتا ہے۔ تو اس سے ہوتا کیا ہے لوگوں میں بے حیائی پھیلتی ہے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشتہ فی الذین امنوا اب وہ لوگ جو یہ کام کرتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں' مومنین میں بے حیائی پھیلے ان کی بات ہو رہی ہے فرمایا لھم عذاب الیم ایسے لوگوں کے لئے بہت دردناک عذاب ہے' فی الدنیا دنیا میں

بھی والاخر اور آخرت میں بھی۔ اسی طرح آپ اخبارات کو دیکھ لیجئے تو کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ ملک بھر میں دن بھر میں کوئی بندہ نیکی نہیں کرتا۔ کسی نیکی کی کوئی خبر نہیں بنتی ہر برائی خبر بن جاتی ہے۔ پورا اخبار اغوا کے مقدموں سے' اب محبت کی شادیوں کی باتوں سے انگریزی اردو سارے اخبار بھرے ہوئے ہوں گے کہ ایک لڑکی نے گھر سے بھاگ کر ایک لڑکے سے نکاح کر لیا۔ اسے کبھی وہ کوئی انداز دیں گے' کبھی کوئی دیں گے پھر اس پہ اتنی لمبی جرح ہوگی پھر اس پہ عدالت کے ریمارکس۔ تو کیا صرف لڑکیاں بھاگ کر ہی نکاح کرتی ہیں؟ کیا روزانہ سینکڑوں' ہزاروں' لاکھوں نکاح والدین کی مرضی' رضامندی اور بڑے حسن وخوبی سے نہیں ہوتے وہ تو کوئی خبر نہیں بنتی۔ کیا کوئی شخص غریب کو کھانا نہیں کھلاتا؟ کیا کوئی شخص اور کوئی نیکی کا کام ملک میں نہیں کرتا؟ کسی کی مدد نہیں کرتا؟ وہ کوئی خبر نہیں بنتی۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ جن لوگوں کے ذمے اسے روکنا تھا وہ اسے سمجھ ہی نہیں پا رہے۔ علماء کرام کا کام تھا' اہل الرائے حضرات کا کام تھا' دانش وروں کا' پڑھے لکھے لوگوں کا کام تھا۔ ہمارا جو طبقہ پڑھا لکھا ہے وہ شاعر ہے یا ادیب افسانہ نگار ہے یا ناول نگار اس نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ اگر دین پر طنز کیا جائے تو شعر بھی مقبول ہوتا ہے۔ دین کا مذاق اڑایا جائے تو افسانہ بھی مقبول ہوتا ہے' دینی امور کو نقصان پہنچایا جائے تو وہ تحریر بڑی جدید اور بڑی ترقی یافتہ کہلاتی ہے تو یہ جو لکھنے پڑھنے والا طبقہ ہے یہ تو یکسو ہو گئے اور ان میں آپ آج کے اپنے اس عہد کی بات کر رہا ہوں آج کے آپ مشہور شعراء کو دیکھیں' مشہور دانش وروں کو دیکھیں' مشہور ادیبوں کو دیکھیں الا ماشاء اللہ اکثریت دین کا مذاق اڑانے کی وجہ سے مشہور ہوئی ہے۔ ٹیلی ویژن پر وہ لوگ مسلط ہیں جنہیں پرانے زمانے میں بھانڈ اور کنجر کہا جاتا تھا اب انہیں فن کار اور اداکار اور پتہ نہیں ستارے اور سٹار کہا جاتا ہے۔ تو نام بدلے ہیں' افراد یا جنس یا سوچ نہیں بدلی۔ پرانے لوگ انہیں کنجر کہتے تھے' کنجریاں کہتے تھے' ہم انہیں فنکارائیں' اداکارائیں کہتے ہیں۔ یا پرانے لوگ انہیں بھانڈ کہتے تھے' اب انہیں فنکار یا سٹار کہا جاتا ہے۔ تو کنجروں اور بھانڈو کے سٹیٹس نہیں ہوتے۔ کنجر اور بھانڈ کا مطمع نظر ہوتا ہے کہ کسی بھی طرح دوسروں سے پیسے وصول کئے جائیں۔ ان کا کوئی عزت کا' اخلاق کا' کردار کا' کوئی معیار نہیں ہوتا۔ کامیاب کنجر وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے زیادہ سے زیادہ پیسے اکٹھا کر لے۔ کامیاب کنجری وہ ہوتی ہے جو سب سے زیادہ پیسہ کما لے۔ اب ان سے کیسے اصلاح کی توقع رکھیں؟

تیسرا طبقہ تھا علمائے کرام کا جنہیں چاہئے تھا کہ وہ ذرائع ابلاغ پہ نظر رکھتے اور برائی کو روکتے۔ وہ بجائے برائی کو روکنے کے ٹی وی کو حرام کہنے پہ لگ گئے۔ او بھائی! ٹی وی تو ایک مشین ہے ایجاد ہوگئی آپ حرام حرام کہتے رہیں تو کیا دنیا اسے روک دے گی آپ کچھ گھروں میں بین کر بھی دیں تو یہ چھ سو کروڑ لوگ' چھ ارب آبادی دنیا کی ہے جہاں جھونپڑی سے لیکر محل تک ہر جگہ ٹی وی لگا ہوا ہے اب تو بیت اللہ میں ٹیلی ویژن لگا ہوا ہے ٹی وی کیمرے لگے ہوئے ہیں مسجد نبوی ﷺ میں ٹی وی کیمرہ لگا ہوا ہے ٹیلی ویژن لگا ہوا ہے ان کی ضرورت ہے ایک ایک بندے کی حرکت پہ وہ کیمرے نگاہ رکھتے ہیں جو اندر سکرین پہ نظر آتی ہے حرم بیت اللہ میں ایک ایک بندے کی حرکت پہ ٹی وی کیمرے نگاہ رکھتے ہیں جو اپریٹر کو ہر پل کی خبر دیتا رہتا ہے کہ کوئی کیا کر رہا ہے اور یہ ضرورت ہے اس عہد کی اگر اتنا اہتمام نہ ہوتا تو ہر جگہ دھماکے ہوتے ہیں خدانخواستہ اب تک کوئی حرمین میں بھی دھماکہ کر چکا ہوتا۔ تو اس ٹی وی کی حرمت پہ آپ کیوں لگ گئے اس میں کیا حرمت داخل ہو گئی وہ تو بہت اچھا کام کر رہا ہے وہاں پر تو۔ آپ اس کے استعمال کے جائز یا ناجائز پہ بحث کرتے آپ اس پہ جو برائی پھیلائی جا رہی ہے اسے روکتے اور اس کی جگہ کوئی نیکی کی بات' کوئی حیا کی بات' کوئی تبلیغ کی بات' کوئی علم تعلیم کی بات کرتے آپ اگر صرف یہ زور لگاتے کہ کم از کم پرائمری تعلیم جو ہے اسے ٹیلی ویژن پہ کر دیا جائے اب جہاں جہاں ٹی وی پڑا ہے اگر استاد کے پاس سکول میں جا کر بچہ پڑھ سکتا ہے تو ٹیلی ویژن پہ گھر بیٹھ کر بھی بچہ پڑھ سکتا ہے۔ تو کتنی ایسی مخلوق تھی جو اس طرح سے پڑھ لیتی۔ آپ ٹیلی ویژن والوں کو مجبور کرتے بچوں کی پڑھائی کے لئے یا اگر آپ کو اگر ڈرامے ہی بنانے ہیں تو چودہ صدیاں پڑی ہیں مسلمانوں کی تاریخ کی' آپ فتح اندلس پہ ڈرامے بنائیں' آپ افریقہ کی فتح پہ بنائیں' آپ ہندوستان کی فتح پہ ڈرامہ بنائیں' آپ چین تک کو جانے والے لشکروں کی بات کریں' ایک دنیا کو مسلمانوں نے تسخیر کیا اور ظلم کو مٹا کر عدل رائج کیا' آپ اس کی بات کریں لیکن یہ تب تھا کہ جب دینی قوت یا جو حساس لوگ ہیں یا جو ذمہ دار لوگ ہیں انہیں ادراک ہوتا۔ وہ اس طرف زور لگاتے تو شاید کچھ مثبت نتائج نکل آتے' بے حیائی کا کچھ دورانیہ کم ہو جاتا اور اس کی جگہ کچھ اچھی باتیں آ جاتیں لیکن وہ ایسے سادے لوگ ہیں' انہوں نے ٹی وی کی حرمت پہ فتویٰ دے دیا۔ ٹی وی تو ایک آلہ ہے اگر آپ حرمت پہ آئیں گے تو توپ بھی حرام ہونی چاہئے' بندوق بھی حرام ہونی چاہئے' یہ ساری چیزیں تو تباہی کے لئے ہیں تو پھر یہ کیوں حرام نہیں ہیں؟ اس لئے کہ ان سے ملکی دفاع کا کام لیا جاتا ہے ورنہ چور بھی تو اسی بندوق سے اسی کلاشنکوف سے لوٹتا ہے جس

سے آپ کا سرحد پہ کھڑا ہوا سپاہی حفاظت کر رہا ہے اس سے چور بھی تو لوٹ رہا ہے۔ تو بندوق کو حرام نہ کریں اس کے استعمال کے جائز یا ناجائز ہونے پہ فتویٰ دیں تو بہرحال قرآن حکیم نے مومنین کو بھی خبردی کہ بے حیائی یا اخلاق سے یا کردار سے گری ہوئی بات کی اشاعت نہ کریں۔

اخلاق اور کردار کا معیار کیا ہے؟ سنت محمد رسول اللہ ﷺ کی اچھائی کا اور حیا کا معیار کیا ہے۔ آپ ﷺ کی سنت سے گری ہوئی بات' سنت سے گرا ہوا کردار' سنت سے ہٹا ہوا کام بے حیائی ہے' فحش ہے۔ اور فحاشی اور بے حیائی جو لوگ پھیلاتے ہیں مسلمانوں میں' وہ تو اہل دوزخ میں سے اور اہل عذاب میں سے ہیں۔ ان پر تو دنیا میں بھی پھٹکار برستی ہے' لعنت برستی ہے اور کیسی عجیب بات ہے کہ آپ نام بدلتے رہیں آپ انہیں سٹار کہہ دیں ستارا کہہ دیں لیکن کوئی انہیں شریف آدمی نہیں سمجھتا کیسی عجیب بات ہے۔ یہی اللہ کی پھٹکار ہوتی ہے ناکہ کتنے خوبصورت ناموں سے آپ لپیٹ دیں لیکن کوئی انہیں شریف آدمی نہیں سمجھتا۔ کیا دنیا میں یہ عذاب کم ہے کہ ہر آدمی اسے برا ہی سمجھے اور فرمایا دنیا میں بھی انہیں دردناک عذاب ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ یہ اتنی سی بات پہ اتنی سختی!

فرمایا:۔

واللہ یعلم۔ ان کے اثرات اللہ جانتا ہے وانتم لاتعلمون۔ تمہیں یہ شعور نہیں ہے لہٰذا اہل ایمان کو بھی یہ چاہئے کہ جہاں وہ فواحشات کو دیکھیں ان میں مصروف ہونے کی بجائے انہیں روکنے کا اہتمام کریں اور یاد رکھیں بے حیائی یا فواحشات وہ چیز ہے جو مسلمان کو یا مومن کو مغلوب کر دیتی ہے' نصرت الٰہی سے محروم کر دیتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کلمہ گو اس کے ماتحت ہو جاتا ہے جو اللہ کو مانتا ہی نہیں اور آج آپ دیکھ لیجئے کہ پوری دنیا میں عالم یہ ہے کہ مسلمان ملکوں پر کافروں کا راج ہے۔ حکومت وہیں کے مسلمان کر رہے ہیں لیکن وہ کفر کے نمائندے ہیں' نظام کافروں کا چل رہا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ میں جو تیرہ برس بسر فرمائے وہ تیرہ برس ایسے تھے جس میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہیں تھی' ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی لیکن ان تیرہ برسوں میں بھی کافروں کے قوانین اور ضابطوں کی پابندی مسلمان نہیں کر سکتے تھے۔ یہی تو جھگڑا مکہ مکرمہ میں ہوتا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ اسلام وہاں کوئی نیا مذہب آ گیا اس سے پہلے وہاں سارے ایک مذہب کے لوگ تھے اس نئے لڑائی ہو گئی ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پہلے بھی کم وبیش مکہ مکرمہ میں ہر وہ مذہب موجود تھا جو دنیا میں کہیں بھی پایا جاتا تھا بت پوجے جاتے تھے اور بتوں کی پرستش نہ کرنے والے بھی موجود تھے۔ ستاروں کے پجاری تھے' سورج کے پجاری تھے' آگ کو پوجنے والے لوگ تھے' جنوں کی پوجا کرنے والے لوگ بھی تھے' فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مان کر پوجنے والے لوگ تھے۔ انسانوں کی' جوگیوں اور پنڈتوں کی پوجا کرنے والے لوگ تھے۔ ہر طرح کے' ہر مذہب کے لوگ تھے۔ عیسائی تھے' یہودی تھے' سب کا وقت گزر رہا تھا کسی میں کوئی لڑائی نہیں ہوتی تھی لیکن جیسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان نبوت فرمایا اور جو بھی آپ ﷺ کے ساتھ ایمان لاتا اس کے ساتھ ان کی لڑائی ہو جاتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ سارے مذاہب دنیوی امور میں متفق تھے۔ عبادت اپنی اپنی کرتے تھے' عقیدہ اپنا اپنا تھا لیکن لین دین کا انداز سب کا ایک تھا۔ سارا سودی نظام تھا اس طرح عدالتی نظام سب کا ایک تھا اور جو مکے کی عدالتیں یا جو مکے کے سرپنچ فیصلے کرتے تھے سب اسی کو حق سمجھتے تھے جب کہ مسلمان ان کے اس سودی نظام کو بھی باطل کہتے تھے ان کے اس نظام عدالت کو بھی باطل اور اسی پر ان کی لڑائی ہوتی تھی کہ بھئی پہلے بھی بے شمار مذاہب ہیں مذہب اپنا اپنا رکھو' اپنے اپنے طریقہ عبادت کو رکھو لیکن ہمیں ایک جگہ رہنا ہے' ایک معاشرہ ہے جس طرح سے صدیوں سے باپ دادا رہتے آئے ہیں اس کو کیوں بدلیں گے۔ یہ ابتدا تھی اور کتنے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جب اہل مکہ نے وفود بھیجے بارگاہ اقدس ﷺ میں شرفاء مکہ جمع ہوئے اور انہوں نے کہا جی آپ اپنے مذہب پہ عمل کریں ہم اپنے مذہب پہ عمل کریں گے لیکن یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اسے آپ غلط تو نہ کہیں۔ آپ نہ مانیں آپ اپنا کرتے رہیں لیکن ہمارے کی بھی تردید تو نہ ہونی چاہئے تو آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں اپنی طرف سے نہ تائید کرتا ہوں نہ تردید مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور جو حکم اللہ دیتا ہے وہ میں بندوں تک پہنچا دیتا ہوں اور وہ میں پہنچاتا رہوں گا پھر مدینے منورہ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو جہاد کی اجازت ہو گئی۔

اذن للذین ان لوگوں کو جنہیں گھروں سے نکال دیا گیا اس لئے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے انہیں اجازت دی جاتی ہے کہ اب وہ مقابلہ کریں جہاد کریں تو مدینہ منورہ سے اٹھ کر مسلمانوں نے روئے زمین پر کافرانہ نظام کا تعاقب کیا۔ یہ مت بھولئے کہ بنوک شمشیر کسی سے کلمہ نہیں پڑھوایا جا سکتا اگر آپ کسی سے گن پوائنٹ پہ کلمہ پڑھوائیں تو اس کا اسلام اللہ کو قبول نہیں ہے اسلام جس نے اپنی مرضی سے قبول کرنا ہے وہی مسلمان ہے۔ تو جزیرہ نمائے عرب میں تو کافروں کو شکست ہوئی' یہود کو نکال دیا گیا عہد نبوی ﷺ میں' اسلام نافذ ہو گیا اور جزیرہ نمائے عرب اسلامی ریاست بن گئی۔ اب وصال

نبوی ﷺ کے بعد جزیرہ نمائے عرب سے باہر مسلمانوں کو کیا کام تھا دوسرے لوگوں سے جو اللہ کے نام سے آشنا نہیں تھے' ان سے جب انہیں تلوار سے کلمہ بھی نہیں پڑھوانا تھا' انہیں زبردستی مسلمان بھی نہیں کرنا تھا تو ملک ان کے' لوگ ان کے' پھر ان کے ساتھ مسلمانوں کا جھگڑا کیا تھا۔

سادہ سی بات کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کا پیغام ہے اور یہ ساری دنیا' ساری انسانیت کے لئے یہ کتاب ہے یہ رسول ﷺ ساری انسانیت کے لئے ہے تم بھی مان لو تو بہت اچھی بات ہے۔ تمہارا ملک ہے' تمہاری حکومت ہے' تم حکومت کرو۔ اگر ایمان نہیں لاتے ہو تو بیشک نہ لاؤ لیکن نظام تمہارا ظالمانہ ہے یہ نہیں چلے گا۔ تمہیں نوع انسانی کے وہ حقوق جو اللہ نے دیئے ہیں عوام کو دینے پڑیں گے۔ کوئی طاقت ور کسی کمزور پر ظلم نہیں کرے گا۔ کوئی کسی کا حق چھین کر نہیں کھائے گا۔ جان مال آبرو کے تحفظ کا حق ہر ایک کو حاصل ہوگا۔ وسائل پر ہر ایک کا حق ہوگا۔ وہ کہتے تھے کیسے پاگل لوگ ہو تم۔ ملک ہمارا ہے' زمین ہماری ہے' لوگ ہمارے ہیں' حکومت ہماری ہے' تم کون ہوتے ہو مشورہ دینے والے؟ تو وہ فرماتے تھے کہ نہ ملک تمہارا ہے نہ زمین تمہاری ہے نہ لوگ تمہارے ہیں۔ ملک اللہ کا ہے زمین اللہ کی ہے لوگ اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ نے انہیں زندہ رہنے کا حق دیا ہے اور تم ان سے نہیں چھین سکتے۔ اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی تو ہم تمہارا مقابلہ کریں گے اور تلوار فیصلہ کرے گی اور پھر اس پہ جہاد ہوتا تھا۔ کسی کو کلمہ پڑھانے کے لئے نہیں بلکہ جو کافر ہیں انہیں بھی وہ نظام دینے کے لئے جو بے حیائی سے پاک ہو' جو ظلم سے پاک ہو' جس میں ہر بندے کی جان مال آبرو بھی محفوظ ہو اور وسائل تک بھی رسائی ہو۔ باطل اور ظالم نظام کو مٹانے کے لئے مسلمانوں نے جہاد کیا کسی پر زبردستی اسلام مسلط کرنے کے لئے نہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا میں بے شمار نظام ہائے حیات مروج تھے ہر قوم کے مزاج کے مطابق اس کے حالات کے مطابق اس کے موسموں کے مطابق اس کے بندوں کی سوچ کے مطابق وہاں کے وسائل کے مطابق اب ایک ایسا نظام جو ہر ملک میں ہر حال میں ہر موسم میں ہر قوم ہر رنگ و نسل کو وہ فائدہ دے سکے اور سب کے لئے قابل قبول ہو ایسا کام کرنا آسان تو نہیں تھا لیکن اللہ کے بندوں کے لئے' اللہ کے لئے مشکل نہیں تھا۔ اسلام کا نظام وہ نظام حیات ہے جو اس نے بنایا جس نے بندے بنائے۔ اس نے بنایا جس نے موسم بنائے اس نے بنایا جس نے وسائل تقسیم کئے' اس نے بنایا جس نے انسانی سوچیں تقسیم کیں' اس نے بنایا جس نے انسانوں کی استعداد کار بنائی' اس نے ایسا بنا دیا کہ دنیا کی ہر قوم' ہر ملک میں ہر حال' ہر موسم میں اس پر عمل کرکے آرام و سکون سے آبرو سے اور عزت سے رہا جا سکے اور یہی وجہ تھی کہ وہ نظام دنیا پہ کامیاب ہوتا چلا گیا اس لئے کہ ہر آدمی اسے قبول کرتا تھا۔

جب قیصر کے پاس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گرامی نامہ پہنچا تو اس نے پڑھا اس میں خوبصورت سا جملہ تھا چھوٹا سا اسلم تسلیم اسلام قبول کرلو سلامتی کا راستہ اختیار کرلو تم بھی سلامت رہو گے اس جملے میں ساری حکایت پوشیدہ تھی۔ سلامتی کے راستے سے مراد تو یہ ہے کہ تم بھی انسان ہو دوسرے بھی انسان ہیں دوسروں کو ایک وقت کے کھانے کا نہ ملے اور تمہارا تخت بھی سونے کا ہو تو یہ تو سلامتی کا راستہ نہیں ہے۔ دوسرا محنت کرنے کے لئے ہو تم صرف پھل کھانے کے لئے ہو' یہ تو سلامتی کا راستہ نہیں ہے۔ دوسروں کی جان مال تمہارے اشارہ آبرو پر ہو تم جسے چاہو اسے قتل کردیا جائے یہ تو سلامتی کا راستہ نہیں ہے۔ سلامتی کا راستہ تو یہ ہے کہ اللہ کے ہر بندے کو سلامتی ملے دوسرے سے اس کے حقوق محفوظ ہوں۔ اس کی جان محفوظ ہو' اس کا مال محفوظ ہو' اس کی آبرو محفوظ ہو۔

قیصر نے خادموں کو اشارہ کیا کہ سارے دروازے اندر سے بند کردو بہت بڑا ہال تھا جس میں اس کا دربار ہوتا تھا اہل دربار جو سینکڑوں تھے اس کے جرنیل امراء وزراء مشیر سب اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے دروازے بند ہوگئے تو اس نے کہا یار میرے پاس عرب سے خط آیا ہے اور وہاں اللہ کے ایک بندے نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس نے یہ خط لکھا ہے اور میں نے یہ خط بڑے غور سے پڑھا ہے سمجھا ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سچا نبی ہے۔ میں نے پہلے انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کا بھی مطالعہ کیا ہے میں پہلے ادیان سے بھی واقف ہوں اور میں نے ان کی باتیں بھی پڑھی ہیں تو پتہ یہ چلتا ہے کہ یہ اللہ کا سچا نبی ہے اور میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہمیں اس پر ایمان لے آنا چاہئے۔ اب اس نے اتنی ہی بات کی تھی کہ اہل دربار تو بھڑک اٹھے اور وہ بھاگے باہر کی طرف دروازوں کی طرف دروازے بند تھے اس نے کہا واپس آجاؤ دروازے بند ہیں میں صرف امتحان لے رہا تھا کہ تم اپنے دین پر کتنے پکے ہو۔

اس نے کہا جہاں آج مکھی بھی نہیں گزر سکتی' پرندہ پر نہیں مار سکتا' جہاں میرا تخت رکھا ہے وہاں یہ لوگ گھوڑے باندھیں گے جن کا دین تم قبول نہیں کررہے ہو اس لئے کہ ہمارے علماء اس پہ لکھتے ہیں کہ وہ علم نجوم جانتا تھا۔ بھئی علم نجوم بھی جانتا ہوگا لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جو دین عام آدمی کی آبرو کی حفاظت کی بات کرتا ہے' جان مال کی حفاظت کی

بات کرتا ہے' اسے حقوق دیتا ہے تو ہر آدمی' ہر غریب' ہر وہ بندہ جس کے حقوق امراء نے' ظالموں نے چھین رکھے ہیں وہ اسے قبول کرلے گا اور ہم سے حکومت چلی جائے گی۔ بادشاہت تو ماننے والی رعیت کے زور پہ ہوتی ہے۔

آج یہاں بھی تو حکومتیں آپ کے دیئے ہوئے ووٹوں پہ قائم ہیں ہیوی منڈیٹ تو میں نے' آپ نے ہی دیا ہے نا...... اگر لوگ ہی نیچے سے کھسک جائیں تو حکومت کس بات پر قائم رہے گی۔ یہاں مصیبت یہ ہے کہ لوگوں میں حق کا شعور نہیں ہے' اپنا حق لینا نہیں چاہتے' یہاں کا ہر بندہ دوسروں کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ یہاں ہم ان لٹیروں کے ساتھ اس لئے شامل ہیں' ہم ان بدمعاشوں کو اس لئے ووٹ دیتے ہیں کہ ان کی وساطت سے' کسی سے کچھ ہم بھی چھین لیں۔ یہ ہمیں شعور ہی نہیں ہے کہ میرا اپنا حق محفوظ نہیں ہے' میرا اپنا حق کہاں ہے' مجھے اپنا تو ملنا چاہئے' شاید مجھے اپنا حق مل جائے تو دوسرے کے حق کی طرف دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئے' یہ شعور ہی نہیں ہے۔ ہم سوچتے یہ ہیں کہ دوسروں کا مال کیسے چھین لیں پھر اس کے لئے ہم ان بدمعاشوں کو ووٹ دیتے ہیں۔ یہ ہمیں استعمال کرکے بادشاہ بن جاتے ہیں۔ بادشاہ پہلے بھی ایسے ہی بنتے تھے لوگ ان کے پیچھے لگ جاتے تھے اور قیصر نے یہ سمجھ لیا کہ اگر لوگوں کو یہ پتہ چل گیا کہ یہ وہ نظام ہے جو عام آدمی کو زندہ رہنے کا حق دیتا ہے' جان مال آبرو کا تحفظ دیتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے تو لوگ تو ادھر چلے جائیں گے' ہم اس طوفان کو کیسے روک سکیں گے۔ اور پھر وہی ہوا کہ مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے ان کے تخت و تاج روندے گئے اس نے صحیح کہا تھا۔

آج ہمیں بھانڈوں اور کنجروں نے' بے حیائی پھیلانے والوں نے' وہ ٹی وی کے ذریعے پھیلائیں ریڈیو کے ذریعے پھیلائیں' وہ اخبار کے ذریعے پھیلائیں' وہ شعرو شاعری کے ذریعے پھیلائیں' وہ ناول اور افسانے کے ذریعے پھیلائیں' جس طرح سے بھی کوئی بے حیائی کی اشاعت کرتا ہے اس نے اس قوم کا مزاج ایسا بدل دیا کہ ہم جس خشوع و خضوع سے افسانے پڑھتے ہیں اس خلوص سے کوئی قرآن نہیں پڑھتا۔ جتنی توجہ سے ہم گانا سنتے ہیں' اتنی توجہ سے دین کی بات کوئی نہیں سنتا اور جتنا مجمع کسی بھانڈ یا کنجر کے آنے پہ جمع ہو جاتا ہے اتنا مجمع عید کی نماز پر بھی نہیں ہوتا۔ یہ ہے وہ نقصان جو بے حیائی کے پھیلانے سے امت کو اور مومنین کو اور مسلمانوں کو پہنچتا ہے۔ اے کاش کہ ہمارے اہل الرائے اور علماء حضرات اس بات کا احساس کریں اور بے حیائی کی جگہ اصلاح ہو ان اداروں کی اور وہاں سے نیکی کی بات پھیلائی جائے تعمیری کام کیا جائے پھر ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ کم از کم اپنی ذات پر۔ تو ہم نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں ہم میں سے ہر ایک پاکستان ہے میں بھی پاکستان کا ایک حصہ ہوں آپ بھی پاکستان کا حصہ ہیں پاکستان کے اس حصے پر تو اسلام نافذ کریں اس کو تو شرم و حیا سکھا دیں۔ اس کو تو سنت نبوی ﷺ کا پابند بنا دیں۔ شاید اللہ توفیق دے دے کہ میں اور آپ کوئی بڑا کام کر جائیں۔

تو یاد رکھئے! اگر بے حیائی پھیلانے والے پر دنیا میں بھی عذاب آتا ہے' آخرت میں بھی تو قبول کرنے والے کا کیا حال ہوگا۔ قرآن حکیم اگر یہ فرماتا ہے

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا۔ وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں' مسلمانوں میں' اللہ کے دین داربندوں میں بے حیائی پھیلائی جائے لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرہ ان کے لئے دنیا میں بھی اللہ کا دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔ اگر بے حیائی پھیلانے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے تو بے حیائی قبول کرنے والوں کے لئے کیوں نہیں ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم مسلمان ہونے کے باوجود کفار کے پنجہ استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے چھپن کے قریب مسلمانوں کے ملک ہیں جہاں کی آبادی کی اکثریت مسلمان ہے' جہاں کے حکمران مسلمان ہیں۔ وزیر' صدر' ساری انتظامیہ بیوروکریسی' فوج' سب مسلمان ہیں لیکن نظام سب کے پاس کافروں کا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ باون ریاستوں سے اگر امریکہ یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ بن کر پوری دنیا پر راج کر سکتا ہے تو چھپن ریاستوں سے متحدہ اسلامی ریاست نہیں بن سکتی؟ سب سے زیادہ بن سکتی ہے اس لئے کہ اسلام سب کا ایک ہے لیکن اسلام پر عمل ہو تب۔ اسلام تو کہنے کے لئے ہے عمل تو ہم سارے کافروں کے بنائے ہوئے ضابطوں پر کر رہے ہیں۔

اللہ کریم ہمیں اس کے سمجھنے کا شعور بھی عطا فرمائے اس فریب سے بچنے کی توفیق بھی دے اور اشاعت اسلام کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

یہ نہ دیکھو کہ بات کس نے کہی ہے یہ دیکھو بات کیسی کہی ہے۔ (حضرت سلیمانؑ)

دل پر مصیبتیں آنکھوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ عراقیؒ

زبان بند رکھنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ (عثمانؓ)

سحر میں پرندوں کا سبقت لے جانا تیرے لئے باعث ندامت ہے (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

فتح و نصرت صبر سے مشروط ہے (رسول اللہ ﷺ)

بروں کی صحبت سے تنہائی حد درجہ بہتر ہے۔

جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

عبادت کا مقصد

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اللہ رب العزت نے ایک وسیع کائنات جس کی حدود جس میں مخلوقات کی تعداد' جس کے عجائبات' جس کے ذخائر' جس میں مال و دولت' جس میں کھانے پینے آرام و آسائش' جس میں بے پناہ نعمتیں جن کی تعداد سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا تعداد جاننا تو ایک طرف ہے آج تک یہ کوئی نہیں جان سکا کہ کیا دنیا میں صرف اتنی ہی نعمتیں ہیں جو انسانی علوم میں آئیں یا اس سے آگے کتنی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے اور نئی نئی نعمتیں' نئی نئی راحتیں منکشف ہوتی جا رہی ہیں ایک وسیع عالم بہت خوبصورت' بہت دلربا اور ہر چیز کو اپنے اندر سمو لینے والا یہ جہاں ترتیب دیا انسان کی عارضی رہائش کیلئے۔ اور آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی کمپنیاں جہاں کوئی ڈیم تعمیر کرتی ہیں' سڑک بناتی ہیں تو اپنے آفیسرز کے لئے عارضی رہائش گاہیں بناتی ہیں۔ جس طرح آپ کی منگلا کی چھاؤنی' منگلا ڈیم بنانے والی کمپنی کے آفیسرز کی عارضی رہائش گاہ تھی اور جب ڈیم بن گیا وہ خالی کر کے چلے گئے ان کے لئے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی جسے آج تک ہمارے فوجی افسر اور دوسرے محکمے استعمال کر رہے ہیں جو بہترین گھر ہیں اسی طرح یہ دنیا انسان کی عارضی رہائش گاہ ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں جو انسان کی اصلی رہائش گاہ ہے جس طرح ان افسروں کی عارضی رہائش گاہوں کی اصلی رہائش گاہوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی لیکن جب ان کی اصلی رہائش گاہ دیکھی جائے تو وہ اس سے سو گنا اعلیٰ ہوتی ہے اسے وہ چھوڑتے ہوئے افسوس بھی محسوس نہیں کرتے اسی طرح جو انسان اپنی حقیقت کو پالے اور اپنی رہائش سے آگاہ ہو جائے اسے دنیا چھوڑتے ہوئے بھی کوئی دکھ نہیں ہوتا اسے پتہ ہے یہ دنیا اس قابل ہی نہیں کہ میں اس میں رہوں۔ لیکن یہ اتنی خوبصورت ہے کہ جب تک انسان اپنی اصلیت سے واقف نہ ہو وہ اسی کا اسیر رہتا ہے۔

اب وہ اپنی اصلیت کیسے جانے اس کے لئے رب العٰلمین نے کچھ ضابطے کچھ قاعدے عطا کرکے، انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام نے صرف ضابطے نہیں دیئے بنیادی طور پر انبیاء علیہم السلام نے نور ایمان دیا۔ جس نے انسانی قلب میں عظمت باری کو سمجھنے کا ایک شعور پیدا کیا۔ اب جب وہ عظمت باری سے آشنا ہوا۔ تو رب العالمین نے اسے کچھ ضابطے کچھ قاعدے بتائے اور بتایا کہ دنیا کی بھول بھلیوں میں کہیں دلدل ہے' کہیں گہرے غار ہیں' کہیں کھائیاں ہیں اور آدمی اس دنیا کے حسن میں' اس کی خوبصورتی میں الجھا ہوا دیوانہ وار بڑھتا کبھی دلدل میں گر جاتا ہے اور تباہ ہو جاتا ہے' کبھی کسی گہری کھائی میں' غار میں گرتا ہے۔ وہ ضابطے اور قاعدے ایسے ہیں کہ وہ انسان کو ان دلدلوں سے' ان غاروں سے' ان وحشی درندوں سے بچا کر دنیا کی اس گزرگاہ سے آرام سے نکل جانے کا راستہ دیتے ہیں۔ جسے ہم نماز روزہ حج زکواۃ فرائض واجبات حلال حرام فقہ ضابطہ قاعدہ قانون کہتے ہیں وہ یہی رہنمائی ہے کہ اس راستے سے کس طرح سے گزرنا ہے۔ جیسے کہیں سے گزرنے کے لئے چھتری چاہئے کہ وہاں ہروقت پانی ٹپکتا رہتا ہے' اللہ نے نماز کی ایک چھتری عطا کر دی کہ دن میں اگر پانچ مرتبہ یہ چھاتا نہیں تانو گے تو تم پانی سے بھیگ جاؤ گے اس طرح روزے کی ڈھال دے دی کہ بے شمار انجانے وار جو انسان پر ہوتے ہیں ان سے تحفظ کے لئے اس کے پاس ڈھال ہو جائے۔ اس طرح انسانوں کے اس نے دو طبقے پیدا فرمائے۔

اعلیٰ اور ادنیٰ' اعلیٰ طبقہ وہ ہے جو ان سب ضوابط کو اختیار کر کے راستہ بناتا ہے۔ راستے میں اگنے والی خود رو جھاڑیوں کو صاف کرتا ہے۔ کانٹے دار جھاڑیاں جو ان راستوں میں اگ جاتی ہیں اور ان راستوں پہ چلنا دشوار کر دیتی ہیں انہیں صاف کرتا ہیں وہ حقیقی انسان ہیں اور جو کمزور ہوتا ہے وہ کم از کم ان کے ساتھ ان کے پیچھے اس راستے پر گزر جاتا ہے اور اس کا نام اسلام ہے۔ خود رو جھاڑیاں کیا ہیں؟ زمانے کے وہ حالات و واقعات جو ہمارے لئے شریعت پر عمل کرنا دشوار کر دیتے ہیں' زندگی کے وہ ضابطے وہ نظام جو انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اور جو اللہ کے ضابطوں سے ٹکراتے ہیں۔ لہٰذا ان کی حیثیت خود رو جھاڑیوں کی ہوتی ہے اور انہیں ہٹانا فرض ہے اور اس عمل کو جہاد کہا گیا ہے۔

جہاد کسی فرد' کسی قوم یا کسی ذات کے خلاف نہیں ہوتا۔ جہاد برے عمل کے خلاف ہوتا ہے' برائی کے خلاف ہوتا ہے اور جب ظالم ظلم سے باز آجائے' برائی کرنے والا برائی سے رک جائے تو جہاد ختم ہو جاتا ہے۔ کسی سے اسلام منوانے کے لئے جہاد نہیں ہوتا۔ اسلام کو ماننے یا نہ ماننے کا اللہ نے آدمی کو اختیار دیا ہے۔ جہاد ہوتا ہے کہ دوسروں کے راستے میں جو کانٹے بوئے

جارہے ہیں وہ کانٹے ہٹا دیئے جائیں مثلاً" ہم اپنی بات کریں۔

پاکستان ...... پچاس سال سے چودہ کروڑ مسلمانوں کا ملک ...... حکمران مسلمان ...... رعیت مسلمان ...... بیورو کریسی مسلمان ...... فوج مسلمان ...... پولیس مسلمان ...... سارے سول محکمے اور ان پر بیٹھے ہوئے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ مسلمان ...... لیکن اسلام پر عمل کرنا محال ...... کھانے کے لئے سودی نظام' عدالت ...... غیر عادلانہ نظام پر مبنی ہے اور اس کا نام عدالت ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس میں عدل نہیں ہے' نام عدالت ہے تعلیم ...... اس کا کوئی سر پیر ہی نہیں ملتا اور بجائے رہنمائی کے آدمی کو راہ سے بھٹکانے کا کام کرتی ہے۔ سیاسی عمل کافرانہ ہے' یہودیانہ ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ عملاً" اسلام پر چلنے کی راہ میں خودرو جھاڑیاں ہیں جو ہر قدم پر دامن پکڑ لیتی ہیں' دامن پھاڑ دیتی ہیں' چلنا دشوار بنا دیتی ہیں۔ ہماری بدبختی دیکھئے کہ جو چیزیں حق پر چلنے میں رکاوٹ ہیں ہم ان میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں' ان کو اختیار کرنے میں اپنی بقا سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہماری بدنصیبی کی حد یہ ہے کہ ہم اس جھاڑ جھنکار کو کاٹتے تو کیا اسے اپنے لئے وجہ عافیت سمجھے بیٹھے ہیں۔

جس طرح کسی کو کھجلی کا مرض ہو جائے تو وہ کھجلاتے کھجلاتے اپنا جسم لہولہان کر دیتا ہے اور مزید کھجلاتا رہتا ہے اسے کھجلانے میں ہی لذت آرہی ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی پرانی ہڈی کتا چبانا شروع کر دے تو اس کے اپنے مسوڑھے زخمی ہونے سے اس کے منہ میں خون آنا شروع ہو جاتا ہے وہ سمجھتا ہے ہڈی سے ہی رس آرہی ہے وہ اس کو چباتا رہتا ہے وہی حال ہمارا ہے کہ ہم اسی جھاڑ جھنکار کو اپنے تحفظ کا سبب سمجھے بیٹھے ہیں۔ لیکن اس جھاڑ جھنکار کو کاٹنا اور اس میں راستہ بنانا ہم پر فرض ہے' فرض عین ہے جس طرح نماز فرض ہے' جس طرح روزہ فرض ہے' جس طرح نماز کے لئے وضو فرض ہے' وضو بجائے خود فرض نہیں ہے نماز کا وقت ہو گا نماز فرض ہے تو نماز کے لئے وضو کرنا بھی فرض عین ہو جائے گا اسی طرح جب راستہ مسدود کر دیا گیا ہے' شریعت پر عمل ممکن نہیں رہا تو یہ راستے کا جھاڑ جھنکار کاٹنا ہم پر فرض عین ہے۔

یہاں ایک اکثریت تو وہ ہے جس نے نماز روزے سے تبلیغ اور وظائف میں اپنی نجات سمجھ لی ہے اور وہ بے شک نیک لوگ ہیں' مخلص لوگ ہیں' بہت عبادت کرتے ہیں۔ الحمد اللہ! عبادت ہمیشہ اچھی بات ہے لیکن عبادت کی حیثیت انسانی زندگی میں کیا ہے؟ مسلمان کی زندگی میں اسلام عبادات کو کیا درجہ دیتا ہے؟ جس طرح کوئی فوج میں بھرتی ہو جاتا ہے اسی طرح کلمہ پڑھنے والا اللہ کی فوج میں بھرتی ہو جاتا ہے جس طرح فوج والے اس کی جان تک لینے کا حق رکھتے ہیں اور اسے لڑائی میں جھونک دیتے ہیں بیشک وہ مرجائے یہ معاہدہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ فرماتا ہے۔

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنتہ جو ایمان لایا اس کے ساتھ میرا سودا ہو گیا جان کا بھی' مال کا بھی۔ اس کا مال بھی میں جب چاہوں لے لوں اس کی جان بھی جہاں میں چاہوں قربان ہو جائے اور اس کے بدلے میں نے اس کا اصل گھر' حقیقی گھر اسے عطا کر دیا۔ سودا ہو گیا۔ لیکن عبادت اور نماز روزہ کس لئے ہے؟ جس طرح وہ فوجی سودا کرنے کے بعد روزانہ پریڈ کرتا ہے' آرمز ایمونیشن کی ٹریننگ لیتا ہے' رائفلیں صاف کرتا ہے تاکہ اگر کہیں سے دشمن خطرہ پیدا کرے تو وہ مقابلے میں لڑ سکے مقابلہ کر سکے اور دفاع وطن کر سکے کیونکہ صرف پریڈ کرنا اور رائفل صاف کرنا فوجی زندگی کا مقصد ہے' نہیں! یہ سارا کچھ وہ کرتا ہے۔ اگر لڑائی ہو اور کوئی فوجی کہے جی مجھ سے لڑا نہیں جاتا لیکن میری ساری زندگی کی پریڈ دیکھ لو پی ٹی دیکھ لو میری آرمز کی ٹریننگ دیکھ لو نشانہ بازی کے نتائج دیکھ لو میں فوج کے جس شعبے میں تھا اس شعبے کے متعلق میری پیشہ وارانہ تعلیم دیکھ لو تو کیا اس کو لڑائی سے رخصت مل جائے گی؟ نہیں بلکہ اس کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اس لئے کہ وہ ساری پیشہ وارانہ تعلیم اور اسلحے کی ٹریننگ اور پریڈ مطلوب نہیں تھی' وہ تیاری تھی کہ یہ سب کچھ جانتا ہو تاکہ جب ملک پر مشکل وقت آئے تو یہ کام آسکیں۔ اس طرح نماز روزے کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں اللہ کا قرب نصیب ہو اور اللہ کی تجلیات ہمارے دل میں آئیں ہماری پیشانیوں پہ سیمھم فی وجوھھم من اثر السجود ہماری پیشانیاں منور ہوں اس کے نور سے اور ہم میں ایک قوت آجائے کہ ہم اللہ کے بندے بن کر یہ جھاڑ جھنکار راستے سے ہٹا دیں اور ہم وہ مجاہد ثابت ہوں جو دوسروں کے لئے راستے پیدا کرتے ہیں۔

جب نبی علیہ الصلواۃ والسلام مبعوث ہوئے ہر راستہ مسدود تھا۔ اللہ کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو وہ عظمت دی کہ انہوں نے روئے زمین پر سے جھاڑ جھنکار ہٹا کر راستے نہیں بلکہ شاہراہیں بنا دیں۔ اگر وہ جہاد نہ کرتے' گھروں میں بیٹھ کر گوشہ نشین ہو کر پڑھتے رہتے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ دین ہم تک پہنچتا۔ یہ برصغیر ہندو وپاک یہ چین برما جاپان وامریکہ کیلفورنیا کے ساحل اور افریقہ تک اور یورپ ممالک تک کلمہ حق جاتا۔ ایک ایک قدم پر برائی کے ہمالے کھڑے تھے۔ کفر و شرک کی تندوتیز لہریں تھیں' طوفان تھے' بے حیائی کے قتل وغارت گری کے جسے انہوں نے اپنی شمشیر آبدار سے پارہ پارہ کر دیا اور نوع انسانی کے لئے

شاہراہ حیات واضح کر دی اور آج تک اربوں لوگ نور مصطفیٰ ﷺ سے اس لئے مستفید ہوئے کہ بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی جانیں نچھاور کیں تابعین تبع تابعین نے اور مجاہدین اسلام نے اپنے خون سے وہ راستے متعین کئے جن پر چل کر انسان اپنی منزل تک پہنچتا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ایک بہت بڑی تعداد کو پی ٹی پریڈ پر تو لگایا لیکن انہیں کہا کہ آپ کو جنگ میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں تم صرف پریڈ کیا کرو خواہ دشمن سارا ملک لے جائے تم صرف پریڈ کرتے کرو۔ نمازیں پڑھتے رہو' روزے رکھتے رہو' دعا کر دیا کرو اور بس ختم۔

میری ان حضرات سے گزارش ہے کہ خدا کے لئے اپنے آپ کو حقیقت سے آشنا کرو' تمہیں اللہ کا اگر زیادہ قرب نصیب ہے تو اس کی عظمت کے لئے دوسروں سے زیادہ کام کرو۔ دوسرا ایک جو نوجوان طبقہ' جن میں جذبہ جہاد تھا انہیں ڈائیورٹ کیا گیا' افغانستان جاکر لڑو وہ لڑے' کشمیر میں ضرورت ہے وہاں جاکر لڑو وہ لڑ رہے ہیں' کسووو میں ضرورت ہے' بوسنیا میں ضرورت ہے' شیشان میں ضرورت ہے' الجزائر میں ضرورت ہے' ارٹیریا میں مسلمانوں کو تکلیف ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس قوم کے فرزند ان تمام ممالک کی زمینوں پہ جاکر شہید ہوئے اور پیوند خاک ہو گئے' قربانیاں دیں' جہاد کیا اور کر رہے ہیں لیکن ان غریبوں کو یہ نہیں سوچنے دیا گیا کہ کشمیر میں ہم پر جہاد بعد میں فرض ہے پہلے پاکستان میں ض ہے۔ جس گھر میں آپ رہتے ہیں اس کو آگ لگ گئی ہے اور آپ کہتے ہیں پڑوسیوں کی دیوار گر رہی ہے ذرہ ان کی خبر لو۔ بھائی! یہ گھر کی آگ تو بجھاؤ وہ تو شاید گرے گی' نہیں گرے گی یا گر رہی ہے تو وہ خود بھی تو وہاں پانچ چار ہیں تو تم اپنی آگ کیوں نہیں بجھاتے ہو؟ کشمیر میں اگر قتل وغارت گری ہوتی ہے تو کیا یہاں قتل نہیں ہوتے؟ کشمیر میں عزتیں لٹتی ہیں تو کیا یہاں عزتیں محفوظ ہیں؟ کشمیر میں زیادتی ہوتی ہے تو کیا یہاں امن قائم ہے؟ اگر نہیں ہے تو کشمیر تو ہندوؤں کے قبضے میں ہے لیکن کتنے ظلم کی بات ہے کہ یہاں حکومت مسلمانوں کی ہے اور وہ کام ہو رہا ہے جو ہندوؤں کے مقبوضہ علاقوں میں بھی نہیں ہو رہا۔ کشمیر میں اگر ظلم ہو رہا ہے تو کشمیر کافروں کے پنجہ استبداد میں ہے لیکن یہاں جو اقتدار میں ہیں وہ خود کو پارسا ثابت کرنے کے لئے روزانہ بیت اللہ کا چکر لگاتے ہیں اور جہاز بھر کر حج پر اور عمرے پر جا رہے ہوتے ہیں اور روضہ اطہر کا دروازہ کھلوا کر اندر داخل ہوتے ہیں' بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلوا کر اندر داخل ہوتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اسی بیت اللہ میں تین سو چھیاسٹھ بت بھی تھے' کیا وہ بت جنتی ہو گئے تھے بیت اللہ میں پڑے پڑے؟ نرا بیت اللہ میں داخل ہونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت اور غلامی شرط ہے ورنہ ابوجہل بھی مکہ میں رہتا تھا وہیں مرا اور بدر میں دفن ہوا۔ بدر کے تاریخ ساز میدان میں ابوجہل بھی دفن ہے۔ بدر وہ میدان ہے جو انقلاب اسلام کی بنیاد ہے۔ تو کیا بدر میں دفن ہونے سے ابوجہل کو نجات ہو گئی؟ کئی گنا زیادہ عذاب ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ابی تھا' مر گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ اللہ نے منع کر دیا کہ اس کے لئے آپ ﷺ دعا نہیں فرمائیں گے۔

اور میں ایسے موذی کو بخشوں گا بھی نہیں۔

وہ مدینے میں رہا' نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا' جنگ وحضر میں رہا' نمازیں پڑھتا رہا' مسلمان ہونے کا دعوی بھی کرتا ہے لیکن اللہ نے فرمایا جھوٹ بولتا تھا۔ اندر سے اسے آپ ﷺ کی غلامی قبول نہیں تھی اور ایسے موذی کے لئے آپ ﷺ دعا بھی نہ فرمایئے۔ منع کر دیا کہ نہ آپ ﷺ ایسے لوگوں کا جنازہ پڑھیں گے اور نہ کبھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں گے اور نرا مدینے جانا کوئی مقصد نہیں رکھتا۔ جو لوگ وہاں گئے ہیں کیا انہوں نے کبھی مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ میں کتے پھرتے ہوئے نہیں دیکھے؟ میں نے تو وہاں گدھوں کو اسی آواز میں ہنہناتے سنا ہے جس آواز میں یہاں ہنہناتے ہیں۔ گدھا گدھا ہی رہتا ہے۔ مکہ اور مدینہ کی برکات ان کے لئے ہیں جن کے دل پر غلامی محمد رسول اللہ ﷺ کی مہر ہے۔ تو یہ خالی دوڑ دوڑ کر کے مدینے تو جاتے ہیں انہیں شرم نہیں آتی کہ جب روضہ اطہر کا دروازہ کھلوا کر تم اندر داخل ہوتے ہو تو حکم یہ ہے اور اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قبر اطہر ﷺ پہ حاضر ہونے سے حضور ﷺ خود اس بندے کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ انہیں شرم نہیں آتی کہ ان کی بات حضور ﷺ سنتے ہوں گے یہ کیا بتاتے ہوں گے کہ مساجد میں لاشوں کے ڈھیر ہیں' عدالت جانے والا قتل ہو جاتا ہے لوگوں کی عزتیں لٹ رہی ہیں اور انصاف بک رہا ہے اور لوگ سود کھانے پر مجبور ہیں (اب تو انہیں سود بھی نہیں ملتا) اور لوگ ان جوہڑوں سے پیاس بجھاتے ہیں جن میں ساری رات جنگلی سور لیٹتے ہیں ان کو اس حال میں مبتلا کر کے' اور امریکہ کے یہودی کے سامنے انہیں بتالیس ارب ڈالر میں رہن رکھ کے' آپ ﷺ کی امت کو یہودیوں کا غلام بنا کر ہم آپ ﷺ سے دعا کروانے آئے ہیں مرزا غالب نے کہا تھا۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

کروڑوں مسلمانوں کو مبتلائے عذاب کر کے پھر وہاں جا کر دعا کا کہنا یہ وہ جسارت ہے بارگاہ نبوی ﷺ میں جانا یہ وہ گستاخی ہے جس کے نتیجہ کا تب پتہ چلے گا جب میدان حشر ہو گا' اللہ کی عدالت ہوگی اور جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام یہ پوچھیں گے کہ خدایا' ان سے اب سوال کر یہ کیا مجھے چڑانے آتے تھے؟ یہ تو ایک وہ طبقہ ہے جو ہم پر بطور عذاب مسلط ہے انگریز اس ملک پر اللہ کا عذاب تھا اللہ کی رحمت بن کر نہیں آیا تھا۔ ہمارے بڑوں سے' ہماری پہلی نسلوں سے کوئی ایسی غلطی ہوئی کہ اللہ نے انگریز کو بطور عذاب ہم پر مسلط کر دیا۔ وہ چلا گیا اور اس کی جگہ آج کے حکمران اللہ کا عذاب ہیں اس ملک پر۔ لیکن اس عذاب کو قائم رکھنے والے ہم ہیں جو اس کی مخالفت نہیں کر رہے یہ جھاڑ جھنکار بن چکے ہیں۔ یہ ایسے مسلمان ہیں کہ شاہ حسین مرگیا' مسلمان بادشاہ تھا اس کی موت پر مسلمان خاموش ہیں یہودی رو رہے ہیں۔ او! وہ تو مسلمان تھا تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہتے ہیں نام تو مسلمانوں کا تھا کام ہمارا کرتا تھا ان کا معیار بھی یہی ہے اخبار نویسوں بزرگوں نے بڑی لمبی باتیں لکھیں جی بل کلنٹن تلاش کر کے نواز شریف کو ملا۔ نواز شریف کو بیٹی کا رشتہ دینے کے لیے ملا...... اس لیے کہ نواز شریف ان کا کام کر رہا ہے اس لئے کہ چودہ کروڑ مسلمانوں کو یہویوں کے قرضے تلے دباتا چلا جائے۔ اس کی حکومت سے پہلے بتیس ارب ڈالر قرضے تھا اب دو سال میں بیالیس ارب ڈالر ہو گیا۔ دس ارب ڈالر' دس سو کروڑ ڈالر دو سال میں جو قرضہ نواز شریف حکومت نے لیا ہے مجھے کوئی آدمی اٹھ کر بتائے اس میں سے کون سی پائی تم تک پہنچی ہے؟ کسی آدمی کو کوئی چیز سستی ملی ہے؟ کسی آدمی سے کوئی ٹیکس کم ہو گیا ہے؟ کسی آدمی کو تعلیم میں کوئی فائدہ ملا؟ اور اب ماشاء اللہ پندرہ ارب ڈالر مزید قرضہ منظور ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم پر ستاون سو کروڑ قرضہ ہو جائے گا جو ہم نے نہیں لیا' ہم لے نہیں رہے' ہم تک پہنچ نہیں رہا تو پھر بل کلنٹن کیوں نہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملے۔ جو اپنی قوم کو یہودیوں کے ہاتھوں اونے پونے بیچ رہا ہو۔

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

پوری قوم بیچ دی اور کتنی سستی بیچی! نسلیں رہن رکھ دیں...... تو بل کلنٹن تو ڈھونڈ کر ملے گا بھائی۔ لیکن یاد رکھو! اس صورت حال کے ذمہ دار میں اور آپ ہیں۔ ہم جو نیکی کا دعویٰ کرتے ہیں' پارسائی کا دعویٰ کرتے ہیں' بڑے مجاہد ہونے کے دعوے کرتے ہیں' ہم پر فرض عین ہے کہ ہم اس ملک میں اسلام پر عمل کے راستے میں' اسلام کے نفاذ کے راستے میں جو جھاڑ جھنکار اگ گیا ہے اسے صاف کریں اور یہ تب ہو گا جب ہم اللہ کی عظمت سے آشنا ہوں گے اور یہی مقصد حیات ہے کہ اپنی زندگی میں عظمت الٰہی کو ہم سمجھ سکیں' اپنی ذمہ داری کو ہم سمجھیں اور اسے پورا کرنے کے لئے اپنی جان قربان کریں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم حکومت کو ہٹا دیں گے' ہم نہیں سمجھتے کہ ہم تبدیلی لے آئیں گے' ہم نہیں سمجھتے کہ ہم نظام بدل دیں گے لیکن الحمدللہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم خود قربان ہو کے رہیں گے اور ہمیں مارنا آسان نہیں ہوگا۔ ہم کسی دم درود سے' کسی تعویز دھاگے سے' کسی آوارہ بندوق کی گولی سے مرنے والے لوگ ثابت نہیں ہوں گے۔ نامعلوم قاتل انشاء اللہ ہمیں نہیں مار سکیں گے۔ ہم میدان میں مریں گے اور ماریں گے بھی۔ ملک پہ یا دین نافذ ہو گا اور یا ہم دین کا نام لینے والے دین کے نام پر قربان ہو جائیں گے۔ اور یہ کوئی کسی خفیہ ایجنسی سے چھپا کر ہم یہ بات نہیں کرتے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ہم نے کہہ دیا ہے انشاء اللہ ہم اپنے وقت کا فیصلہ خود کریں گے اور حکمرانوں کو ہمارے پیچھے آنے کی تکلیف نہیں کرنا پڑے گی۔

ان سے ہماری ملاقات اسلام آباد میں ہوگی انشاء اللہ۔ اور ہر' ہر اس نوجوان کے لئے ہماری دعوت ہے جو خود کو مسلمان کہلواتا ہے اس پر فرض عین ہے کہ اس کافرانہ نظام کو مٹانے کے لئے اب میدان جہاد میں اترے۔

اسلامی معلومات

- زکوۃ دو ہجری میں فرض ہوئی
- شراب تین ہجری میں حرام قرار دی گئی
- حضرت لوط کے شہر سدوم کو فرشتوں نے الٹ دیا تھا
- حضرت ادریس کو خدا نے سب سے پہلے علم نجوم عطا کیا
- شب معراج کی رات حضور ﷺ براق پر سوار ہو کر معراج کیلئے تشریف لے گئے تھے۔

توجہ فرمائیے

ماہنامہ المرشد نہ ملنے کی شکایت اور سالانہ چندہ درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

پتہ:۔

ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ ۵۴۷۷۰

سند

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ اذا جاء ک المنفقون قالو الشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھدان المنفقین لکذبون○ اتخذو ایمانھم جنتہ فصدوا عن سبیل اللہ انھم ساء ما کانو الیعملون○ ذلک بانھم امنو اثم کفروا فطبع علٰی قلوبھم فھم لایفقھون○ اذا رایتھم تعجبک اجسامھم وان یقولو تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحتہ علیھم ھم العدو فاحذرھم قتلھم اللہ انی یوفکون○ واذا قیل لھم تعالو یستغفر لکم رسول اللہ لووا روسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون○ سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لایھدی القوم الفسقین○ سورۃ المنافقون

الحمد اللہ! رب کریم نے حیات مستعار میں ایک اور رمضان المبارک نصیب فرمایا اور اس میں جمعتہ الوداع کی حاضری کی سعادت بخشی۔ رمضان المبارک بجائے خود اتنی برکات کا حامل ہے کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ جمعہ کی فضیلت اور پھر رمضان المبارک کا آخری جمعہ جبکہ آخری دس دنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جہنم سے برات کی سندیں لٹائی جاتی ہیں۔ اولہ رحمتہ اوسطہ مغفرۃ واخرہ اتق من النا او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت عامہ کا ہوتا ہے دوسرا بخشش اور تیسرا عشرہ جنہیں رمضان نصیب ہو ایمان واحتساب کے ساتھ ان کے لئے دوزخ سے رہائی کے پروانے جاری کئے جاتے ہیں۔ حضرات! ہم ثواب اور جنت کی بے شمار نعمتوں کی باتیں بڑے شوق سے سنتے ہیں لیکن ایک بات جو ان سب کی بنیاد ہے وہ بھول جاتے ہیں۔ اگر اللہ نے یونہی سیدھا سادھا کسی کو جنت میں رکھنا ہوتا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد انسانوں کو جنت میں آباد فرما دیتا اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا مخلوق بھی اس کی اپنی تھی جنت بھی اس کی اپنی ہے اور اسی کی رہے گی بڑی سادہ سی بات تھی کہ آدم علیہ السلام کو اولاد آدم کو جنت میں بسا دیتا۔ جنت بجائے خود کیا ہے؟ کیوں جنت میں جایا جائے گا؟ جنت کی اپنی کوئی حیثیت نہیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی رضا کی سند ہے۔ جنت کی ساری قیمت اس لئے ہے کہ جنت کا ملنا اللہ کی رضامندی کی دلیل ہے اور جنت وہ مقام ہے جہاں اللہ کے بندے اللہ کو روبرو دیکھیں گے۔ جنت مقصود اس لئے ہے کہ رضائے باری کی دلیل ہے اور جنت کی نعمت یہ ہے کہ وہاں دیدار ہوگا۔ باقی سارے لوازمات جو آپ سنتے ہیں وہ صرف جتنا کسی بندے کا عہدہ اور مرتبہ ہوتا ہے اس کے مطابق اس کی رہائش کا اہتمام کیا جاتا ہے تو اہل جنت سارے اللہ کے نزدیک وی وی آئی پی ہیں ان کی رہائش کا اہتمام ان کی جائے قیام ان کا طعام ان کی غذا ان کے لباس وہ ساری چیزیں اس معیار کی ہیں جیسا اللہ کریم کسی کو خصوصی اہمیت دے کر دینا چاہتا ہے۔ میں نے جیسے عرض کیا کہ جنت دلیل ہے اللہ کی رضامندی کی اور اس کی نعمت یہ ہے کہ جنتی اللہ کو روبرو دیکھیں گے۔ اپنے جمال کو ان لوگوں کے لئے اس نے مختص کر دیا جن میں اس کی طلب

اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظلم جبر اور کفر کے نظام کے خلاف بر سر پیکار تنظیم الاخوان کا ترجمان ماہنامہ الاخوان ٹائم

جس کا عزم

جب تک چند لٹیرے ہیں میرے وطن کو گھیرے
اپنی جنگ رہے گی اپنی جنگ رہے گی

کے لئے ملک بھر کے تمام اضلاع سے نامہ نگار تجزیہ نگار مضمون نگار اور ایجنٹ حضرات درکار ہیں تنظیم الاخوان سے متعلق حضرات بھی رابطہ کر سکتے ہیں

منجانب ایڈیٹر
الاخوان ٹائم لاہور

ہو۔ اس کے لئے شعور دیا' فہم دیا' ادراک دیا' قلب عطا فرمایا اور زمین پہ بھیج دیا۔ غلط ہے جو کہتا ہے دنیا کچھ نہیں۔ دنیا بڑی مزے دار بڑی خوبصورت اور بڑی لذیذ ہے۔ جنت کے بعد اگر کوئی چیز مزے دار ہے تو پھر وہ دنیا ہی ہے اور یہ اتنی مزے دار ہے کہ لوگوں سے اس نے جنت کا تصور چھین لیا' اپنے میں مصروف کر لیا۔ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں یہ دنیا مزے دار نہیں ہے۔ ان کے اپنے دنیوی حالات دیکھو تو دنیا کو سمیٹتے سمیٹتے ان کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ طلب دنیا میں دو جہانوں کو لوگ نیلام کئے بیٹھے ہیں۔ دنیا میں اقتدار کی آرزو' مال و زر کی خواہش اور دنیا کی لذتوں سے محبت یہ انسان کی ایسی کمزوریاں ہیں کہ اس پر وہ آخرت کو' دیدار باری کو' لقائے الٰہی کو جنت کو' سب کو بیچ کر بیٹھ رہتا ہے۔ دنیا میں اتارنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس ذات نے ہر ایک پر خود کو منکشف کرنا پسند نہیں فرمایا۔ فرمایا! میری عطا اپنی جگہ لیکن تم میں اہلیت نہ ہو' استعداد نہ ہو' تمہارے پاس کوئی عمل نہ ہو یا تم میں یہ آرزو تو ہو کہ میں اللہ کو دیکھوں اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر میں تمہیں اپنے دیدار سے کیوں مشرف کروں۔ اب یہ آرزو جو ہے لقائے الٰہی کی' عشق الٰہی کی' محبت الٰہی کی اس کا میدان یہ دار دنیا ہے۔ یہاں بے شمار نعمتیں ہیں' اقتدار و اختیار ہے۔ ہر آدمی کے پاس کچھ نہ کچھ اقتدار و اختیار ہے۔ ہر بندے کے پاس اپنے گھر پر' اپنی بیوی' کہیں نہ کہیں کسی کا تسلط ہے۔ کسی کا ایک ملازم پر' کسی کا دس پر۔ ہر آدمی نے اپنی جگہ ایک حکومت بنائی ہوئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سڑکوں پہ جھاڑو دینے والوں کی کوئی حیثیت نہیں لیکن اگر آپ قریب جا کر ذرہ غور سے دیکھیں تو ان میں بھی ایک جمعدار بنا ہوتا ہے اس کی حکومت ان پر بھی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ خانہ بدوش بڑے آزاد ہیں آپ ان کے پاس بیٹھ کر دیکھیں تو ان میں بھی ایک سردار بنا ہوا ہوتا ہے۔ دوسرے گداگر کے جو کچھ لاتے ہیں پہلے اس کے قدموں میں ڈھیر کرتے ہیں۔ ہر جگہ اقتدار کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے ہر آدمی اپنی بساط کے مطابق لذائذ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کیا اللہ نے ساری لذتوں سے روک دیا کہ صرف میری محبت کرو۔ نہیں! وہ بڑا کریم ہے اس نے کہا! یہ ساری نعمتیں میں نے تمہارے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ ان سے انجائے کرو' اچھا کھاؤ' اچھا پہنو اچھا گھر بناؤ' اچھی گاڑی رکھو' موج کرو حکومت کرو لیکن ایک بات ہے کماؤ ویسے جیسا کمانے کا سلیقہ میں بتاتا ہوں لوٹو نہیں اور جو حلال میسر ہو اس کے اندر رہ کر جتنے آرام سے رہ سکتے ہو رہو دوسرے کا حق نہیں چھینو۔ جتنی ضروریات ہیں تمہارے وجود کی' گھر بناؤ شادیاں کرو بچے پالو لیکن ہر کام کا میں تمہیں ایک راستہ بتاتا ہوں۔ یہ اس کا کرم ہے وہ چاہتا تو مشکل راستے بتاتا یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے زندگی کے سب سے سہل اور صحیح راستے بتائے۔ چوری کرنا' رشوت لینا' لوٹ کر پیسہ جمع کرنا اتنا مشکل ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک خوف' ایک دہشت بدنامی کی' بے عزتی کی اور باز پرس کی ایک ایک پیسے کے ساتھ آتی ہے۔ ہم نے رشوت خوروں کو خودکشی تک کرتے دیکھا ہے۔ لوٹ مار کے پیسے والوں کو اپنی جان لیتے بھی دیکھا ہے' ایسی دہشت مسلط ہو جاتی ہے۔ حلال میں کتنا سکون ہے کہ تھوڑا بھی ہو تو آدمی آرام سے سو تو جاتا ہے اسے یہ ڈر تو نہیں ہوتا کہ کوئی میرا پلہ کھینچے گا کہ تم میرا حصہ کھا گئے۔ اسی طرح جنس دنیا میں لڑائی کا سبب ہے اس نے جنسیات کو وہ رخ دیا کہ وہ خاندانوں کے تعلقات اور محبتیں بڑھانے کا سبب بن گئی۔ روکا نہیں ہر کام کے کرنے کا خوبصورت سلیقہ دے دیا۔ اب اتنی سی بات پہ اس نے اپنی محبت اٹکا دی کہ تم موج کرو' آرام سے رہو' آسان زندگی اختیار کرو لیکن میری اطاعت کے اندر اور اس پر میں اپنا آپ تم پر منکشف کر دوں گا۔ ساری کائنات میں صرف انسان ہے جسے دیدار باری ہونا ہے کوئی فرشتہ ملا الاعلیٰ کا فرشتہ بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ کبھی اسے دیدار باری نصیب ہوگا صرف انسان ایک ایسی مخلوق ہے اس لئے کہ صرف انسانوں میں نبوت ہے فرشتوں میں نبوت و رسالت نہیں ہے جنوں میں نبوت و رسالت نہیں ہے اور کسی مخلوق میں نبوت و رسالت نہیں ہے اور ذات وصفات باری سے آگاہی کا راستہ صرف نبوت ہے جو بنی آدم کو عطا ہوئی ہے اس لئے بنی آدم میں انسان میں وہ قوت اللہ نے رکھ دی ہے کہ یہ اس کے جمال جہاں آرا سے سیراب ہو سکے۔ باقی مخلوق کے لئے اگر وہ کم سے کم تر' تھوڑے سے تھوڑا بھی کہیں سے ذات باری سے حجاب سرکا دے تو کائنات ختم ہو جائے کسی میں قوت برداشت نہیں۔

فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکاً"۔ تھوڑی سی تجلی طور پر پڑی تو چٹانیں سرے میں تبدیل ہو گئیں جمال باری کی لذت کیا ہے یہ کوئی نہیں جان سکتا

ذوق ایں مے بخدا نہ شناسی تانہ چشی

وہ ان لوگوں سے پوچھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں دے دیں اور جنہوں نے نزع کے عالم میں بھی یہ کہا کہ بھئی زندگی کا مزا اب آیا۔

تبلیغ کے نام پر کچھ کفار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دھوکے کے ساتھ کچھ صحابہ کو لے گئے پھر انہیں دھوکے سے شہید کر دیا کفار گھات لگا کر بیٹھے تھے۔ صحابہ کرام تھوڑے تھے' لڑے لیکن شہید ہو گئے۔ کچھ گرفتار کرکے کفار نے اہل مکہ کو فروخت کر دیئے۔ ان شہید ہونے والوں میں ایک شہید ایسا تھا کہ مخالف نے نیزہ مارا جو اس کے سینے

کی پسلیوں کو توڑتا ہوا پشت سے نکل گیا اور اس شہید ہونے والے کے منہ سے نکلا فزت برب الکعبتہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ قاتل حیران ہو گیا' اس نے کہا عجیب بات ہے مشرک سارے شرک کے باوجود رب کعبہ کی قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولتے' ویسے بھی عربوں کو جھوٹ سے چڑ تھی' کوئی نہیں چاہتا تھا کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں۔ آپ نے سنا ہو گا حبشہ کے دربار میں جب ابو سفیان کو جواب دینا پڑا تو انہوں نے کہیں جھوٹ نہیں بولا اس واسطے کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے جھوٹ بولنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کمال ہے یار! یہ رب کعبہ کی قسم کھا کر جان دے رہا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا سینہ پھٹ گیا' پشت سے نیزہ باہر نکل گیا' مارنے والا کہتا ہے میں کامیاب ہوا لیکن مرنے والا اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا وہ شخص وہاں سے مدینہ منورہ کو دوڑ پڑا۔ اطلاع پہلے آچکی تھی۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دیکھا تو دوڑے بارگاہ رسالت ﷺ میں' ان میں سے ایک آدمی آرہا ہے حکم ہو تو گرفتار کر لیں۔ فرمایا نہیں! گرفتار کرنے یا قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب خود آرہا ہے تو اسے آنے دو۔ اتنا ظلم کرنے کے بعد تم کیوں آئے ہو؟ جی حضور ﷺ! میں جانتا تھا کہ ہم نے ظلم کیا ہے' میں مجرم ہوں' اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ اس کی سزا صرف موت ہے لیکن مرنے سے پہلے مجھے وہ فلسفہ بتا دیجئے جس نے اس بندے کو کامیاب کر دیا۔ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ اس کا سینہ شق ہو گا اور کہتا ہے فزت برب الکعبہ۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ تو وہ بات جب حضور ﷺ نے سمجھائی تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔

لذت قرب الٰہی کیا ہے؟ اس کا تب پتہ چلتا ہے جب اس کی طلب پیدا ہو اور یہ طلب عطا کرتا ہے اللہ کا رسول ﷺ۔ استعداد ہر قلب میں ہے کل مولد یولد علیٰ فطرۃ ہر پیدا ہونے والا فطری استعداد لے کر آتا ہے۔ اب اس کے سینے میں چراغ بھی ہے اس میں تیل بھی ہے اس میں بتی بھی ہے لیکن روشنی تب دے گا جب کوئی اس کا چراغ روشن کرے گا۔ اور وہ چراغ ہوتا ہے نبی۔ انبیاء علیہم السلام کا قلب اطہر اتنی روشنی لئے ہوئے ہوتا ہے کہ امت کے ایک ایک فرد کا سینہ روشن کر سکے۔ آقائے نامدار ﷺ امام الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کی روشنی ساری انسانیت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر قیامت تک آنے والے انسانوں کی ضرورت سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ لیکن دنیا کی محبت میں جو کھو گئے' ان لذتوں سے ناآشنا ہوئے انہوں نے کفر کی راہ اپنائی' انکار کیا۔ ایک مومن ہوتا ہے ایک کافر ہوتا ہے اور تیسرا طبقہ کافر سے بدتر ہوتا ہے جو منافق کہلاتا ہے۔ منافق وہ ہوتا ہے جو دنیوی مفادات کے لئے یا اپنے فائدے کے لئے اسلام کو بھی اختیار کر لیتا ہے اور دنیوی لذتیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نام کا مسلمان ہوتا ہے کردار کا کافر ہوتا ہے۔

اس سورۃ کا نام ہی سورۃ المنافقون ہے جس کی میں نے آج جمعتہ الوداع کو پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ سب سے خطرناک مرض یہ ہے کہ جب تک کسی مرض کو' اس کی علامات کو' وہ کیوں پیدا ہوجاتا ہے اور اس کا علاج کیا ہے نہ جانا جائے آدمی خطرے میں رہتا ہے۔ کم از کم وہ جانتا تو ہو تو یہاں فرمایا!

اذا جاءک المنفقون قالو انشھد انک لرسول اللہ اے میرے حبیب ﷺ جب منافق آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں فرماتا ہے واللہ یعلم انک لرسولہ اللہ بھی یہ بات جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے رسول ہیں لیکن

واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون۔

اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ یہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں یہ نہیں کہ آپ ﷺ رسول نہیں آپ ﷺ رسول ہیں یہ آپ ﷺ کو نہیں مان رہے زبانی کہہ رہے ہیں جھوٹ بول رہے ہیں آپ اندازہ کیجئے کوئی منافق ایسا نہیں تھا جو نماز چھوڑ دیتا ہو اگر چھوڑتا تھا تو تب ہی چھوڑتا تھا جب اسے کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ مسجد نبوی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ لیتے تھے نماز' گھر میں بھی پڑھ لیتے تھے' عبادات کرتے تھے تو پھر اور کیا کمی رہ گئی؟ فرمایا!

اتخذوا ایمانھم جنتہ۔ انہوں نے ایمان کو ڈھال بنا رکھا ہے ایمان کے پیچھے چھپ کر کرتے کیا ہیں؟

فصدوا عن سبیل اللہ زندگی کا جو نظام رب نے دیا ہے اس سے روکتے ہیں۔ اصل آزمائش یہ تھی کہ دنیا میں تمہیں اس انداز سے رہنا ہے' تمہیں اس انداز سے کمانا ہے' تمہیں اس انداز سے خرچ کرنا ہے' کہہ دیا جاتا ہے تا بڑے مزے سے کہ اسلام کا معاشی نظام بھی اب ساتھ نہیں دے سکتا' اس کی Implementation ممکن نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے نظام ہائے معاش ہیں' ہر ایک میں کمانے کی کچھ شرائط ہیں۔ اس طرح کما سکتے ہو' جو کمایا ہے اس پر حکومت کا ٹیکس ہے' اس پر اتنا حکومت کو دینا ہے' اس کے بعد جو بچتا ہے وہ تمہارا ہے۔ اسے سڑک پر رکھ کر آگ لگا دو وہ تمہارا ہے۔ واحد معاشی نظام ہے اسلام کا

جو ایک ایک پائی کمانے سے لیکر ٹیکس ادا کرنے کے بعد، خرچ کرنے تک آدمی کے ساتھ جاتا ہے کہ یہاں خرچ کرو، یہاں مت خرچ کرو۔ دنیا کا دوسرا معاشی نظام اس قدر رہنمائی نہیں کر سکتا جتنا اسلام کا معاشی نظام کرتا ہے اور پوری دنیا میں جہاں جہاں معیشت مضبوط ہے وہاں انہوں نے معاش کا کوئی نہ کوئی اسلامی اصول اپنا رکھا ہے۔ غیر اسلامی اصولوں سے معاش مضبوط نہیں ہوتی۔ تو منافق کرتا کیا ہے نمازیں پڑھتا ہے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے، اذانیں کہتا ہے، منافقین جہاد پر بھی حضور ﷺ کے ہم رکاب رہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اس مشکل ترین وقت میں بھی ساتھ رہے گو چھپتے رہے بھاگتے رہے لیکن ساتھ تو چلتے رہے۔ مگر جب بات آتی تھی نظام حیات کی، معیشت کی، سیاست کی، عدالت کی، قانون کی، جزا و سزا کی، حقوق و فرائض کی تو وہ کہتے تھے نہیں یار یہ نہیں چاہئے یہ صحیح نہیں ہے۔

فصدوا عن سبیل اللہ۔ وہاں وہ رکاوٹ بن جاتے تھے اللہ کے دین کے لئے اللہ کے راستے کے لئے۔ انھم ساء ما کانو یعملون فرمایا یہ بہت ہی برا کر رہے ہیں ذلک بانھم امنوا یہ اس لئے ہوا کہ یہ مسلمان تو ہوئے ایمان تو لائے ثم کفروا پھر یہ اپنے کردار کے سبب کفر کی گود میں دھنس گئے۔

فطبع علی قلوبھم۔ ان کے دلوں پر اللہ نے مہر کردی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے کے بعد مومن جب کوئی خطا کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، توبہ کرتا ہے تو اللہ کریم اسے دھو دیتے ہیں، صاف کر دیتے ہیں لیکن اگر مسلسل گناہ ہی کرتا چلا جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ جب سارا دل تاریک ہو جاتا ہے پھر عذاب الٰہی کی صورت میں اس کے دل پر مہر کردی جاتی ہے پھر اس سے توبہ کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے اس لئے فرمایا:۔

فھم لا یفقھون۔ یہ بدنصیب جو ہیں یہ سمجھنے کا شعور بھی نہیں رکھتے کہ کسی کی بات ہی سمجھ لیں۔ جب دل پہ مہر لگ جاتی ہے تو بھلے برے کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ [illegible] ناصح کی نصیحت موثر نہیں ہوتی، کوئی قرآن کی تلاوت اثر نہیں کرتی، کوئی کسی کی دعا اثر نہیں کرتی پھر وہ ایسا بن جاتا ہے پتھر کا دل کہ اس میں وہ شعور و فکر آتا ہی نہیں۔

اذا رایتھم تعجبک اجسامھم جب تو انہیں دیکھے تو بڑے تگڑے نظر آتے ہیں وان یقولو تسمع لقولھم اور جب بولتے ہیں تو آپ ان کی بات سنئے جس طرح خالی لکڑ بجتی ہے نا، اندر اس طرح بولتے ہیں۔ کانھم خشب مسندۃ جیسے اندر سے لکڑ خالی ہو جائے تو بولتی ہے اس طرح بولتے ہیں۔ ان کی باتوں میں نہ سرور ہوتا ہے، نہ قوت ہوتی ہے، نہ طاقت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ حق نہیں ہوتیں اور جو کچھ کہہ رہے ہوتے ہیں اس پر خود بھی انہیں یقین نہیں ہوتا۔ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں، غلط کہہ رہے ہیں تو جس بات پہ بندہ خود کنونس Convince نہ ہو وہ دوسرے کو کس طرح اعتماد سے کہہ سکے گا۔

یحسبون کل صیحتہ علیھم فرمایا نفاق کی ایک مصیبت یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں ہر مصیبت ہمیں پر آنے والی ہے۔ یعنی زندگی عذاب ہو جاتی ہے، سکون غارت ہو جاتے ہیں، لحہ لحہ ڈرتے رہتے ہیں اور بڑی عجیب بات ہے کہ حکومت واقتدار ہوتا ہے ان کے پاس تو بھی ڈرتے ہیں، کمزور ہوتے ہیں تو بھی ڈرتے ہیں، اکیلے ہوتے ہیں تو بھی ڈرتے ہیں، لاؤ ولشکر کے ساتھ ہوتے ہیں تو بھی ڈر ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ اپنے حبیب ﷺ کو رب العلمین مطلع فرما رہے ہیں۔

ھم العدو میرے حبیب ﷺ یہ آپ ﷺ کے دشمن ہیں فاحذرھم ان سے ہوشیار رہئے۔ ھم العدو فاحذرھم یہ دشمن ہیں آپ ﷺ کے آپ ﷺ ان سے ہوشیار رہئے۔

قتلھم اللہ انی یوفکون اللہ انہیں تباہ کرے یہ کس راستے پہ چل پڑے ان کا پھر یہ حال ہو جاتا ہے۔

واذا قیل لھم تعالو ایستغفر لکم رسول اللہ جب انہیں کہا جائے کہ بھئی اب بھی آجاؤ اللہ بڑا کریم ہے اس کا رسول رحمتہ اللعالمین ﷺ ہے اللہ کی بات مان لو اللہ کے نبی علیہ السلام کی بات مان لو پھر بھی بخشش پا جاؤ گے۔ لووا رءوسھم وہ اپنا سر پھیر کے چل پڑتے ہیں۔ ورایتھم یصدون تو اے مخاطب تو دیکھتا ہے کہ وہ پھر بھی اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے روکنے کی کوشش میں ہی لگے ہوئے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اسے قبول کرتے، حضور ﷺ کا دیا ہوا راستہ اپناتے، آپ ﷺ ان کے لئے دعا فرماتے، اللہ ان کو مغفرت کرتا، نہیں وہ کہتے ہی نہیں بھئی! اس شرط پر دعا منظور نہیں ہے

وھم مستکبرون اور اپنی اکڑ اپنا تکبر وہیں رکھتے ہیں۔

ہم اپنی عملی زندگی میں دیکھیں ہمیں بہت سی شکایتیں ہیں اس بات سے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہر مصیبت ہم پر ہی آتی ہے لیکن ہم دیکھیں تو ہوتا کیا ہے۔ صفائی کرنے والے چند چوہڑوں نے اتنی جسارت کی کہ انہوں نے اسلامی ریاست میں اللہ کے رسول ﷺ کی توہین کی۔ پرچہ

درج ہوا' عدالت میں گیا' سیشن جج نے سزائے موت دے دی' اس لئے کہ آئین پا ن میں اس کی سزا موت تھی۔ ہماری حکومت اور ہمارے حکمرانوں نے بھرپور طریقے سے دفاع کیا۔ کئی سالوں کے سزائے موت کے قیدی جو اپیلوں کے ہائی کورٹس میں منتظر بیٹھے تھے ان کی تاریخیں نہ نکلیں لیکن ان چوہڑوں کی ایک ہفتے میں تاریخ بھی نکل آئی' انہیں بری بھی کر دیا گیا' انہیں دس دس ہزار ڈالر فارن کرنسی بھی دی گئی اور انہیں باہر کے ملکوں میں آباد بھی کیا گیا۔ اس کے بعد ہمارے صدر صاحب عمرے پر اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے چلے گئے۔ یہی ہے نا

اذا جاء ک المنفقون قالوا نشھدانک لرسول اللہ یہ شہادت دیں گے فرمایا واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھدان المنفقین لکذبون

کتنے لوگ ہیں ملک میں جن کا سارا سال ہی رمضان ہے ان کے پاس کھانے کو بھی نہیں' علاج کے لئے نہیں ہے' پینے کا پانی نہیں ہے' ایک سروے کے مطابق ملک کی مجموعی آبادی میں سے ستر فیصد کے پاس پینے کا صاف پانی نہیں ہے لیکن حکمران شب قدر کے لئے جہاز لے کر اور اپنی فوج ظفر موج لے کر حرم کو چلے جاتے ہیں۔ پیسہ کس کا خرچ ہوتا ہے؟ اس کا جو دوائی کی ایک گولی کے لئے ترس رہا ہے۔ خون غریب کا ہے۔ جس کے پاس پینے کا پانی نہیں ہے' جو اس جوہڑ سے روزہ افطار کرتا ہے جس میں رات کو جنگلی خنزیر لیٹتے ہیں اور اسی سے وضو کر کے تہجد پڑھتا ہے' اس کے پاس وضو کا پانی وہی ہے' پینے کا پانی وہی ہے' ٹیکس اس نے دیئے' محنت اس نے کی' مزدوری اس نے کی اور یہ لوٹ کے مال پر' حرام معیشت پر' سودی نظام پر' یہ نہیں جانتے کہ سود کے پیسے سے حج نہیں ہو گا؟ انہیں نہیں پتہ کہ غریب کی دولت ہے؟ ارے' انہیں حج مقصد نہیں۔ مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو دکھایا جائے کہ ہم اتنے نیک ہیں کہ ہم حرم سے ہو آئے ہیں۔ وہ پابندیاں تو تب ہوں کہ رزق حلال ہو یا وسائل جائز ہوں۔ جب مقصد اللہ کی رضا ہو۔ مقصد اللہ کی رضا نہیں ہے۔ لیکن اس کی سزا کیا ہے؟ مسلمان کے پاس صرف ایک بات ہے اور وہ ہے شفاعت محمد رسول اللہ ﷺ ہماری نمازیں ریاکاری ہو سکتی ہیں۔ ہمارے روزے غیر مقبول ہو سکتے ہیں' ہماری عبادتیں (مالی یا جانی) رد ہو سکتی ہیں لیکن شفاعت پیامبر ﷺ رد نہیں ہو سکتی وہ ایک دولت ہے ہمارے پاس نجات کے لئے' دیدار باری کے لئے بھی' جنت کے لئے سارا سرمایہ مسلمان کے پاس صرف اور صرف شفاعت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ باقی جو مزدوری ہم کر رہے ہیں وہ ہماری ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس میں کتنا خلوص ہے۔ کتنی کھری ہے اس کی کیا قیمت پڑے گی تو اللہ معاف کرے اس کی دی ہوئی توفیق ہے کہ ہم کچھ اٹھک بیٹھک کر لیتے ہیں ورنہ ہمیں تو وہ لذت نصیب ہی نہیں جو عبادات میں ہونی چاہئے۔ ہمارے سجدے بے ذوق' ہماری نمازیں بے کیف اور ہمارے جہاد ریاکاری لئے ہوئے ہوتے ہیں ہمارے پاس ایک ایک دولت ہے' الحمدللہ! شفاعت رسول اللہ ﷺ لیکن اگر منافقت آجائے اور حصول اقتدار کے لئے اسلام کا نام استعمال کیا جائے' حصول زر کے لئے استعمال کیا جائے' اسلامی ضابطوں کو روند دیا جائے تو اللہ فرماتے ہیں ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے۔

سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم۔ اے میرے حبیب ﷺ اگر تو بھی ان کے لئے دعا کرے میں انہیں معاف نہیں کروں گا۔ اور اس سے بڑی کسی محرومی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

اس سے بڑی محرومی کا کوئی تصور نہیں ہے کہ کسی کے حق میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت بھی بے اثر ہو جائے' بس بات ختم ہو گئی۔ اور یہ کافر کے لئے نہیں کہا جا رہا' یہاں کافر کا تذکرہ نہیں ہے' کافر کے لئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے ہی نہیں وہ تو پہلے سے منع ہے۔ بات ان کی ہو رہی ہے جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور کرتے وہ ہیں جو اللہ اور اللہ کے دین کے خلاف ہے۔ ہم رمضان کی برکات کی بات کرتے ہیں' جنت کی بات کرتے ہیں' حور و قصور کی بات کرتے ہیں' اپنی رکعتوں کو ستر گنا سے ضرب دیتے ہیں' ہزار گنا سے ضرب دیتے ہیں ثواب بڑھاتے' یہ سب خوش فہمیاں ہیں جن میں ہم مبتلا ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ کریں۔ بندے کو کم از کم اپنی ذات سے تو مخلص ہونا چاہئے۔ جب پاس آنے والے جو بھلائی کی امید لے کر آتے ہیں انہیں ہم دھوکے میں گرفتار کر کے شاباش شاباش کر کے واپس بھیج دیں گے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ دیانت داری نہیں ہے۔ دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ پورے خلوص کے ساتھ کھری بات بتائی جائے اور اگر محراب و منبر سے بھی مصلحت پوشی ہو گی تو نتائج یہی ہوں گے جو ہم بھگت رہے ہیں۔ اسلام کا راستہ کافر نہیں روک سکتا۔ دنیا کی کوئی کافر طاقت نفاذ اسلام کی راہ نہیں روک سکتی۔ اگر مسلمان نہ روکے' اگر کافروں کے پاس سکت ہوتی تو صحرائے عرب میں اسلام کو دفن کر دیا ہوتا۔ کافر روک سکتے تو بدر میں اسلام کو دفن کر دیتے۔ کافر روک سکتے تو مدینہ طیبہ کی اینٹ اینٹ اکھیڑ کے لے جاتے۔

تلک الایام نداولھا بین الناس۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے اللہ کریم کا اصول ہے دن پھرتے ہیں بہت ہو چکا اب انشاء اللہ

احیائے اسلام کی گھڑی ہے اور دنیا کی وہ طاقتیں جو یہاں کفر کو قائم رکھنا چاہتی ہیں انشاء اللہ ان کے ممالک میں بھی اسلامی ریاستیں بنیں گی۔ ابھی تو روس سے صرف اسلامی ریاستیں آزاد ہوئی ہیں انشاء اللہ روس میں بھی اسلام پھیلے گا۔ امریکہ فضول محنت کر رہا ہے امریکہ اگر بچا سکتا ہے قائم رکھ سکتا ہے تو اپنے لوگوں کو کفر پر قائم رکھنے کی محنت کر لے' اس میں بھی وہ ناکام ہو گا اور انشاء اللہ امریکہ میں بھی اسلامی ریاستیں بنیں گی۔ احیائے اسلام ہو گا اور روئے زمین پر پھر اللہ کا دین سربلند ہوگا' نافذ ہوگا اور منافقین کو شکست ہوگی۔ جو دین کے نظام کی راہ میں روڑہ بنے ہوئے ہیں نمازیں پڑھنے کے باوجود حج اور عمرے کرنے کے باوجود خود کو مسلمان کہلانے کے باوجود۔ فصدوا عن سبیل اللہ اللہ کے راستے سے اللہ کے نظام سے جو روکتے ہیں وہی منافق ہے۔ منافق کے سر پر سینگ نہیں پھوٹ آتے۔ اس کی کوئی دم نہیں ہوتی۔ کردار ہوتا ہے اور منافق کا کردار یہ ہے کہ وہ عبادات میں چاہتا ہے کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو بھی راضی کر لوں اور معاملات میں دنیا ساری بھی سمیٹ لوں۔ منافق وہ محروم القسمت ہے جس کے پاس مقابلے کی سکت نہیں ہے اس لئے کہ اس کے پاس تو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بھی نہیں ہے باقی اس کے پاس بچا کیا تو جو شفاعت پیامبر ﷺ سے بھی محروم ہو اس کے پاس طاقت نہیں ہوتی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری وفاؤں میں خلل آگیا ہے ہم نے زندگی سمجھوتے پہ گزارنا شروع کر دی ہے موہوم امیدوں پہ اور چھوٹے چھوٹے موہوم مفادات پہ۔

آپ نے دیکھا جب الیکشن ہوتے ہیں میں بھی دیکھتا ہوں لوگ ووٹ دینے کے لئے بدمعاشوں کو غنڈوں کو بے دینوں کو بدکاروں کو پسند کرتے ہیں۔ کئی لوگوں سے بات کی کیوں کرتے ہو ایسا؟ او جی دیکھیں جی آپ فلاں تو وہ مولوی ہے وہ کیا کرے گا ہمارا چوکی تھانے جانا پڑا تو یہ بندہ کیا ساتھ دے گا اور وہ ایسے لوگ ہیں جن کا باپ دادا چوکی تھانے نہیں گیا وہ خود کبھی نہیں گئے شاید انہیں کبھی جانا بھی نہیں پڑے گا' بے ضرر قسم کے لوگ' انہیں بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ کیوں ڈرتے ہیں؟ اس لئے کہ ان کے پاس بھی شفاعت رسول ﷺ نہیں ہے۔ اگر ادھر وفا کر لی ہوتی ادھر کا اندیشہ ختم ہو جاتا۔ یہ جو ہم ڈرتے ہیں نا ان منافقوں سے' بدکاروں سے اور پھر ان کے پیچھے چلتے ہیں ان کے دروازے پہ بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں اور انہیں اقتدار دلانے کا سبب بنتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری وفاؤں میں خلل آگیا۔ ہمیں بھی معیت رسول ﷺ نصیب نہیں جسے نصیب ہوتی ہے' وہ غیر اللہ سے نہیں ڈرتا صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔ رمضان کی گھڑی تو قبولیت کی گھڑی ہے' توبہ کی گھڑی ہے' جنت لٹ رہی ہے' بٹ نہیں رہی لٹائی جا رہی ہے' دیدار باری کے لئے فہرستیں بن رہی ہیں' لوگوں کے نام لکھے جا رہے ہیں' لوگوں کو سندیں مل رہی ہیں اور سند ملنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس آدمی کو ان امور کی توفیق مل جاتی ہے جو دیدار باری کے لئے کرنے چاہئیں یہی ثواب ہے یہی اجر ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بدر میں جو لوگ میرے ہم رکاب تھے وہ جو جی چاہے کریں ان پر جنت واجب ہو گئی۔ اب اس حدیث پر جب شارحین حدیث بحث کرتے ہیں تو سوال آجاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی کہ جو چاہیں کریں۔ کفر کر لیں شرک کر لیں' جو چاہیں کریں پھر اس میں تو کفر شرک بھی آگیا اور اللہ فرماتے ہیں کہ کافر اور مشرک کی کبھی بخشش نہیں ہوئی یہاں بخشش کا وعدہ ہے تو پھر وہ جواب یہ دیتے ہیں' بدر میں شمولیت کے باعث ان کے مزاج ایسے ڈھل گئے کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے ہی نہیں جو اللہ کو پسند نہ ہو یعنی انہیں جنت کی چٹھی مل گئی اس لئے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو اللہ کو پسند نہ ہو۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر امت میں اختلاف پیدا ہو اور اہل بدر میں کوئی ایک بندہ زندہ ہو یا موجود ہو' ساری امت دوسری طرف متفق ہو جائے اس کی رائے مختلف ہو تو عمل اس کی رائے پہ کیا جائے۔ یعنی امت میں اہل بدر کے زمانے میں دوسرے بھی کم پائے کے لوگ تو نہیں تھے' اکابر صحابہ تھے' مہاجر و انصار تھے' اس طرف بھی اللہ کے بڑے مقبول بندے تھے لیکن فرمایا تمہیں دھوکا لگ سکتا ہی بدر والے کو نہیں۔ اس لئے کہ اسے جنت کی چٹھی مل چکی ہے اس کی رائے وہی ہوگی جو اللہ کو پسند ہے لہٰذا اس کی رائے پر عمل کرنا۔

تو آخری عشرہ رمضان میں یا جمعۃ الوداع میں جسے چٹھی مل جائے گی اس کے پاس ڈیل ہو گی کہ اس کی پسند اللہ کی پسند کے تابع ڈھل جائے گی۔ اگر یہ کام ہو گیا تو سمجھ لو چٹھی جیب میں ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر شاید اگلے رمضان تک کون ہو گا پھر یہ لوٹ سیل جنت کی کب لگے گی کب یہ پروانے تقسیم ہوں گے کب یہ موسم آئے گا' زندگی وفا کرے گی یا نہ کرے گی یا خدا خبر ہمارے گناہ اتنے بڑھ جائیں گے کہ توبہ کی توفیق سلب ہو جائے۔ میرے بھائی اس سے پہلے توبہ کر لو اور اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ سیدھا کرو۔ خود بات کرو یا رب العلمین کے ساتھ۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کا ہر بندہ اس سے بات کرے۔ اس سے بات کرو اس سے کہو رو کر کہو گڑگڑا کر کہو کہ یا اللہ میرے پاس کچھ بھی نہیں سب تیرا ہے۔ لیکن تو نے جو دیا ہے وہ میں تیری ہی راہ پہ لگانے کا عہد

کرتا ہوں۔ تو نے جان دی ہے تو نے عقل دی ہے' علم دیا ہے' صحت دی ہے' مال دیا ہے' اولاد دی ہے یہ تیری راہ پہ لگانے کا عہد کرتا ہوں۔

میں بات کر رہا تھا وہاں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جلسہ تھا ہمارا' بارش ہو گئی' دین کا کام ہے سڑک سے اٹھ کر مسجد میں چلے گئے' بات ہو رہی تھی تو ایک آدمی جلسے کے بعد اٹھ کر میں منبر سے ابھی اٹھا نہیں سرگوشی کرنے کے لئے آیا جیسے لوگوں کی عادت ہے ہمارا بھی مزاج بن چکا ہے میں سمجھا کہ یہ بھی آیا ہو گا میرے لئے فلاں دعا کر دیں لیکن اس نے ایسا نہیں کہا اس نے میرے کان میں کہا حضرت میرے آٹھ بیٹے ہیں مجھے یاد رکھئے گا' جس دن جان دینے کی ضرورت پڑے گی تو میں ساتھ آؤنگا آٹھ بیٹے جان دیں گے۔ ایسے لوگ ہوتے ہیں خریدار جنت کے' اللہ کی رضا کے۔ اس نے کہا جی میرے آٹھ بیٹے ہیں کبھی موقع آجائے تو مجھے نہیں بھولئے گا مجھے پہلے بتایئے گا انشاء اللہ میں ساتھ آؤنگا میرے آٹھ بیٹے وہاں جان دیں گے میں نے کہا یار ساری دنیا تو ہم سے بچوں کی زندگی کی دعائیں کراتی ہے کیسا عجیب آدمی ہے یہ موت تلاش کرنے کے لئے آیا ہے کہ مرنے کی سبیل بتاؤ' موقع بتاؤ' جگہ بتاؤ' کہاں مرنا ہے۔ پتہ نہیں کس رمضان میں اسے سرٹیفکیٹ مل گیا ہو گا۔ مفت میں تو بات نہیں کر رہا تھا۔ کسی عشرے میں اسے سند مل گئی جنت کی ورنہ یہ بات نہ سوچتا کہ میں میدان میں ہوں اور میرے آٹھ بیٹوں کی لاشیں میرے سامنے تڑپیں اللہ کی راہ میں۔ تو یہ موقع ان سندوں کے حصول کا ہے اس فہرست میں اپنا نام لکھوانے کا ہے۔ اور الحمدللہ ہم پر اللہ نے عجیب احسان کیا ہے بہت عجیب جس سے شاید ہزار کوشش کے باوجود دنیوی زندگی میں شاید ہم نہ سمجھ سکیں۔ اس نے جو ہمیں ایسا شیخ دے دیا جس نے چودہ صدیوں کے فاصلے لپیٹ کر ہماری بارگاہ رسالت سے آشنائی کرائی

جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی
مرا با جان جاں ہمراز کر دی

کتنا عجیب احسان ہے اس کا کہ اس زمانے کے لوگ' اس نظام میں رہنے والے لوگ' اس سود خور لعنتی نظام کے اسیر' برطانیہ کے نو آبادیاتی نظام کے بوجھ تلے دبے ہوئے لوگ' بارگاہ نبوت کی بات کرتے ہیں' برزخ کی بات کرتے ہیں' عالم امر کی بات کرتے ہیں۔ ایک دیہاتی بدوی زندگی گزارنے والا آدمی جس کے پاس نہ بنگلہ نہ کوٹھی نہ کار نہ کوئی مال و زر نہ کوئی دولت نہ عہدہ نہ رتبہ نہ کوئی سیاسی اقتدار نہ وقار ایک عام آدمی لیکن اتنا امیر کہ اس نے مشت غبار کو عشق رسول اللہ ﷺ عطا کر دیا دنیا کی دلدل میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو کلبوں سے پکڑ کر تہجد پہ کھڑا کر دیا' جمال الٰہی کا طالب بنا دیا۔ اس ایک نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیں ہم نہیں کر سکتے یہ ممکن ہی نہیں۔ ہم نے کیا دیا اپنے شیخ کو؟ کچھ نہیں! ساری زندگی لیتے رہے اور دو عالم لیتے رہے۔ عجیب بات ہے دنیا بھی انہی سے مانگتے تھے دین بھی انہی سے' دیا تو کچھ بھی نہیں۔ یہ ساری محنت کیوں کی حضرت نے؟ چلنے سے معذور ہو گئے تو ویل چیئر پہ سفر فرمایا۔ جہازوں تک ویل چیئر پہ لے جائے جاتے تھے۔ کیا ضرورت تھی' پیسے بھی نہیں لینے کسی سے۔

ایک جلسے کے لئے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا گیا اور میں ہمرکاب تھا بس میں بیٹھ کر ہم گئے بہت معرکتہ الآرا جلسہ تھا اور بڑا ہجوم تھا مناظرے کی کیفیت بن گئی تھی۔ کوئی عالم جرات نہیں کر رہا تھا وہاں گئے جس گھر ہم ٹھہرے اس نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو تو ایک چارپائی دری دی اور مجھے زمین پر لیٹنا پڑا۔ حضرت کے لئے دو تازے پھلکے اس نے بنا لئے لیکن مجھے باسی روٹی کھانی پڑی بڑا زور دار جلسہ ہوا' رات گزری' صبح واپسی کے لئے تھوڑا سا فاصلہ تھا پکی سڑک تک لوگ ساتھ آئے۔ بس میں جب بیٹھ گئے حضرتؒ بھی اور میں بھی انہوں نے دس دس کے دو نوٹ میری مٹھی میں دیئے۔ مجھے بڑا عجیب لگا گاڑی چل پڑی تو میں نے حضرت سے کہا بیس روپے بھی وہ دے گئے ہیں کمال لوگ ہیں ان کا اتنا بڑا کام ان کا ہوا تھا جلسہ بھرا ہوا تھا کوئی مولوی آ نہیں رہا تھا' سفر بھی اتنا کیا' کھانے کو روٹی بھی نہیں ملی' بستر بھی نہیں ملا' یہ بیس روپے دے دیئے فوراً" آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' کہنے لگے! تم کیا سوچ رہے ہو ارے بے وقوف ان کا احسان ہے کہ اس کام کے لئے انہوں نے ہمیں بلا لیا اور کتنی بڑی بات ہم نے اللہ کے دین کی کر دی۔ نہ ملی روٹی نہ سہی رات بسر ہو گئی نا بستر کے بغیر مر تو نہیں گئے۔ یہ بیس روپے بھی دے رہے ہیں یہ بھی مدد ہو گئی کرائے میں کیا عجیب لوگ تھے کہ یہ ان کا احسان ہے یہ وہ کیوں دیتے کوئی ان کا دین ہے دین تو ہمارا ہے ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ نے ہمارے ذمے لگایا ہے ہم جانتے تھے کام کرنا ہے' ہمیں خبر نہیں تھی ہم کہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتایا' آنے کا موقع دیا' بات کرنے کے لئے سٹیج مہیا کیا' اللہ کا شکر ادا کرو یہ تو مفت میں وہ بیس روپے دے گئے۔

آپؒ فرماتے تھے (اللہ آپ پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) کہ میں سنگریزے جمع کر رہا ہوں اس امید پر کہ پتھروں میں ہیرے بھی ہوتے ہیں۔ یہ درد' یہ فکر' یہ شعور' یہ صرف ان کا عطا کردہ ہے۔ اب اس کا تقاضا یہ ہے یہ جو اللہ نے احسان کیا' توبہ کی توفیق بخشی' شیخ کامل کی صحبت نصیب فرمائی' اپنی ذات کا ذکر نصیب فرمایا اور فیضان نبوتؐ کی وہ انتہا کر دی کہ جس کا تصور اس سلسلے سے باہر اس دور میں ممکن نہیں' اس

کے شکر ادا کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ ہم اس کی زمین پر اس کا نظام نافذ کریں' صرف یہی راستہ ہے۔

اور یاد رکھیں نفاذ اسلام کے لئے آپ کو بنیادی طور پر جس اسلحے کی ضرورت ہے وہ شب بیداری' تہجد' تلاوت قرآن' اور ذکر الٰہی ہے۔ یہ بنیادی ضرورت ہے اس کے بعد مادی وسائل ہیں۔ جس قدر مادی وسائل اللہ مہیا کرے ضرور جمع کریں تاکہ اس کام کے لئے اپنے سرمائے میں سے صرف کر سکیں۔ اپنے وقت میں سے وقت صرف کریں' بولنے کی توفیق اللہ نے دی ہے اس لئے اپنی تقریر کی قوت کو استعمال کریں۔ اور بنیادی طور پر سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ راتوں کو اللہ سے راز و نیاز سے باتیں کریں۔ اس سے کہیں اللہ! میں ویسے ہی بے وقوفوں کی طرح اٹھ کھڑا ہوا ہوں' میں کچھ بھی نہیں ہوں' کرکے تو نے ہی دینا ہے' میں اگر کوئی سرمایہ دے رہا ہوں تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس میں برکت تو نے ہی دینی ہے' اپنے وسائل کو حلال سے آشنا کریں' اپنے آپ پر اسلام نافذ کرلیں پھر اس کی قوت آپ کو شب بیداری سے' ذکر الٰہی سے اور اللہ کے سجدوں سے نصیب ہوگی۔ تہجد وہ نماز ہے جو نبی کریم ﷺ نے جہاد کے سفر میں بھی نہیں چھوڑی ابتدائے اسلام میں تہجد فرض تھی۔ شب معراج کو نماز پنجگانہ فرض ہوئیں تو تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن حضور ﷺ نے پوری زندگی اس پر دوام فرمایا اور ہمیشہ تہجد ادا فرماتے رہے سفر میں بھی حضر میں بھی میدان کارزار میں بھی تہجد آپ ﷺ نے جہاد کے سفروں میں بھی چھوڑی نہیں زندگی بھر تہجد حضور ﷺ نے چھوڑی نہیں۔

ایک صحابی وضو کروا رہے تھے پانی ڈال رہے تو عرض کرنے لگے (موقع سے فائدہ اٹھاتے تھے یہ لوگ بڑے عجیب لوگ تھے) یا رسول اللہ ﷺ! مجھے جنت میں بھی ایسی رفاقت چاہئے جیسی آج ہے)۔ میں آپ ﷺ کی خدمت کر رہا ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا پھر میری مدد کرو۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی کیا مدد کروں؟ فرمایا! تہجد کبھی نہ چھوڑنا۔

تو میں صرف آپ سے اتنی بات کہوں گا کہ راتوں کو عبادت سے خالی مت جانے دو۔ ذکر پہ اتنی محنت کیجئے جتنی آپ کر سکتے ہیں۔ قرآن کو محض ثواب کے لئے نہیں' نظام حیات کے طور پر پڑھیئے۔ اور اسے سمجھئے' اسے اپنایئے اور اسے نافذ کیجئے اور ایک بات جو میں ہمیشہ کرتا ہوں یہ ہے کہ انشاء اللہ یہ ملک قائم رہے گا اس پر اسلام نافذ ہوگا اور اس ملک پر نافذ ہو کر روئے زمین پر پھیلے گا اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ اس کی سعادت ہے جس کو اس میں شراکت نصیب ہو جائے۔ تو آج تو بٹ رہی ہیں سندیں اور بٹتی رہیں گی ہلال عید نظر آنے تک' اپنی جگہ مختص کرایئے' اپنے لئے جنت میں پلاٹ خریدیئے گھر بنایئے' جگہ بنایئے' اپنے گھر کے لئے' اپنے بچوں کے لئے اپنے دوستوں کے لئے' اپنے احباب کے لئے' اپنے والدین کے لئے' اپنی اولادوں کے لئے۔ چونکہ جنت لٹائی جا رہی ہے لیکن ملے گی تب ہی جب ہم اللہ کے راستے میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور کر دیں۔

فصدوا عن سبیل اللہ اللہ کی راہ کی رکاوٹیں ہٹانا پڑیں گی اس میں کوئی راضی رہے اس کی پسند کوئی ناراض ہوتا ہے اس کی پسند۔ اللہ کی رضا سب کی رضامندی پہ مقدم ہے میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے لئے کیا کریں۔ سب ایک دوسرے کے لئے دعا کیا کریں کہ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ انشاء اللہ کسی دنیا کی طاقت کے خوف کے بغیر بڑی واضح بات ہے کہ یہ ملک رہے گا اور اس پر اسلام نافذ ہوگا۔ طاقتیں ہمیشہ دو ہوتی ہیں جو روکنا چاہتا ہے وہ اپنا زور لگا کر دیکھ لے اس کی طاقت بھی دیکھی جائے گی۔ اس لئے کہ اس طرف اللہ کی طاقت ہے اس کے مقابلے میں جو آئے گا خائب و خاسر ہوگا۔ شہادت بہت بڑا رتبہ ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ زندگی بھر جس کے دل میں یہ تمنا نہیں پیدا ہوئی کبھی کہ میں شہید ہو جاؤں فقد مات موتہ الجاھلیہ وہ اس موت مرا جو میرے مبعوث ہونے سے پہلے لوگ مرتے تھے۔ لیکن میں اپنا حال کہتا ہوں عجیب بات ہے مجھے شہادت سے زیادہ اس بات کی آرزو ہے کہ شہادت بھی تب ملے جب اس ملک پر نفاذ اسلام دیکھ لوں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ شہادت کے لئے دعا کیا کرتے تھے الھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک فی بلد حبیب اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت دے لیکن اپنے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے شہر میں دے۔ تو لوگ ان کے جو قریبی ساتھی تھے صحابہ کبار وہ مسکرا پڑتے تھے کہ امیرالمومنین آپ کیا دعا کرتے ہیں یہاں مدینہ منورہ میں آپ کو شہید کرنے کون آئے گا۔ اللہ نے ان کی سن لی اور محراب نبوی ﷺ میں جہاں حضور ﷺ امامت کرایا کرتے تھے وہاں شہید ہوئے۔

حضرت سعدؓ ایک معرکہ میں زخمی ہو گئے اور اتنے شدید زخم تھے کہ جانبر ہونے کی امید نہیں تھی نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے ان کا خیمہ مسجد نبوی کے صحن میں لگوا دیا کہ ان کی زندگی کا اعتبار نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ میں نے دعا کی ہے؟ حضور! جان تو وہیں میدان میں نکل گئی ہوتی میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ بنو قریظہ حضور ﷺ کی مخالفت

ڈاکٹر خالد غزنوی

طب نبوی ــــ قبض

قبض کے مسئلہ کو نبی ﷺ نے جس شاندار سائنسی طریقہ سے حل فرمایا ہے طب جدید آج بھی اس سے بہتر لائحہ عمل تجویز نہیں کر سکی جس پر عمل کرتے ہوئے قبض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حفظ ماتقدم

انہوں نے اوقات خوراک متعین فرما کر معدہ اور آنتوں کے Gastro Colic Reflex سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ جیسے کہ نہار منہ شہد کا استعمال ان کی اپنی روزمرہ کی عادت تھی۔ انہوں نے ریشہ دار غذاؤں پر اصرار فرمایا۔ ان چھنے آٹے کی تاکید فرمائی

"اپنے دسترخوان کو سبز چیزوں سے مزین کرو۔"

یہ ایک جامع ارشاد ہے۔ "جو" پیٹ میں اتنا پھوک پیدا کرتا ہے کہ آنتوں میں اخراج کا عمل خیروخوبی سے و ع پذیر ہوتا رہے۔

علاج بالغذا

قبض کی ابتدائی حالتوں میں انہوں نے ادویہ کی بجائے کھانے پینے کی چیزوں کو دوا کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں۔

(جب ان کے پاس کسی کو لایا جاتا کہ اس کو بھوک نہیں لگتی تو ارشاد ہوتا کہ اس کو "جو" کا مفید دلیا کھلایا جائے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ پیغمبری عطا کی ہے۔ یہ پیٹ کو اس طرح صاف کر دیتا ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی اپنے چہرے کو پانی سے دھو کر اس سے غلاظت کو اتار دیتا ہے)

یہ ایک بڑی خوبصورت مثال ہے کیونکہ "جو" میں باریک ریشہ کثیر مقدار میں ہوتا ہے یہ پیٹ میں جا کر پھولتا ہے اور آنتوں میں بوجھ کی کیفیت پیدا کر کے اجابت کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ "جو" میں لحمیات کے اجزاء بھی ہوتے ہیں "جو" جسم کو توانائی مہیا کرتے ہیں۔ اگر کسی کو کمزوری کی وجہ سے قبض محسوس ہو رہی ہو تو "جو" کھانے سے اس کا مداوا بھی ہو جائے

نبی کریم ﷺ نے انجیر کی یہاں تک تعریف فرمائی کہ اسے جنت کا میوہ قرار دیا۔ ان کی زبان مبارک سے حضرت ابوذرؓ روایت فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ "انجیر کھایا کرو۔ اگر مجھ سے کہا جائے کہ کیا کوئی پھل جنت سے زمین پر آسکتا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں! یہی ہے۔ یہ بلاشبہ جنت کا پھل ہے۔ اسے کھایا کرو کہ یہ بواسیر کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور گنٹھیا میں مفید ہے)۔

اسی مضمون کی حدیث ابوبکر ابن الجوزی نے حضرت ابو الدرداءؓ سے بھی روایت کی ہے۔ قرآن مجید نے اسے اتنی اہمیت دی کہ اسی کے نام پر ایک سورت نازل فرمائی اور پھر اس کی قسم کھا کر اس کی افادیت اشکارا فرمائی۔

حدیث شریف کے مطابق یہ بواسیر کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بواسیر پرانی قبض، جگر کی خرابیوں اور پیٹ کے آخری حصہ میں خون کی نالیوں میں دوران خون ست پڑ جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ان کا علاج ہے تو مطلب یہ ہوا کہ انجیر قبض کو دور کرتی ہے۔ جگر کے لئے مصلح ہے اور خون کی نالیوں میں دوران کو درست کرتی ہے۔

بھارتی ماہر ادویہ ندکارنی اور ابن البمطار نے انجیر کو مقوی۔ دافع قبض قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں انجیر کی ساخت میں دودھ کی شکل کا ایک سیال ہوتا ہے۔ جو طبی طور پر قبض کشا ہے۔ انجیر میں موجود چھوٹے چھوٹے دانے پیٹ میں جا کر پھول جاتے ہیں۔ ان کا اسبغول کی مانند پھولنا بھی قبض کو دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی خوراک میں کدو اور مسور کی دال خاص طور پر شامل ہوتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں پھوک رکھنے کے علاوہ قبض کشا ہیں۔ بلکہ کدو میں اضافی فضیلت یہ ہے کہ وہ دماغ کو طاقت دیتا۔ عقل کو بڑھاتا اور کسی بھی مقدار میں کھانے کے باوجود نہ تو خون میں شکر کی مقدار بڑھاتا ہے اور نہ جسم کو موٹا کرتا ہے۔

جب یہ چیزیں غیر موثر یا کسی نے مدتوں ان سے فائدہ اٹھایا ہو اور بات ادویہ کے استعمال کی آجائے تو انہوں نے مفید نسخے بھی عطا فرمائے ہیں۔

قبض کے علاج میں ارشادات نبوی

حضرت اسماء بنت عمیسؓ نبی ﷺ کی خوشدامن تھیں اور وہ ان کا احترام کرتے تھے۔ فرماتی ہیں۔

ترجمہ۔ "مجھے نبی ﷺ نے پوچھا کہ میں اپنے پیٹ کو چلانے کے لئے کیا استعمال کرتی ہوں۔ میں نے بتایا کہ میں شبرم لیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو بہت گرم ہے۔ پھر اس کے بعد میں سناء استعمال کرنے لگی کیونکہ آپ نے فرمایا

تھا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفا دے سکتی ہے تو وہ سناء ہے"

حضرت عبداللہ بن حزامؓ بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ: "میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سناء اور سنوت میں ہر بیماری سے شفا ہے سام کے سوا۔ میں نے پوچھا کہ سام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ موت"

ترمذی، نسائی، طبری، ابن عساکر میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ابو ایوب انصاریؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ انس بن مالکؓ اور ابو نعیم میں ابن مندہؒ سے اسی مضمون کی روایت تاکید مزید کے طور پر ملتی ہے۔ جس سے بات ثابت ہوتی ہے کہ حضورؐ نے سناء کو فی الواقعی شفا کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ احادیث میں سنا کے ساتھ سنوت کی شمولیت کی تحویل بعد کے لوگوں کے لئے مخمصہ بن گئی۔ محدث عبداللطیف بغدادی کی رائے میں گھی والی مشک میں شہد ڈال کر اسے خوب ہلا کر نکال لیں تو یہ سنوت ہے۔ دیگر علماء نے اسے سونف، زیرہ، کھجور وغیرہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

ابن ماجہ کو سناء اور سنوت والی حدیث عمرو بن سعکی کی وساطت سے میسر آئی تھی اور اس بارے میں شیخ سعکی کا خیال ہے کہ اس میں سنوت سے مراد "شبت" (سویا) ہے۔ ہمارے یہاں سوئے کا ساگ عام ہوتا ہے اور اس کے بیج کا عرق نکال کر بدہضمی اور پیٹ کی متعدد بیماریوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بچوں کی بدہضمی کے لئے آنے والا مشہور سیال "گرائپ واٹر" بھی اسی جزو عامل سے مرتب ہے۔ انگریزی میں ان کو Dill کہتے ہیں اور گرائپ واٹر کی ہر خوراک میں سوڈا بائی کارب کے ساتھ Oil of Dill کی معمولی مقدار ملی ہوئی ہے کیونکہ سوئے یا ان کا تیل پیٹ میں قولنج نہیں پڑنے دیتے۔

سناکی میں صرف ایک بری بات ہے کہ اس کو اگر براہ راست کھایا جائے تو اس سے پیٹ میں بل پڑتے ہیں اور نفخ پیدا ہو سکتی ہے۔ برٹش فارما کوپیا میں اس کے ذیلی اثرات کو ختم کرنے کے لئے نسخہ میں سونف یا زیرے کا تیل شامل کیا جاتا ہے۔ جبکہ اطباء قدیم کے اکثر نسخوں میں ادرک تراشیدہ شامل کیا گیا ہے۔ ان مشاہدات کو سامنے رکھ کر نبی ﷺ کی بات سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے سناء کے ساتھ جس چیز سنوت کا تذکرہ فرمایا وہ قولنج کو روکنے اور ریاح کو خارج کرنے والا جزو ہوگا اور جب اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو محدثین کرام نے جتنے بھی اندازے کئے ہیں ان میں سے ہر ایک درست نظر آتا ہے۔ شہد اور زیرہ یا کھجور میں سے جس چیز کو بھی شامل کریں قولنج کو روکنے میں یکساں مفید ہوگی۔ البتہ عمرو سعکی کی دریافت "سوئے" دوسری چیزوں سے زیادہ مفید ہیں جس کا مشاہدہ گرائپ واٹر کے نسخہ میں کیا جا سکتا ہے۔

طب یونانی میں سناء کا استعمال

سنا کی مفید قسم وہ ہے جو وادی مکہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے پتے نشتر کی شکل کے اور دونوں طرف سے چکنے ہوتے ہیں۔ ان کی پھلی گول اور پھول سبزی مائل سنہرے لگتے ہیں۔ اس کا بیج مصر میں بویا گیا مگر زمین کی وہ تائید حاصل نہ ہو سکی۔ اسی طرح بھارت اور سکھر میں پیدا ہونے والی سناء فوائد کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہے کیونکہ ان میں اجزاء عامل کی مقدار کم ہوتی ہے۔

اطباء نے سناء کا استعمال دسویں صدی سے شروع کیا۔ البتہ بوعلی سینا اسے مفید قرار دے چکے تھے۔ عربوں کو دیکھ کر بھارتی وید بھی اس کے مداح ہو گئے اور اب اس سے متعدد عمدہ نسخے مرتب ہوئے ہیں۔

برگ سناء	سونٹھ تراشیدہ	آب مقطر
160 گرام	31/2 گرام	ایک لیٹر

ان کو چینی کے برتن میں 3-2 گھنٹے پڑا رہنے دیں۔ پھر چھان کر خیساندہ علیحدہ کرلیں۔ اس کے دو گھونٹ عام طور پر کافی ہوتے ہیں۔

برگ سناء	سونٹھ تراشیدہ	لونگ	پانی
21/2 تولہ	31/2 تولہ	31/2 تولہ	25 تولہ

ان کو ملا کر ایک گھنٹہ چینی کے برتن میں رکھ کر ہلائیں۔ پھر چھان کر 31/2 سے پانچ تولہ کی مقدار کو قبض کے لئے دیں۔

ان دونوں نسخوں میں ادرک اور لونگ کی وجہ سے قولنج نہ ہوگا۔ اگر کوئی چاہئے تو مزید اصلاح کے لئے کھانڈ کا اضافہ کر سکتا ہے۔ ان کو پینے کے آدھ گھنٹہ بعد پیشاب میں سرخی آجاتی ہے۔ جس کا کوئی مضائقہ نہیں۔

سناء کے قبض کشا ہونے کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں۔ جن میں جلد کی بیماریاں۔ بالوں کا گرنا، پھنسیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک نہایت مفید جراثیم کش دوائی Donomycin بھی ہوتی ہے۔

بیسویں صدی کے نصف تک نباتاتی اور کیمیاوی ذرائع سے حاصل ہونے والی قبض کشا ادویہ کی تعداد سو سے زائد تھی۔ مگر بیس سال کے اندر 95 دوائیاں متروک ہو گئیں ہیں۔ اور آج طب جدید کے پاس قبض کو رفع کرنے والی ادویہ کی کل تعداد پانچ سے زیادہ نہیں جن میں سے ایک سنا ہے اور دوسرا اسبغول دوسرے الفاظ میں ایک ہزار سال تک مسلسل مشاہدات کے بعد سناکی وہ منفرد دوائی ہے جو آج بھی اتنی ہی مقبول اور قابل اعتماد ہے جیسی کہ پہلے تھی ان سے حاصل ہونے والے فوائد کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ جیسے کہ بالوں کو رنگنے اور گرتے بالوں کو روکنے یا سر اور جسم سے بغہ اور اگزیما کو دور کرنے میں ازحد مفید پایا۔

زیتون

نبی ﷺ نے بیماریوں کے علاج میں ایک اہم اضافہ زیتون کے تیل کی صورت میں فرمایا ہے۔ اگرچہ ان سے پہلے دور کے اطباء اس تیل سے آشنا تھے مگر وہ اسے ایک عام تیل سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ البتہ مصر قدیم میں اس کی مقبولیت اس کی "روشنی" رہی ہے کیونکہ اسے جب دیئے میں جلایا جائے تو دھواں نہیں دیتا جو چیز اس میں رکھی جائے اس میں سٹراند پیدا نہیں ہوتی اس لئے بادشاہوں کی لاشوں کو حنوط کرنے کے عمل میں زیتون کا تیل اہم کردار تھا۔ آجکل بھی ڈبوں میں بند مچھلیاں اسی تیل میں پیک ہو کر آتی ہیں اور کئی سال تک ان کا گوشت تازہ اور لذیذ رہتا ہے قرآن مجید نے سورۃ النمل 'النور 'المومنون اور التین میں اس کی یہاں تک تعریف فرمائی کہ اس کو ایک مبارک درخت کا پھل قرار دیا۔ پھر اس کی عادات اور فوائد پر خصوصی غور و فکر توجہ دینے کی تلقین فرمائی گئی۔

حضرت اسید الانصاری روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

ترجمہ۔ (اس تیل کو کھاؤ اور لگاؤ کیونکہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے) یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمر سے بیہقی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے تیل کی اہمیت کو اجاگر فرمانے کے بعد حضرت علقمہ بن عامر روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ۔ (تمہارے لئے زیتون کا تیل موجود ہے اسے کھاؤ اور لگاؤ یہ بواسیر میں فائدہ دیتا ہے۔) احادیث میں زیتون کے تیل کو 70 بیماریوں کے لئے اکسیر قرار دیا گیا ہے۔ جن میں ہمارے موجودہ موضوع میں بواسیر اہمیت کی حامل ہے۔ بواسیر کا اہم ترین سبب پرانی قبض ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زیتون کا تیل نہ صرف قبض کو دور کرتا ہے بلکہ آنتوں کے دوران خون میں بہتری پیدا کرتا ہے۔ اس طرح آنتوں کے آخری حصہ میں جمع ہو کر مسے بنانے والے خون کو پھر سے گردش میں لا کر مسوں کا سبب دور کر دیتا ہے ہم نے پرانی قبض کے مریضوں کو رات کو سوتے وقت ایک سے دو بڑے چمچے زیتون کا تیل پلایا۔ اگر اس کے ساتھ کوئی اور کوشش نہ بھی کی گئی ہو تو اس کے باوجود اس مقدار سے قبض دور ہو کر فراغت کا سلسلہ جاری رہتا ہے نبی ﷺ کی دوسری دواؤں کی طرح اسے خالی پیٹ استعمال کرنا بہترین فوائد کا باعث ہوتا ہے بعض لوگ تیل کے ساتھ دودھ یا چائے پسند کرتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

تخم ریحان

قبض کے لئے اسبغول بڑی مشہور دوائی ہے اور اب طب جدید میں یہ مختلف صورتوں میں بیرونی ممالک سے بھی آتا ہے وہ فوائد جو اسبغول میں ہیں اس سے کہیں زیادہ ریحان میں ہوتے ہیں حضرت ابی عثمان النہدی بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ۔ (جس کو ریحان پیش کیا جائے وہ انکار نہ کرے، کہ یہ جنت سے آیا ہے)

انہوں نے اپنے پیارے نواسوں کو دنیا کے ریحان قرار دیا ہے دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ اپنی عمدہ خوشبو کے ساتھ نہایت لطیف عمل کرنے والا ہے۔

قرآن مجید نے سورۃ الرحمان میں جنت میں ملنے والی بہترین چیزوں کو شمار میں لاتے ہوئے ریحان کو وہاں کا تحفہ قرار دیا ہے سورۃ الواقعہ میں اس کی خوشبو کو لطیف فرمایا گیا۔

کھانا کھانے کے دوران تخم ریحان کا آدھ چھوٹا چمچ اگر پانی کے ساتھ نگل لیا جائے تو یہ پیٹ میں جا کر پھولتا ہے اور آنتوں میں حرکات پیدا کر کے قبض کو رفع کرتا ہے ابتدا میں بعض مریضوں کو ایسی خوراک دن میں دو مرتبہ دی جاتی ہے پھر مشاہدے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کون سے کھانے کے ساتھ ریحان کھانے سے مطلوبہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے نبی ﷺ کے ارشادات کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے میں ہمیشہ ردوکد کی۔ لوگوں نے کبھی شہد کو گرم اور انجیر کو خشک بتایا لیکن باہر والوں نے ان کی اتنی قدر کی ہے کہ امریکہ ایبٹ کمپنی نے ایک نیا مسہل Fiberad کے نام سے پیش کیا ہے جو آٹے کے چھان اور اسبغول سے تیار کیا گیا ہے انہوں نے حضرت ام ایمن کی دعوت سے آٹے کے چھان کی اہمیت جان کر اس میں اسبغول ملا کر 70- روپے کا ڈبہ تیار کر لیا ہے جسے آجکل بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

خلاصہ

اس وقت بازار میں طب جدید کی صرف چھ ادویہ قبض کے لئے ملتی ہیں جن میں سے ایک سنا مکی سے مرتب ہے جب کہ خالص انگریزی دوائی Dulcolax کی گولیاں ہیں ان کے علاوہ اشتہاری دوائی فروٹ سالٹ مشہور ہے انیما کے لئے Kleen کا بند ڈبہ یا بچوں کے لئے گلیسرین کی بتیاں ملتی ہیں۔

اسبغول کے مرکبات میں Fiberad---Agiolax Kanormal--Siblin Visibilen ---Isogel ملتے ہیں۔

ماہرین کی تازہ ترین رائے کے مطابق قبض کا علاج ادویہ کی بجائے غذا میں ریشہ دار اشیاء کے استعمال میں اضافہ (پھل اور سبزیاں) سے کیا جائے آج کے تمام مشاہدات اور ایک ہزار سال کے تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی ﷺ نے قبض کے علاج میں جو ارشادات مرحمت

فرمائے ہیں سائنس اپنی تمام تر کاوشوں کے باوجود ان کے برابر بھی نہیں آسکی۔ ان کے اہم نکات کا خلاصہ یہ ہے۔

○ کھانا وقت پر کھایا جائے۔

○ رات کے کھانے کے بعد جلد نہ سویا جائے اور پیدل چلا جائے۔

○ کھانے سے پہلے تربوز یا خربوزہ پیٹ کو صاف کرتا ہے۔

○ ناشتہ میں جو کا دلیہ آنتوں کو صاف کرتا ہے۔

○ ریشے دار غذائیں کھائی جائیں جیسے کہ سبزیاں یا پھل۔

○ آٹا چھان کر نہ پکایا جائے کیونکہ اس کی بھوسی قبض اور دل کا علاج ہے۔

○ خشک انجیر کے 3-2 دانے ہر کھانے کے بعد کھانے سے نہ صرف قبض ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ بواسیر کا علاج بھی ہے۔

○ ان تمام کوششوں کے باوجود اگر قبض میں بہتری نہ ہو تو سب سے پہلے زیتون کا تیل استعمال کریں یہ محفوظ اور مفید ہے۔

○ تمام ادویہ سے ٹھیک نہ ہونے والی قبض کے لئے سناکی استعمال کی جائے اس کے استعمال کے دیسی نسخے بیان کر دیئے گئے ہیں ورنہ بازار میں ملنے والی

Seknokot--Pursennid

کی دو گولیاں اس کا قابل عمل حل ہیں۔

اگر ان تمام کوششوں سے قبض دور نہ ہو یا اس کے ساتھ درد، سوزش یا بخار ہو تو ایسے میں آنتوں میں رکاوٹ یا اپنڈکس کا شبہ کیا جاسکتا ہے جس کے لئے خود علاج کرنے کی بجائے کسی مستند معالج سے رجوع کریں کہ یہ بیماریاں خطرناک ہو سکتی ہیں۔

تبدیلی نظام کا آغاز ــــــ کیوں

سید زاہد حسین

تبدیلی نظام کے نقطہ آغاز کا بنیادی عنصر وطن عزیز میں بسنے والے محکوم، مجبور اور بے سہارا عوام کے وہ دکھ اور مصائب ہیں جو مملکت خداداد پر عذاب بن کر نازل کرنیوالے حکمران طبقے نے ملک کے حقیقی مالکوں کے مقدر میں بھر دیئے ہیں۔ نام نہاد سیاستدانوں کے خود ساختہ جعلی جمہوری نظام، کرپٹ بیورو کریسی، سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے کی بندر بانٹ نے قومی وسائل کا جو حشر کیا ہے۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی یا قابل بحث بات نہیں۔ تعلیم سے بے بہرہ، بھوک اور بیماری سے نڈھال عوام نہ تو اشرافیہ کے اس مضبوط جتھے سے ٹکرانے کی ہمت رکھتے ہیں اور نہ ہی اپنے حق کے حصول کیلئے کسی نقطے پر متحد ہونے کا شعور، حالات کی ستم ظریفی یہ کہ کوئی ایسی مخلص اور نڈر شخصیت بھی نکھر کر سامنے نہیں آپائی، جو ذات پات، سیاسی، لسانی اور صوبائی تعصبات کی بنیادوں پر تقسیم کی گئی قوم کو بانیان پاکستان کے افکار اور دو قومی نظریئے کے فلسفے کی روشنی میں منزل مقصود تک پہنچانے کا واضح پروگرام رکھتی ہو۔ نتیجتاً بے سہارا عوام نے خود کو وقت کی ظالم لہروں کے حوالے کرنے میں ہی عافیت سمجھی ہے۔ گویا سر پر کھڑی بلی کے خوف سے آنکھیں بند کرنے والا کبوتر یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ بلی کی نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ حالات کو مقدر جان کر جدوجہد کا راستہ چھوڑ دینے والے کبوتر کا جو انجام ہو گا آپ کے ذہن میں ہے۔

درندگی کی ایسی ہی سینکڑوں تصویریں انسان نما بھیڑیئے ہر روز پاکستان میں بنا اور مٹا رہے ہیں۔ گڈریا دور کہیں گھنے درخت کی چھاؤں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہے اور موت کے خوف سے سہم کر ممیانے کی طاقت سے محروم بھیڑیں ایک دوسرے کے جسم میں پناہ تلاش کرنے کے بہانے اپنی باری کی منتظر ہیں۔ ملک کو جنت نظیر بنانے کی دعویدار اور 95 فیصد عوام کے اسی فیصد وسائل پر ٹوٹی پڑی ایلیٹ کلاس کیلئے ہر زمین خطہ بے نظیر بن چکی ہے۔ کہیں جمہوری نظام کے استحکام کے نام پر نام نہاد عوامی نمائندے بالواسطہ اور بلاواسطہ اربوں حاصل کر رہے ہیں تو کہیں دفاع، قانون، انصاف، تعلیم اور علاج کی فراہمی کے بہانے کھربوں لوٹے جا رہے ہیں۔ کرپٹ سسٹم کا حصہ بننے سے انکار کرنے والے غیور اور ایماندار طبقے کو ایسے ایسے صبر آزما امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے کہ ان پر فرشتہ ہونے کا گمان یقین میں بدلنے لگتا ہے۔

قرآن کے سائے میں اسلام کے نام پر قائم ہونیوالی مملکت میں سودی کاروبار دھڑلے سے جاری ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے فلسفے کی روح پر عمل کیا جاتا تو سالانہ وسائل کے ضیاع سے ایک شاہین کی بجائے آج چودہ کروڑ شاہین ہوتے۔ "شہید یا غازی" کو نعرے کی بجائے نصب العین بنایا جاتا تو یہ الفاظ آج ڈرائنگ روم کی بجائے دنیا بھر میں مجاہدوں کے سینے کی زینت ہوتے آج کشمیر کی بیٹی کی پکار راجہ داہر کی للکار میں دب رہی ہے تو اس میں قصور ان کانوں کا نہیں۔ جو محمد بن قاسم اور اناج کے دشمن کا درمیانی فرق واضح کر رہے ہیں۔ سردار خود کو قوم کا خادم سمجھتے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے پر یقین رکھتے تو نہ ملک مقروض ہوتا اور نہ قوم کی جھولی مسائل کے بوجھ

سے لدی ہوتی۔ وسائل پر قبضے اور اختیارات پر مضبوط گرفت کے خواہش مند استحصالی ٹولے نے قیام پاکستان کے مقاصد کو عملی زندگی سے دور کر کے تاریخ کے اوراق تک محدود کر دیا۔

برس ہا برس سے چہروں کے بجائے نظام کی تبدیلی کا نعرہ بلند کرنے والے وقت آنے پر اسی مکروہ نظام کا حصہ بننے کے لئے ماہی بے آب کی طرح بے تاب نظر آتے ہیں۔ ناکام نظام کی تبدیلی میں نام نہاد قائدین کی غیر سنجیدگی کا اندازہ لگانے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ کسی نے بھی آج تک مکمل متبادل نظام کو پیش نہیں کیا۔ تحریک تبدیلی نظام ابتدائی مراحل سے گزرتے ہوئے دنیا بھر میں پھیلے محب وطن پاکستانی اہل علم ودانش کے دروازے تک لے جائے گی اور پاکستان کے مستقبل کی شمع روشن کرنے کے لئے حصہ بقدر جثہ وصول کرے گی۔ برس ہا برس سے نظر انداز کئے جانے والے ان ستاروں کی روشنی آئندہ نسلوں کو راستہ دکھانے کے کام آئے گی۔ ایسا متوازن نظام تیار کیا جائے گا جو صحیح معنوں میں مساوات محمدی کی تصویر ہو۔ ایسا نظام جس سے اکثریت کی محرومی اور اقلیت کے غلبے کو ختم کیا جا سکے۔ اس اندھے نظام کا خاتمہ کیا جا سکے جس نے ہر طرف ہاہاکار مچا رکھی ہے۔

اخلاقی پستی کی آخری حد یہ ہے کہ ملک کے چند شہروں میں صفائی پر معمور خاکروبوں کی حاضری لگانے والا داروغہ اپنے عملے کی تنخواہ کا تیس فیصد محض اس لئے اپنے افسران میں بانٹتا ہے کہ اس نے سرکاری اوقات میں پرائیویٹ جگہوں پر کام کرنے کا اجازت نامہ دیا ہے۔ ہر محکمے میں ہر سڑک اور ہر چوک پر رشوت کا بازار گرم ہے۔ کیا نہیں ہو رہا اور کہاں نہیں ہو رہا، مگر موجودہ نظام کے حامی یہ بدبودار بیلٹ بکسوں کی پیداوار انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ سب اچھا کا راگ الاپ رہے ہیں۔ وہ جو نہیں چاہتے کہ ان کے پسندیدہ موسموں میں تبدیلی آئے۔ وہ جو ظلمت کی سیاہ رات کے اندھیرے کو مزید گہرا دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں ڈر لگتا ہے' باد نسیم کے ہلکے سے خوشگوار جھونکے سے کہ کہیں یہ ان کے چہرے سے نقاب اڑا نہ لے جائے۔ انہیں خطرہ ہے صبح کے اجالے سے کہ یہ ان کے سیاہ کرتوتوں کو بے حجاب نہ کر دے۔ مگر ان کے چاہنے سے کیا ہو گا کہ ہر شب کا انجام صبح روشن کے آغاز سے مشروط ہے۔ اشرافیہ کو تحفظ فراہم کرنے والے اس فرسودہ اور بیہودہ نظام کو اس کی تمام غلاظتوں سمیت انسانی بستیوں سے دور بہت دور دفن کرنا ہے۔ فکر اقبال کو عملی جامعہ پہنا کر ہی دین برحق کے متوالوں سے مقاصد انسانیہ کی تکمیل کا کام کیا جا سکتا ہے۔ بدی کو ختم اور نیکی کو عام کیا جا سکتا ہے۔ آیئے! کروڑوں بے سہارا مجبور اور محکوم انسانوں کو ظلم کی چکی میں مزید پسنے سے بچانے کے لئے فکر و عمل کا آغاز کریں' آج سے بلکہ ابھی سے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقان کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

شکریہ روزنامہ خبریں.

کرتے ہیں' یا اللہ مجھے تب تک موت نہ دے جب تک میں ان کا انجام نہ دیکھ لوں۔ اور پھر یہود کا انجام جب ہو گیا تو آپؓ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی یہ تو اللہ کے ساتھ رشتے اور تعلق کی بات ہے لوگوں نے زندگیاں کیا موت بھی پسند کی مانگ لی یار کیا عجیب رشتے ہیں لوگوں کے۔ کیا ہم اس کے بندے نہیں ہیں؟ ہم اس کے نبی کی امت نہیں ہیں؟ ہم بھی موت اپنی مرضی کی مانگ رہے ہیں۔ اے اللہ اپنے راستے میں شہادت دے لیکن اس ملک پر اسلام کو نافذ دیکھنے کے بعد اور انشاء اللہ پوری ہمت سے پوری محنت سے پوری قوت سے بغیر کسی غلط فہمی کے اور بغیر کسی سمجھوتے کے سیدھے سیدھے ایک ہی بات پہ جم جایئے ایک ایک مسلمان بھائی کو دعوت دیجئے' ایک ایک ساتھی تک یہ بات عام کر دیجئے وقت قریب آرہا ہے اور انشاء اللہ' اللہ انہی لوگوں کو کامیاب کرے گا جو دین کے نفاذ کے لئے نکلیں گے۔

بقیہ عبادت کا مقصد

ہونے اور اپنے مذہب کے بارے میں پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ ہندو اپنی فلموں میں اپنے دیوتاؤں کے بارے میں محیر العقول واقعات دکھاتے ہیں مگر ہم مسلمان اپنی فلموں میں اپنی ہی اقدار اور مذہبی معاملات پر طنز اور شک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے مسلمان فلم سازوں' ایکٹروں کہانی کاروں اور ہدایت کاروں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی فلموں میں اسلام کی حقانیت اور اسلامی اقدار کی برکات کو اجاگر کریں اور ایسے فیشن کو فروغ دیں جس سے بے حیائی معاشرے سے کم ہو جائے اور اخلاقی اقدار زیادہ مقبول و معروف ہوں۔

بس یہ میرا پیغام تھا میں یہ پیغام دے کر آگیا بعد میں ان کی فلمی تقریب کس طرح ہوئی مجھے علم نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر فلم والوں کے چند سو کی بجائے صرف چند افراد بھی ہوتے تو مجھے ان کے لئے یہ پیغام لے کر وہاں جانے میں کوئی عار نہ تھی۔ میں نے جو پیغام دینا تھا وہ میرا فرض تھا۔

سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ کے کمرے کا دروازہ بند کر لیں جب تک دروازہ کھولیں گے نہیں شیطان اندر نہیں آسکتا

نارسائی کی رسائی

سعید آسی

لاہور ہائیکورٹ کی جانب سے تھانہ شمالی چھاؤنی کے ایک سب انسپکٹر کو توہین عدالت کے جرم میں ایک ماہ قید کی سزا ملتی ہے مگر اسے دو ہفتے تک گرفتار ہی نہیں کیا جاتا۔ پھر اس کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوتے ہیں تو اس کے باوجود وہ خود کو پولیس کے حوالے کرنے کی بجائے اگلی تاریخ سماعت پر کمرہ عدالت میں موجود ہوتا ہے۔ عدالت عالیہ کی جانب سے اس معاملہ کا نوٹس لیا جاتا ہے تو سب انسپکٹر کا رعونت بھرا جواب آتا ہے کہ مجھے کسی نے گرفتار ہی نہیں کیا۔ ایک دوسرے کیس میں ایک اے ایس آئی پولیس معطل ہوتا ہے اور اگلے روز ہائیکورٹ میں پیشی بھگتنے کے لئے آتا ہے مگر معطلی کے باوجود پولیس وردی میں ہوتا ہے۔ عدالت کے نوٹس پر کمرہ عدالت ہی میں اس کی پٹی اتروائی جاتی ہے۔ عدالت کے استفسار پر کہ اس نے ایک شہری کو ناجائز طور پر کیوں تنگ کیا' پٹی اترنے کے باوجود اے ایس آئی جواب دیتا ہے کہ میں نے اس شہری کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے' درست کیا ہے۔

گزشتہ روز بھی عدالت عالیہ کے روبرو پولیس تھانہ سمن آباد کے ایس ایچ او سمیت تمام اہلکاروں کے خلاف ایک سروس سٹیشن کے مالک کی رٹ درخواست کی سماعت ہوئی جس میں فاضل عدالت نے ریمارکس دیئے کہ پولیس نے اختیارات سے تجاوز اور لاقانونیت کی انتہا کر دی ہے۔ فاضل عدالت عالیہ کے ہر سنگل' ڈویژن اور فل بنچ میں روزانہ زیر سماعت آنے والے کم وبیش آدھے مقدمات' پولیس کے شہریوں کے ساتھ "حسن سلوک" کے بارے میں ہوتے ہیں۔ ہائیکورٹ کے فاضل ججوں کی جانب سے پولیس کے خلاف سخت ایکشن لیا جاتا ہے۔ ریمارکس دیئے جاتے ہیں اور کئی پولیس اہلکاروں کو سزائیں بھی دی جاتی ہیں۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف بھی کئی مواقع پر پولیس تھانوں کو جرائم کی آماجگاہ اور پولیس اہلکاروں کو باوردی چور ڈکیت قرار دے چکے ہیں۔ گورنر پنجاب شاہد حامد بھی پولیس کی کارکردگی پر کئی بار عدم اطمینان کا اظہار کر چکے ہیں۔ وزیراعظم کی کھلی کچہریوں میں کی جانے والی ہر دوسری فریاد پولیس کے مظالم کے خلاف ہوتی ہے۔ اس کے باوجود روائتی پولیس سسٹم ویسے کا ویسا برقرار ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے پولیس اہلکار کی وردی کی طرح گردن بھی اکڑی ہوتی ہے۔ کوئی شریف آدمی اپنے ساتھ ہونے والی کسی زیادتی کے ازالہ کے لئے پولیس تھانے میں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مختلف شاہراہوں' چوراہوں' گلیوں' بازاروں اور پارکوں میں مٹر گشت کرنے والے مسلح پولیس اہلکار برائیوں کے خاتمہ' حقیقی جرائم پیشہ عناصر کی سرکوبی اور امن وامان کی بحالی کے لئے فکر مند نظر نہیں آتے بلکہ "شکار" کی تلاش میں سرگرداں اور تاک میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ وردی اور اختیارات کا رعب ڈال کر شریف انسانوں کو اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالنے اور پھر ان پولیس اہلکاروں کو سرعام "نذرانے" پیش کرنے پر مجبور کرتے ہیں جو شریف آدمی قانون کی بات کرتا ہے' تھوڑی تکرار یا جھگڑا کرتا ہے تو پولیس وین اس کی منتظر ہوتی ہے جس میں پھینک کر اسے پہلے اہل علاقہ کے سامنے تماشا بنایا جاتا ہے اور پولیس تھانے پہنچا کر اسے کسی خطرناک گینگ کا رکن بنا دیا جاتا ہے۔ اس کی رہائی کے عوض ورثا سے تاوان طلب کیا جاتا ہے اور جو بچارے رقم کا بندوبست نہیں کر پاتے ان کے جگر گوشوں کی لاشیں دو تین روز بعد اس کیپشن کے ساتھ اخبارات کی زینت بنی نظر آتی ہے کہ خطرناک ڈکیت گینگ کے یہ ارکان پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔

کچھ ایسی ہی داستان مانگٹانوالہ پولیس مقابلے کی سامنے آئی ہے جس میں تیرہ سے اٹھارہ سال تک کی عمر کے پانچ نوجوان رفیق' اللہ دتہ' زبیر' اشرف اور ناصر ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام میں تقریباً" ڈیڑھ ماہ قبل پولیس کے ہتھے چڑھے تھے۔ پولیس حراست کے دوران ان کے والدین کو پیغام بھجوایا جاتا رہا کہ اپنے بیٹوں کی زندہ شکلیں دیکھنی ہیں تو پانچ لاکھ روپے ادا کر دو۔ ان بچوں کے غریب والدین اتنے پیسے ادا کرنے کی پوزیشن میں ہوتے تو اپنے جگر گوشوں کی زندگیاں بچا لیتے۔ مگر پولیس اہلکاروں کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا اور وہ بے صبری کے ساتھ ان نوجوانوں پر تشدد کا حربہ آزمانے لگے' ان کے جسموں کو داغتے اور نازک اعضا کاٹتے رہے۔ رفیق کے والد کو اپنے بیٹے کے چور چور جسم سے اٹھنے والی ٹیسوں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور وہ فریاد لے کر عدالت چلا گیا مگر قبل اس کے کہ عدالت کی جانب سے داد رسی کا حکم جاری ہوتا' ڈیڑھ ماہ تک پولیس کی حراست میں رہنے والے ان پانچوں نوجوانوں کی نعشیں پولیس تھانہ مانگٹانوالہ سے کچھ فاصلے پر حسرت اور بے کسی کی تصویر بنی پائی گئیں۔ تھانے کے قریبی مکانوں کے لوگوں نے گواہی دی کہ انہوں نے تھانے کے اندر سے فائرنگ کی آوازیں سنی تھیں جس کے تھوڑی دیر بعد ان

نوجوانوں کی نعشیں پولیس کی اس کہانی میں لپیٹ کر تھانے سے کچھ فاصلے پر پھینک دی گئیں کہ یہ پولیس مقابلے میں مارے گئے ہیں۔ ایسے ننگے مظالم پر یقیناً" آسمان بھی رو دیا ہوگا۔ نوجوانوں کی نعشوں پر ان کی دکھی ماؤں کے بین درد دل رکھنے والے ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو لے آئے ہوں گے مگر ذمہ دار پولیس اہلکاروں کے چہروں پر ہلکے سے تاسف یا پشیمانی کی بجائے رعونت اور کرختگی کی لکیروں میں مزید اضافہ ہوا چنانچہ جب جرم بے گناہی میں مارے گئے ان نوجوانوں کی لاشیں لے کر ان کے لواحقین سراپا احتجاج بنے لاہور آنے لگے تو مانگا چوک میں وہ پولیس گردی کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اس واقعہ کو کوریج کے لئے گئے ہوئے اخبار نویس اور فوٹو گرافر بھی پولیس کے قہر سے نہ بچ سکے اور ایک فوٹوگرافر نصیر چودھری کو ٹرالی سے نیچے گرا کر اس کے جسم کے اوپر سے ٹرالی گزار دی گئی چنانچہ وہ اپنے مفلوج جسم کو لے کر اب ہسپتال میں پڑا سراپا سوال ہے کہ اسے آخر کس جرم کی سزا ملی ہے۔ ایس ایس پی لاہور سعود عزیز نے پولیس کے ہاتھوں اخبار نویسوں کی دھنائی کے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور متعلقہ پولیس اہلکاروں کے خلاف کسی ایکشن کی نوید سنائی ہے مگر ایک نوید پنجاب حکومت نے بھی سنائی ہے کہ پہلے اس واقعہ کی انکوائری کرائی جائے گی اور پھر جرم ثابت ہونے پر متعلقہ پولیس اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے گا۔ اس سے بڑا اور مذاق کیا ہوگا کہ قانون کے تقاضوں کے برعکس پہلے مقدمہ درج کرنے کی بجائے پہلے انکوائری کا حکم دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس واقعہ پر صحافی برادری کا احتجاج بھی اسی طرح بے اثر ثابت ہوگا جس طرح مریدکے میں پولیس کے ہتھے چڑھنے والے دو اخبار نویسوں شمس الحق بٹالوی اور رانا جعفر حسین کو صحافی برادری کے احتجاج کے باوجود تسلی، تشفی اور داد رسی کی بجائے پولیس مقابلے میں مارنے، ٹانگیں توڑنے اور عبرت کا نشان بنانے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔

پولیس کی وحشت اور دہشت کی زد میں آئے ہوئے اس معاشرے میں اگر حکمران بھی پولیس گردی کے سدباب کے لئے ٹھوس اقدامات نہ کر پا رہے ہوں، عدالتوں کی سخت وارننگ اور سزائیں بھی پولیس کا بال تک بیکا نہ کر رہی ہوں، انسانی حقوق کی تنظیموں کی چیخ وپکار بھی بے اثر نظر آرہی ہو اور مظلوموں کی فریاد بھی نارسائی کی حدوں کو چھونے لگی ہو تو پھر تدبیر، تعزیر اور رسائی کے قدرتی راستے ہی منزل کے لئے نشان منزل تک پہنچائیں گے یہ راستے اب اپنے مسافروں کو آواز دے رہے ہیں اور یہ منزل کسی نئے دور کا پیغام دے رہی ہے جس میں شرف انسانیت کا بول بالا ہوگا اور جس میں ریاستی مشینری وحشت وبربریت کے نظارے عام آدمی کو نہیں دکھائے گی کیونکہ

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

بشکریہ "نوائے وقت"

بقیہ کارگل

سے کہنا ہے کہ شخصی فیصلے کرنے کی بجائے اجتماعیت کا مزاج اپنائیں۔ آج ہم قبل از جنگ کی حالت میں ہیں، یہ جنگ سفارتی، نظریاتی، تخریبی اور انٹیلی جنس کے محاذوں پر بھی لڑی جائے گی۔ اس ہمہ گیر جنگ کیلئے مربوط فیصلہ ساز ادارے کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ خصوصاً" جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ پارلیمنٹ کابینہ اور عدلیہ وغیرہ حکومتی فیصلوں سے لاتعلق ہیں۔ ایسی صورت میں طویل مدتی منصوبہ بندی کرنا ممکن نہیں۔ بیشک وزیراعظم ہی نیشنل سیکورٹی کونسل کی سربراہی کریں گے۔ ماضی میں قوم کے اجتماعی مفاد کے فیصلے حکمت وبصیرت سے محروم رہے ہیں۔ اب کہ جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں فیصلہ سازی کے عمل کو درست کرنا ناگزیر ہوگیا ہے۔ حکومت کو اس موقع پر قومی سطح کی مشاورت سے گریز نہیں کرنا چاہئے اس طرح عوام، سیاسی جماعتوں، اداروں اور شخصیات کو حکومت کا ساتھ دینا چاہئے، خصوصاً اگر حکومت اس موقع پر ڈٹ جاتی ہے تو پوری قوم کو اس کی پشت پر کھڑا ہونا چاہئے یہ کسی ایک جماعت، شخصیت یا خاندان کا نہیں، پوری قوم کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کا مستقبل اس سے وابستہ ہے کشمیر کو آزاد کرانے کا اس سے بہتر موقع شاید دوبارہ نہ ملے۔ بھارت کی عسکری حکمت عملی ناکام ہو چکی ہے، صرف امریکی اعانت ہی کشمیر پر اس کا قبضہ قائم رکھوا سکتی ہے خطرہ ہے کہ ہماری بصیرت سے عاری سفارتکاری ان روشن امکانات کو ڈبو نہ دے یہ وقت صبر ثبات اور حوصلہ مندی کا ہے۔ بڑھتے ہوئے قدم ہرگز واپس نہیں ہونے چاہئیں۔

اقوال زریں

- ○ نادان لوگ دولت کے لئے دل کا چین گنوا دیتے ہیں
- ○ زندگی کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ پریشانیوں کے باوجود پریشان نہ ہوں
- ○ کمینے آدمی سے کبھی دوستی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ کوئلہ جلتا ہو تو اسے چھونے سے ہاتھ جل جاتا ہے اگر ٹھنڈا ہو تو اسے چھونے سے ہاتھ کالا ہو جاتا ہے
- ○ محبت ان سے رکھو جو نیکی کر کے فراموش کر دیں اور کوئی قصور دیکھیں تو معاف کر دیں۔
- ○ کمزور انسان موقعوں کی انتظار میں رہتے ہیں لیکن باہمت لوگ خود موقع پیدا کر لیتے ہیں۔
- ○ دنیا میں مہمان کی طرح رہو اور مسجد کو اپنا گھر بنالو۔
- ○ مریضوں کی عیادت اور جنازوں میں شرکت کیا کرو اس سے فکر آخرت پیدا ہوتی ہے۔
- ○ تم دوسروں کی عورتوں کا احترام کرو، لوگ تمہاری عورتوں کا احترام کریں گے۔

شیخ محمد اکرم اعوان دے ناں

اسیں حسب نسب دے شاہ ہاسے
ساڈھے سِٹّھے اکھان پیا
اسیں چھڈ اپنے پیو دادے نوں
مِنّے مرشد رائیں اعوان پیا
ساڈے دل نل عشق عجیب کیتی
جھٹ منج بنا ہیوس، وان پیا
انج سک ویاں رسیاں کھچ مارن
ہنے لوں لوں ہجر نشاں پیا
انج آن اچانک فرحت شاہ
سانوں عشق فقیروا لبھیا ہے
جیویں صدیاں دے مایوس ہوئے
بیماراں نوں لقمان پیا
کی کرنائیں بختا تختاں نوں
ساڈی ٹھوکر وچ جہان پیا
اسیں جانپے ظلم کھتاناں وچ
گھردں نکلے امن کمان پیا
کوئی سیک ہے روح اچ زخماں دا
کئی پیڑاں ہن انجان پیا

سانوں کلر چیٹ گئے دکھاں دے
ساڈی وگڑ گئی بنیاد سائیں
اسیں سدھراں نال ویاں کیتے
سانوں موت کیتا آباد سائیں
آوسے دل اچ تھل مارو
گر گئے وستی برباد سائیں
سانون دس اس گھورا نھیرے توں

کد ہوسیں جگ آزاد سائیں
کد ٹھرسن ساہ سڑ جاندیاں دے
کد فصلاں ہوسن شاد سائیں
کد مولا ساتھے کن دھرسیں
کد سرھسیں خود فریاد سائیں
اسیں مارے ہجر فراقاں دے
من ہارے لکھ مراد سائیں

ساڈے اندروں بھانبڑ سد مارن
کتھ ٹرگیوں مرشد پیر سجن
ساڈا خان پنل سلطان میاں
سیماب اعوان فقیر سجن
بھانویں عشق اسانوں ساڑ دیوے
پیا مارے دل اچ تیر سجن
نئیں ہٹناں تیریاں راہواں توں
بھانویں ہووے لیر و لیر سجن
نئیں رکنے موگھے اکھیاں دے
نئیں رکنے ساڈے نیر سجن
اج ملاں کھو کے لے گیا ہے
کئی لال شہزادے ماواں دے
کئی بھیڑیاں کولوں ویر سجن
کوئی کردا ساڈا دم دارو
کوئی پھکدا الف لکیر سجن
سانوں کھا گئے سفر مصیتاں دے
ساڈے ساہ دی ہوئی اخیر سجن

فرحت عباس شاہ

گھوڑوں کا اعتراض

تحریر۔ ڈاکٹر سید محمد ثمین (از کوہاٹ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول ﷺ کو سرکاری بیت المال سے اتنا وظیفہ ملتا جتنا دیگر مہاجرین کو ملتا تھا۔ نہ کم نہ زیادہ۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپؓ نے فرمایا تجربے سے معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اس لئے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا اور آئندہ کیلئے اتنی مقدار اپنی تنخواہ میں سے کم کر دی۔

حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنے تو انہیں بھی اوسط مقدار کا وظیفہ بیت المال سے ملتا تھا جس میں ان کا گزر تنگی میں ہوتا۔ ایک مرتبہ آپؓ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی تہمند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے جن میں سے ایک چمڑے کا بھی تھا۔

ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کیلئے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو تشریف لا کر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی دراصل میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی جوڑا نہیں تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ حضرت عتبہؓ حاضر ہوئے آپؓ نے کھانے کی دعوت دی تو وہ شریک ہو گئے مگر ان چھنے آٹے کی روٹی ان سے نگلی نہ جا سکی۔

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپؓ کی اہلیہ عاتکہؓ نے عرض کیا میں تول دوں گی۔ آپؓ نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرلے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی ہمیشہ عام آدمی کی زندگی گزاری اور عوام کی ضرورتوں کو اولیت دی قومی خزانے کو عوام کی امانت سمجھ کر حفاظت کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب بیعت خلافت کے بعد گھر میں داخل ہوئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ کی بیوی نے پوچھا خیریت تو ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا! خیریت کہاں ہے، میری گردن پر امت محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔

اس پس منظر میں آیئے آج کے حکمرانوں کا جائزہ لیں جن کے انتخابی منشور میں یہ شق بھی شامل ہے کہ الیکشن جیتنے کے بعد ہم خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے۔ اور آج یہ بے چارے قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لا بنانے کی فکر میں دبلے ہوئے جا رہے ہیں۔ خلیفہ دوم فرمایا کرتے کہ نیل کے ساحل پر اگر ایک کتا پیاس سے مر گیا تو اس کی پرسش مجھ سے ہوگی اور جناب نواز شریف کی رہائش گاہ ماڈل ٹاؤن کے سامنے بھوک وافلاس سے تنگ آکر اشرف المخلوقات خود سوزی کرے تو کیا اس کی پرسش آج کے امیر "شریفوں" سے نہ ہوگی؟

ملک کے خزانے کی نگرانی اور حفاظت کے لئے کیا انہوں نے ایسے دیانت دار مخلص اور فرض شناس افراد منتخب کئے ہیں جن کا خلوص اور فرض شناسی کسی بھی قسم کی شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ کیا انہوں نے کفایت شعاری کا آغاز اپنی ذات سے شروع کیا اور اس کا دائرہ اپنی کابینہ اور پھر ملک بھر کی تمام سرکاری مشینری تک پھیلا دیا؟

آیئے اس کی تفصیل کینیڈا کے ایک انگریزی پندرہ روزہ جریدے "کرینٹ" کے حوالے سے پڑھیئے جس کے نمائندے دنیا کے تمام بڑے بڑے ممالک میں موجود ہیں اس جریدے کے رپورٹر لکھتے ہیں

"دنیا کے کسی اور ملک میں اہم فرد ہونے کو اتنی اہمیت حاصل نہیں جتنی پاکستان میں ہے پاکستان میں V.I.P کلچر زندہ ہی نہیں بلکہ پھل پھول رہا ہے۔ کچھ V.I.P پہلے سے موجود ہیں اور ان کی نسل میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

پرانے V.I.P اپنی نسل میں اضافے سے زیادہ اہم بننا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو V.V.I.P کہلوانا شروع کر دیا ہے۔

ہم نے یہ بات ازراہ مذاق نہیں کہی آیئے آپ کو ایسی V.I.P اور V.V.I.P شخصیتوں سے ملواتے ہیں۔ وزیراعظم نواز شریف واشنگٹن کے دورے پر گئے تو اپنے ہمراہ اس نسل کے ایک سو بیس افراد ساتھ لے گئے۔ سرکاری طور پر واشنگٹن میں تین دنوں کا قیام تھا اور دو دن نیویارک میں۔ اس دوران میاں صاحب ایک سو بیس افراد کے ساتھ نیاگرا آبشار دیکھنے بھی گئے۔ اس دورے کے ہوشربا اخراجات اس زرمبادلہ سے ادا کئے گئے جو روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ یہ ایک سو بیس مفت خورے امریکہ کو کس طرح قائل کر سکتے تھے کہ وہ پاکستان کو قرض دے اور انہوں نے معلوم نہیں کس طرح فرض کر لیا تھا کہ امریکی اس بارات جیسے ہجوم سے متاثر ہو جائیں

گے۔

زیادہ ضروری خوداری اور وقار تھا۔ لیکن یہ نام نہاد وی آئی پی اس تصور سے ناآشنا تھے۔ امریکی ایک ایسے ملک کے اتنے بڑے ہجوم سے متاثر نہیں ہوتے جو دیوالیہ پن کے قریب ہو۔

امریکہ سے واپسی پر یہ بارات لندن میں رکی۔ لندن قیام کے معاملے میں بہت مہنگا شہر ہے۔ وزیراعظم نے لندن میں پاکستانی ہائی کمیشن کو ہدایت کی کہ وہ اس وفد کو کسی فور سٹار ہوٹل میں ٹھہرانے کا بندوبست کرے۔ لندن میں کسی فور سٹار ہوٹل میں قیام کے لئے بھی ایک خزانہ چاہیے۔

پاکستان کے ان V.V.I.P نے فور سٹار ہوٹل میں قیام کرنا کسرشان سمجھا (ان کے نام نامی کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں) لہٰذا انہیں ہلٹن ہوٹل میں منتقل کرنا پڑا جس کے ایک کمرے کا صرف ایک رات کا کرایہ 250 پونڈ یعنی تقریباً" بائیس ہزار پاکستانی روپیہ ہے یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ ہلٹن ہوٹل میں منتقل ہونے والوں کا کمبرلینڈ کے فور سٹار ہوٹل میں دو گھنٹے ٹھہرنے کا پورا کرایہ الگ سے ادا کرنا پڑا۔ ذرا غور فرمائیں کہ لندن میں میاں نواز شریف کا ذاتی فلیٹ موجود ہے انہیں ملک کی معاشی حالت کا احساس ہوتا تو ان وزیروں کو اپنے ساتھ فلیٹ میں لے جاتے جہاں وہ مفت قیام کرتے۔

لندن میں بے نظیر بھٹو اور زرداری کا اتنا وسیع وعریض سرے محل ہے جو بالکل خالی پڑا تھا سوائے زرداری کے چند گھوڑوں کے جو انہوں نے سیب کے مربوں پر پالے ہیں۔ زرداری آج کل کراچی جیل میں ہیں وہ قتل اور سرکاری خزانے میں خوردبرد کے مقدمات میں ملوث ہیں۔ اگر میاں نواز شریف کے ساتھ لگے ہوئے V.V.I.P ہجوم کو سرے محل میں ٹھہرا دیا جاتا تو گھوڑوں کو کوئی اعتراض نہ ہوتا (کیونکہ دونوں میں V.V.I.P کی ایک قدر مشترک تو تھی ہی) ان پاکستانی وزرا کو سرے محل میں ٹھہرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ کیونکہ یہ محل جس رقم سے خریدا گیا ہے وہ پاکستانی خزانے سے خردبرد کی گئی تھی۔

یہ وہ حکمران ہیں جنہوں نے عوام کو فاقہ کشی پر مجبور کیا ہوا ہے اور ان کی ہڈیوں سے غیر ملکی قرضوں کی قسطیں اور سود ادا کرتے ہیں۔ لیکن خود باہر جاکر بڑی ہی بے رحمی سے ان قرضوں کی رقم ضائع کرتے ہیں۔

درپیش سب کو اپنی بقا کا سوال ہو
ایسے میں ملک وقوم کا کس کو خیال ہو
دو اور دو جمع ہوں جہاں چار روٹیاں
عقل و دماغ میں کہاں ذوق جمال ہو

خلافت راشدہ کے نظام کے قیام کے دعویدار وزیراعظم اسوہ خلفائے راشدین کو سامنے رکھ کر ذرا اپنے گریباں میں جھانک کر بتائیں کیا انہیں ان نفوس قدسیہ کی خاک پا سے بھی کوئی نسبت ہے۔ خلفائے راشدین کے طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود کو بیت المال کا محافظ سمجھتے تھے اور آج کل کے حکمران خود کو بیت المال کا مالک سمجھتے ہیں۔

اسی لئے تو حضرت جی مدظلہ (امیر محمد اکرم اعوان) فرماتے ہیں اس سسٹم کے اندر رہتے ہوئے اس کو بدلا نہیں جا سکتا اس کی مثال وہ اس طرح دیتے ہیں جیسے کسی عمارت کے اندر بیٹھ کر اسے گرایا جائے وہ موجودہ جمہوری انتخابی نظام پر سرے سے یقین نہیں رکھتے یہی وجہ ہے وہ آج تک کسی الیکشن میں شریک نہیں ہوئے ورنہ اپنے علاقے سے ہر دفعہ ان کی سیٹ کنفرم ہوتی۔ وہ جانتے ہیں جو بھی ایک بار نمک کی اس کان میں داخل ہوا وہ بھی نمک بن گیا۔ جو بھی ایک بار اس نظام کا حصہ بنا پھر وہ اس کی حفاظت کو اپنا مطمع نظر بنا لیتا ہے۔ پھر وہ وہی راگ الاپنے لگتا ہے جو یہود وہنود ونصاریٰ الاپتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے مفادات اس نظام سے وابستہ ہوتے ہیں۔ جو انہیں بے تحاشہ مراعات فراہم کرتا ہے۔ یہ اس نظام کو یوں کانوں برقرار رکھنے کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں یا پھر اس نظام میں اصلاحات پر زور دیتے ہیں۔ اصلاحات کا بنیادی مقصد پہلے سے جاری نظام کو بچانا اور حاکم طبقات کو ایک نئی زندگی دینا ہوتا ہے۔

حزب اقتدار اور حزب اختلاف جو بظاہر ایک دوسرے کے گلے کاٹتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو سیاسی منظر سے ناک آؤٹ کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ مگر جب تبدیلی نظام اور رب کی دھرتی پہ رب کے نظام کے نفاذ کی بات ہوتی ہے تو یہ سب ایک ہو کر موجودہ جمہوری نظام کے تحفظ کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ جمہوریت ایک میوزیکل چیئر کا کھیل ہے آج نہیں تو کل ان کی باری آہی جائے گی بشرطیکہ یہ فرسودہ نظام برقرار رہے۔

اس کے برعکس تنظیم الاخوان انقلابی سوچ کی حامل جماعت ہے وہ موجودہ جمہوری انتخابی نظام پر سرے سے یقین نہیں رکھتی یہی وجہ ہے کہ وہ آج تک کسی الیکشن میں شریک نہیں ہوئی۔ وہ چاہتی ہے کہ جہاں انگریزوں کو رخصت کیا وہاں ان کے بنائے ہوئے نظام کو بھی دفن کرو جو صرف حاکم طبقات کو V.I.P یا V.V.I.P کا درجہ دیتا ہے جبکہ اسلام کی نظر میں ہر ادنیٰ واعلیٰ وی آئی پی ہے۔ اسلام کی نگاہ میں محمود وایاز برابر ہیں۔

الاخوان جو اخوت بین المسلمین کی مبلغ اور نظام خلافت راشدہ کی داعی ہے اس بات کی خواہش مند ہے کہ وطن عزیز اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بنے۔

الاخوان یہ بھی جانتی ہے کہ خلافت راشدہ کے نظام کے نفاذ کی خاطر قربانی بھی دینا پڑے گی

خوف و حزن

خالق کائنات نے اپنی وسیع کائنات میں رنگارنگ کی مخلوق پیدا کی ہے۔ اس کی ایک وہ قسم ہے جو آدمی کے حواس خمسہ کی زد میں آتی ہے۔ اس میں جمادات' نباتات' حیوان اور انسان شامل ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو آدمی کے حواس خمسہ کے دائرے میں نہیں آتی۔ البتہ خالق کائنات نے خود ان کے متعلق اطلاع دی کہ وہ مخلوق فرشتوں اور جنوں پر مشتمل ہے۔

پہلی قسم کی مخلوق میں آدمی وہ جنس ہے جسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے اس کے شرف کی بنیادی وجہ اس کا اعلیٰ درجے کا شعور اور عقل ہے جو خالق نے صرف اسی جنس کو عطا فرمائی ہے۔ اس عظیم دولت کا اثر یہ ہے کہ آدمی اس کائنات میں اپنی برتری چاہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی انتہائی کوشش اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ نہایت سکون و آرام اور عیش سے زندگی گزارے۔ ایسی خواہش اور آرزو والے آدمیوں کی اس دنیا میں اکثریت ہے اور ان کی زندگی کا ماٹو یہ ہے کہ "دنیا کا مزہ لے لو دنیا تمہاری ہے" اور ذرا ترقی کر کے زندگی کا نقشہ اس بنیاد پر بناتے ہیں کہ "ایہہ جگ مٹھا اگلا کس نے ڈٹھا" مگر یہ دیکھا گیا ہے اور تاریخ عالم یہی بتاتی ہے کہ آدمی ہمیشہ دو مصیبتوں کا شکار رہا ہے ایک خوف اور دوسرا حزن یا غم۔ لطف یہ کہ آدمی ان دونوں سے بچنے کے ہزار جتن کرے ہرگز نہیں بچ سکتا۔

سوال یہ ہے کہ خوف و غم کی مصیبتیں آتی کہاں سے ہیں اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غم کا تعلق ماضی سے ہے اور خوف کا تعلق مستقبل سے۔ ان کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غم صرف اس وقت ہوتا ہے جب آدمی یہ کہتا ہے کہ ہائے ایسا کیوں ہوا یعنی ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ جو مجھے پسند ہے یا جو میں چاہتا ہوں بس سارا غم اس "کیوں" کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اور خوف کے پیدا ہونے کی صورت صرف یہ ہوتی ہے کہ آدمی سوچتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے۔ بس یہی دھڑکا لگا رہتا ہے اور آدمی مسلسل خوف کی گرفت میں رہتا ہے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مصیبتوں یعنی خوف اور غم کی بنیادی وجہ ایک ہی ہے اور اس وجہ کے تلاش کرنے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ ماضی اور مستقبل کے متعلق یہ رویہ کہ ایسا کیوں ہوا اور ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ صرف اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب آدمی اپنے اصل مقام' کہ وہ کس کی مخلوق ہے کو بھول کر اپنے آپ کو خالق کے مقام پر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ جو خالق کائنات ہے وہی مدبر کائنات یعنی کائنات کے نظام کو چلانا صرف اسی کا کام ہے۔ اسی کی پالیسی اور اسی کا پروگرام چلتا ہے جب آدمی نے یہ خواہش کی۔ کہ کائنات جس کا ایک ادنیٰ سا جزو وہ خود ہے کا نظام یوں چلے جیسے میں چاہتا ہوں۔ تو گویا اس نے اپنے آپ کو خالق کے مقام پر لاکھڑا کیا۔ چونکہ اس عظیم مقام کے تقاضے پورے کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے کبھی غم کا شکار ہوتا ہے کبھی ڈر کے بھنور میں پھنس جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمی ان دونوں مصیبتوں سے کیسے بچے اور اگر پھنس گیا ہے تو نکلے کیسے۔ یہ سوال بڑا اہم ہے گو جواب بڑا سادہ اور آسان ہے۔

اس مصیبت میں پھنسنے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اس پر ذرا غور کیا جائے تو اس مسئلے کا حل فوراً" سامنے آجاتا ہے۔ وہ یوں کہ جب خوف اور غم میں مبتلا ہونے کی بنیادی یہ وجہ ہے کہ آدمی اپنے مقام کو بھول کر اپنے آپ کو خالق کائنات پر لاکھڑا کرتا ہے تو اس سے بچنے اور نجات پانے کی واحد صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی مخلوق ہے اسے اپنے مقام کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے اپنے مقام پر رہے گا۔ تو خوف ہو گا نہ غم۔

یہ بات بڑی سادہ اور آسان نظر آتی ہے مگر اس بات کے اندر حقائق کے سمندر پوشیدہ ہیں۔ آیئے اس کا تجزیہ کریں۔

آدمی کی برتری اور اس شرف کی وجہ خالق کی دی ہوئی وہ دولت ہے جو ساری کائنات میں کسی کو عطا نہیں ہوئی۔ وہ ہے اعلیٰ درجے کی عقل اور انتہائی درجے کا شعور۔ اس دولت کی وجہ سے آدمی کا سب سے پہلا اور اعلیٰ کام یہ ہے کہ وہ ریسرچ کرے۔ اس ری سرچ کی صورت یہ ہے۔

1- آدمی کا فرض ہے کہ خالق کی عطا کی ہوئی عقل سے یہ سوچے کہ وہ کیا اپنی مرضی اور پسند سے پیدا ہوا ہے؟ عقل اس کو جواب دے گی۔ ہرگز نہیں۔ اس کے پیدا ہونے میں اس کی مرضی کو ہرگز کوئی دخل نہیں۔ یہ پیدا کرنے والے کی مشیت' مرضی اور حکم سے پیدا ہوا۔

2- پھر آدمی کو اس کی عقل اور اس کا روز مرہ کا مشاہدہ بتائے گا کہ کوئی موجد جب کوئی مشین ایجاد کرتا ہے۔ تو ایجاد سے پہلے یہ طے کر لیتا ہے کہ

اس سے یہ کام لونگا۔ بلکہ جب کوئی آدمی چیز خریدنے بازار جاتا ہے تو بازار جانے سے پہلے یہ طے کرلیتا ہے کہ میں اس چیز سے یہ کام لونگا تو کیا خالق کائنات نے بھی تخلیق کائنات سے پہلے یہ طے کرلیا تھا کہ کائنات کی کس مخلوق سے کیا کام لیتا ہے اس سوال کے جواب میں عقل یہ یقیناً" فیصلہ دیتی ہے کہ ہاں ضرور ایسا ہوگا۔ لیکن اس سے آگے عقل یہ راہنمائی کرتی ہے کہ یہ بات خالق خود ہی بتا سکتا ہے کہ مخلوق کی پیدائش کا کیا مقصد تھا۔ یہ بات اس لئے خالق ہی سے پوچھنی چاہئے' عقل اندھیرے میں تیر چلانے کا مشورہ نہیں دیتی۔

لطف یہ ہے کہ خالق نے ان سوالوں کا جواب بتانے کا ایسا عمدہ انتظام کیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے خالق نے ان سوالوں کا جواب بتانے کے لئے ابن ادم میں سے ہر زمانے اور ہر قوم میں ایسے افراد مقرر کئے جنہوں نے اپنی زندگی سوال کا جواب بتانے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کا مقصد سکھانے میں صرف کردی۔

اس جماعت میں سب سے آخری جو ہستی آئی اس نے اس سوال کا جواب نہایت شرح و بسط سے بتایا۔ اس جواب کے دو حصے ہیں۔

1- خالق نے آدمی کو پیدا کرنے سے پہلے موجود مخلوق کی اعلیٰ قسم میں یہ اعلان کیا۔ کہ انی جاعل فی الارض خلیفه

ترجمہ:- "کہ میں کرہ ارض میں اپنا نائب پیدا کرنے والا ہوں"۔

یعنی خالق نے آدمی کے مقام کا تعین کر دیا۔ کہ وہ خالق کائنات کا نائب ہے خالق کی نیابت کا منصب اتنا اہم اعلیٰ اور ارفع مقام ہے کہ پوری کائنات میں مخلوق کی کسی قسم کو یہ منصب عطا نہیں ہوا۔ اس اعلان کے سننے کے بعد آدمی کی ریسرچ کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ آدمی یہ جب دیکھتا ہے کہ یہ منصب عطا کرنا خالق کا سب سے بڑا انعام اور احسان ہے۔ تو آدمی کے دل میں اپنے خالق سے ایک خاص قسم کا انس پیدا ہوتا ہے۔ اب یہ آدمی صرف دوٹنگا جانور نہیں رہتا۔ بلکہ انسان بن جاتا ہے انسان کا مادہ ہی انس ہے۔ یعنی انسان وہ آدمی ہے جس کے دل میں خالق سے انس موجود ہو۔ انس کی خاصیت ہے کہ یہ بڑھتا ہے اور ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ یہ ترقی کرتے ہوئے محبت کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

اور محبت کی یہ خاصیت ہے کہ انسان فنافی المحبوب ہو جاتا ہے تو انسان کے اس مقام کے تقاضوں کے پیش نظر خالق نے انسان کے پیدا کرنے کا مقصد ایک نئے انداز سے بتا دیا۔ اور اس میں انسان کے ساتھ جنوں کو شریک کر دیا ارشاد ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

ترجمہ:- "یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

انسان اس حقیقت تک پہنچ گیا کہ میرا مقصد خالق کی نیابت ہے اور اس منصب کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان خالق کی عبادت کے دائرے سے کبھی قدم باہر نہ رکھے۔

لفظ عبادت کا مفہوم کچھ ایسا محدود کر دیا گیا ہے کہ یہ لفظ سن کر انسان کا ذہن کسی خاص طرز اور شکل کی پوجاپاٹ یا Worship سے آگے سوچ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ عبادت وہ طرز زندگی ہے جس کا ہر شعبہ خالق کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو یعنی انسان سونا' جاگنا' لین دین' اٹھنا' بیٹھنا' کھانا' پینا' بولنا' چالنا' کمانا' خرچ کرنا' انفرادی اور معاشرتی زندگی کا ہر وہ کام جو خالق کی ہدایت کے مطابق ہو وہ عبادت ہے۔ مختصر یہ کہ عبادت کے معنی ہیں عبد شدن۔ غلام بن جانا' غلام کا کوئی کام اپنی مرضی کا نہیں ہوتا۔ مالک کے حکم کی تعمیل ہی اس کا مقصد ہوتا ہے۔ انسان جب اپنے مقصد تخلیق یعنی عبادت میں ہمہ تن پورے ذوق وشوق اور محبت سے لگ جاتا ہے اور زندگی کے کسی معاملے خواہ وہ انفرادی نوعیت کا ہو یا اجتماعی صورت کا انسان اپنے خالق کے بتائے ہوئے طریقے سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ تو خالق کی طرف سے انسان کو ایک خاص لقب ملتا ہے کہ خالق ایسے انسانوں کو اولیاء اللہ کہتا ہے۔

انسان جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے اپنے خالق کی طرف سے ایک بشارت ملتی ہے اور بشارت کا اعلان۔ ایک عجیب رنگ میں ہوتا ہے۔

ارشاد ہوا

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (62:10)

انداز دیکھو

Behold! Verily on the Friends of Allah There is no fear nor shall they grieve.

آگے اس بشارت کے لطف کو دوآتشہ کرتے ہوئے فرمایا

لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة

For them are glad tidings in the life of the present and in there after

پھر اس نعمت کی عظمت بیان فرمائی

لاتبدیل لکلمات اللہ ذلک هوالغفور العظیم

No change can there be in the words of Allah

This is indeed the
supreme feliaity

لیجیے! جن دو بڑی مصیبتوں، خوف اور غم سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ دنیا کے ماہرین نفسیات تھک ہار کے بیٹھ گئے خود خالق نے اس کا علاج وہ بتایا کہ ان سے بچنا تو درکنار ان کی ہوا تک نہیں لگ سکتی۔ وہ علاج کیا ہے انسان "بندہ" بن جائے "خدا" بننے کی حماقت نہ کرے۔ تو خوف نہ حزن۔ بلکہ ہر طرف سکھ اطمینان اور سکون ملے گا۔

خوف اور حزن دونوں ایسی تلخ حقیقتیں ہیں کہ اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم میں خوف کا لفظ مختلف صورتوں میں 42 مقامات پر آیا ہے اور حزن کا لفظ مختلف صیغوں میں 45 مقامات پر بیان ہوا ہے۔ مصیبت کی اس شدت کے باوجود علاج اتنا آسان کہ کیا کہئے۔

خالق نے جن انسانوں کو اولیاء اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ ان کی پہچان بھی بتا دی۔ کہ ہر بہروپیا یہ دعویٰ نہ کرنے بیٹھ جائے۔ ارشاد ہے۔

الذین امنو وکانوا یتقون

"یعنی ان میں دو وصف علی وجہ الکمال ہونگے۔ پہلا وصف ایمان ہے"

ایمان کیا ہے۔ یوں تو یہ دل کا وصف ہے۔ مگر اس کے مظاہر حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ خوف و حزن کے حوالے سے ایمان کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ سنئے! وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا نظام ایک لگے بندھے اصول کے تحت چل رہا ہے اور خالق نے اس نظام کے متعلق اعلان کیا ہے کہ

وکل صغیر وکبیر مستطه

یعنی روز اول سے لے کر قیام قیامت تک جس کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ آج کی زبان میں یوں سمجھئے کہ نظام کائنات (Computerised) ہے۔ جو لکھا ہے وہ ہو کے رہے گا۔ نہ مٹ سکتا ہے۔ نہ ٹل سکتا ہے آپ جانتے ہیں کہ یہ یقین پختہ ہو جائے تو صورت حالات کیا ہوتی ہے لیجئے آج کے ایک انسان کا واقعہ سنئے۔

مولانا محمد علی جوہر قید میں تھے۔ ان کی اکلوتی بیٹی بیمار پڑ گئی بچنے کی کوئی امید نہ تھی ان کو جیل میں اطلاع دی گئی۔ جواب لکھا

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں منظور تھی لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

اب کہو غم کو کہ آئے اللہ کے بندے کے پاس

دوسری صفت ہے تقوٰی وکانوا یتقون

یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں جو زندگی کے **کسی معاملے میں بھی اپنے خالق کی اطاعت** و فرمانبرداری کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔

اس ایک لفظ تقویٰ سے کئی شبہات بھی دور ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی منچلہ یہ کہہ دے کہ جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے، جو لکھا ہے۔ وہ ہو کے رہے گا' تو انسانی کوششیں اور زندگی میں جدوجہد کس کھاتے میں آئے گی۔ تو جواب یہ ہے کہ انسان کا مقصد تخلیق ہے عبادت۔ اس سے سوال یہی ہوگا کہ جس کام کے لئے تخلیق کیا گیا وہ کام کس جذبے سے کیا یا کتنی غفلت برتی۔ اس لئے انسان کی ساری فکر، سوچ، جدوجہد کا منتہا یہ ہے کہ اس نے مقصد تخلیق پورا کرنے میں کیا کچھ کیا۔ اور بس

اگر زندگی کے معاملات میں من مانی کرتا رہا تو چند روزہ زندگی میں غم اور حزن کا شکار رہے گا اور ابدی زندگی اس سے زیادہ بھیانک ہوگی اور اگر یہاں بندہ بن کر رہنا سیکھ لیا۔ تو یہاں اور وہاں کے لئے بشارت سن لے۔

لاخوف علیهم ولا هم یحزنون'

لاخوف علیهم ولاهم یحزنون پہ کچھ لوگوں کو اطمینان نہیں ہوتا ان کا کہنا ہے کہ کسی چیز کی فطرت اس سے الگ نہیں ہوتی اور خوف و حزن انسان کی فطرت میں داخل ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ خوف اور حزن انسان کے قریب ہی نہ آئے۔

بات بڑی وزنی ہے اور اسے اور زیادہ وزنی بنانے کے لئے ایک اور جماعت کہتی ہے کہ اسلام خالق کائنات کا پسندیدہ دین ہے۔ اور اسے دین فطرت بھی کہتے ہیں تو اس کی تعلیمات خلاف فطرت کیسے ہو سکتی ہیں۔

اسلام واقعی کسی فطری عمل کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کرتا بلکہ اس عمل کا رخ صحیح سمت کی طرف موڑ دیتا ہے یعنی ازالہ نہیں کرتا امالہ کرتا ہے۔

خوف اور حزن کے سلسلے میں جن لوگوں کو یہ بشارت دی جا رہی ہے کہ لاخوف علیھم..... اور جن کی شناخت کے لئے دو وصف بتائے ہیں ایمان اور تقویٰ ان میں سے صفت ایمان کے اجزاء میں ایک جزیہ ہے کہ انسان کو نیابت اور عبادت کی جو ڈیوٹی سونپی گئی ہے اس کے متعلق ایک روز بازپرس بھی ہوگی اور بازپرس بھی ایسی کہ وہاں نہ سفارش چلے گی نہ رشوت۔ ارشاد ہے ثم لتسئلن یومئذعن النعیم یعنی ایک روز تم سے یہ سوال کیا جائے گا کہ مقصد تخلیق کماحقہ پورا کرنے کے لئے جو نعمتیں ہم نے تمہیں دی تھیں انہیں کہاں کھپایا۔ وہ نعمتیں جسم اور اس کے اعضاء، جسمانی قوتیں مثلاً دیکھنے سننے، بولنے، سوچنے وغیرہ بلکہ نعمتیں اتنی ہیں کہ خود خالق نے بتا دیا کہ "یعنی اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے بیٹھ جاؤ تو تم انہیں شمار نہیں کر سکتے۔" تو ان لوگوں کو خوف اس کا ہوتا ہے کہ جب

اس عدالت میں پیش ہونگے تو کیا بنے گا۔ خالق کائنات اس خوف کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے واما من خاف مقام ربه یعنی جن لوگوں کے دل میں اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ تو یہ خوف ان میں ایک خاص وصف پیدا کر دیتا ہے کہ نهى النفس عن الهوای یعنی وہ اپنے آپ کو خواہشات کی غلامی سے بچاتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ خوف تو انسان کو مقصد تخلیق پورا کرانے میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ بھی سنا دیا کہ فان الجنته هی الماوی یعنی ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جنت ہے یعنی اس زندگی میں سکون واطمینان اور ابدی زندگی میں حقیقی اور ابدی جنت اب اس خوف کا اس خوف سے مقابلہ کرکے دیکھئے۔

اسی طرح ان کو حزن بھی ہوتا ہے مگر کس بات کا؟ اس حزن کا نقشہ خود خالق نے کھینچا ہے ارشاد ہوتا ہے والذین اذافعلوا فاحشته اوظلموا انفسهم ذکر الله "یعنی یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان سے اپنا مقصد تخلیق پورا کرنے میں غلطی کوتاہی یا غفلت ہو جاتی ہے تو فوراً" انہیں اپنا رب یاد آجاتا ہے کہ ہائے کل اسے کیا منہ دکھائیں گے"۔ اس عمل کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ ارشاد ہے فاستغفر والذنوبهم یعنی وہ اس خطا کی معافی مانگتے ہیں۔ اس عمل کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ولم یصر واعلی مافعلوا یعنی جو کوتاہی ہوئی اسے پھر نہیں دہراتے۔ پھر اس سارے عمل کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ ارشاد ہے اولئک جزاء هم عندربهم جنته تجری من تحتها الانهار یعنی ان کے رب کی طرف سے اس کی جزا ہے جنتیں یعنی ایک جنت نہیں بلکہ جنات، اور یہ جزا عارضی اور وقتی نہیں بلکہ خالدین فیها یعنی یہ جزا اور انعام ہمیشہ کیلئے ہے۔

پھر یہ ایسا حزن ہے کہ خالق خود اس کے علاج کی طرف متوجہ کرتا ہے اور علاج بتاتا ہے ارشاد ہے وتوبوا الی الله جمیعا ایها المومنون لعلکم تفلحون یعنی اے اہل ایمان! تم سب توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ پھر اس عمل کا نتیجہ بتاتا ہے کہ ان الله یغفر الذنوب جمیعا یعنی رب تو ساری خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

اور خالق کا آخری نمائندہ اس عمل کے کرنے والے کو عجیب بشارت دیتا ہے ارشاد ہے التائب من الذنب کمن لاذنب له یعنی اپنی خطاؤں کی معافی مانگنے والا ایسا ہے جیسے اس سے کوئی خطا ہوئی ہی نہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ سنئے! توبہ کے کئی مدارج ہیں۔ سب سے پہلے یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھ سے ادائے فرض میں کوتاہی ہوئی۔ پھر ندامت کا احساس ہوتا ہے کہ میں نے اپنے خالق کی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ پھر خالق سے یہ عہد ہوتا ہے کہ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

اب ذرا سوچئے کہ یہ غم جان لیوا ہے کہ جانفزا ہے جو ایک نئے جذبے کے ساتھ اپنا مقصد تخلیق پورا کرنے کا عزم مستحکم ہے۔ خوب کہا کسی نے

غم چو آید زود استغفار کن
غم به امر خالق آید کار کن

پس ثابت ہوا کہ اللہ کا بندہ بن جانے سے اسی خوف اور حزن سے جان چھوٹ جاتی ہے جو جانکاہ ہوتا ہے اور وہ خوف اور حزن پیدا ہوتا ہے جو انسان کو اپنا مقصد تخلیق پورا کرنے کے لئے مہمیز کا کام دیتا ہے۔

چند عنایات تیری ہوں تو گی بھی جائیں
لطف کا سیل بہاتے تجھے دیکھا ہم نے

کیونکہ نفاذ اسلام کی خاطر نبی رحمت العالمین حضرت محمد ﷺ جیسی عظیم ہستی کو میدان کار زار میں اترنا پڑا اور اپنے دندان مبارک شہید کروائے تو دنیا میں اور کون ہوگا جو قربانی دیئے بغیر نظام اسلام کو نافذ کر سکے۔ اس بات کو سمجھتے ہوئے ہم لاکھوں جانبازوں نے بیعت شہادت دے رکھی ہے۔ اور یہ سرفروش میدان بدر واحد میں اترنے کے حکم کے منتظر ہیں۔ آخر میں کلام شیخ ہدیہ قارئین ہے

اٹھو نوجوانو! زمین کو ہلا دو
ہر اک دل کے اندر مدینہ بسا دو

اٹھی ہیں گھٹائیں یہ تاریکیوں کی
تم ذکر باری کا سورج چڑھا دو

غلامی محمد کی اپناؤ پھر سے
بتوں کی خدائی کو جگ سے مٹا دو

بڑوں کی نگاہوں پہ لالچ کے پردے
اٹھو چھین کے سارے پردے ہٹا دو

ہے سودی معیشت یہودی سیاست
ہنودی رسومات کو اب جلا دو

یہاں ہوگی اب دین کی بادشاہی
فضائے وطن کو یہ مژدہ سنا دو

اٹھو! نعرہ حق کو پھر لے کے اٹھو
حکومت کے محلوں میں ہلچل مچا دو

حکایات رومی

تین نصیحتیں

ایک چڑی مار نے بڑی ترکیبوں سے جال بچھا کر نہایت نادر اور خوب صورت چڑیا پکڑی۔ جب وہ چڑیا جال میں پھنس گئی اور آزاد ہونے کی کوئی صورت نہ پائی تب چڑی مار سے کہنے لگی "اے عقل مند شخص، فرض کر تو مجھ جیسی ننھی سی چڑیا کو پکڑ کر کھا بھی گیا تو اس سے کیا حاصل؟ خدا جانے تو اب تک کتنی گائیں، کتنے دنبے اور بکرے، بلکہ اونٹ تک ہڑپ کر چکا ہے۔ جب اتنے جانور کھا کر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا تو میرے ذرا سے گوشت اور گنتی کی چند نرم و نازک ہڈیوں سے بھلا کیا بھرے گا؟ اس لئے تیری دانائی، جواں مردی اور بلند ہمتی کا تقاضا ہے کہ تو مجھے آزاد کر دے۔

چڑی مار نے کہا "اگر میں تیری بات مان کر تجھے چھوڑ دوں تو مجھے کیا ملے گا؟ میں نے تجھے پکڑنے میں دن رات ایک کر دیئے ہیں، تب کہیں تو ہاتھ آئی ہے۔ فرض کرو میں تجھے نہ کھاؤں اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالوں، پھر بھی مجھے کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا"۔

چڑیا نے جواب دیا "مجھے فروخت کر کے بھلا تجھے کتنا مال ملے گا؟ یہی دو چار، دس درہم، اور وہ کتنے دن چلیں گے؟ لہٰذا یہ بات دماغ سے نکال دے اور میری بات سن۔ اگر تو مجھے آزاد کر دے گا تو تین ایسی بیش بہا نصیحتیں تجھے کروں گی جو ہمیشہ تیرے کام آئیں گی۔ ان میں سے پہلی نصیحت تو تیرے ہاتھ پر بیٹھے بیٹھے کر دوں گی۔ دوسری دیوار پر بیٹھ کر کروں گی اور وہ ایسی ہوگی کہ مارے خوشی کے تیرا خون چلوؤں بڑھ جائے گا۔ تیسری نصیحت جو اعلیٰ درجے کی ہوگی، درخت کی اونچی شاخ پر بیٹھ کر کروں گی۔ ان تینوں نصیحتوں پر عمل کر کے تو دنیا میں بڑا نام پائے گا"۔

چڑی مار کچھ دیر غور کرنے کے بعد راضی ہو گیا جال ڈھیلا کر دیا اور چڑیا پھدک کر اس کے ہاتھ پر آن بیٹھی کہنے لگی "سن پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناممکن بات، خواہ کیسا ہی آدمی تجھ سے کہے اس پر یقین نہ کیجو" یہ کہہ کر چڑیا پھر سے اڑی اور دیوار پر جا بیٹھی۔ اس نے دوسری نصیحت یہ کی "اے شخص، گزری ہوئی مصیبت کا غم مت کیجو اور گزری ہوئی آسائش کی مسرت فضول ہے"۔

چڑی مار نے کہا "اس دوسری نصیحت کا مطلب میں نہیں سمجھا۔ ذرا کھل کر بیان کر"۔

چڑیا نے جواب دیا "میرے پوٹے میں دس درہم وزن کا ایک ایسا قیمتی موتی چھپا ہوا ہے جس کی قیمت ہفت اقلیم میں کہیں نہیں۔ تو یہ موتی پا کر زندگی بھر کے لئے نہال ہو جاتا اور تیرے بال بچے شہزادوں کی سی عیش و عشرت میں دن بسر کرتے۔ مگر افسوس! کہ تم نے مجھے آزاد کر کے یہ بیش بہا موتی ہاتھ سے کھو دیا۔ یہ تحفہ تیری تقدیر میں نہ تھا"

اتنا سننا تھا کہ چڑی ماریوں رونے چلانے اور ماتم کرنے لگا جیسے اس کا بچہ مرگیا ہو۔ بار بار ٹھنڈی آہیں بھرتا اور سینہ پیٹ کر کہتا تھا کہ ہائے! میں تو برباد ہو گیا۔ مجھ سے بے وقوف نے ایسی نادر چڑیا کو آزاد کیوں کر دیا۔ ہائے! وہ بھی کیسی منحوس گھڑی تھی جب یہ چڑیا آزاد ہوئی۔ اس نے مجھے ہتھیلی میں جنت کی جھلک دکھلا کر لوٹ لیا، یہ باتیں کہتا اور روتا جاتا تھا۔ جب خوب رو چکا تب چڑیا نے کہا۔

"ارے او احمق، میں نے پہلے ہی تجھے نصیحت کر دی تھی کہ گزری ہوئی بات کا غم نہ کیجو۔ جب وہ بات ہو ہی چکی تو اب رونا پیٹنا اور کف افسوس ملنا کس کام کا؟ معلوم ہوتا ہے تو میری نصیحت کو سرے سے سمجھا ہی نہیں یا بہرے پن کی وجہ سے پوری بات نہیں سنی۔ میں نے تجھے پہلی نصیحت یہ کی تھی کہ ناممکن بات کا ہرگز یقین نہ کرنا خواہ وہ بات کیسا ہی آدمی تجھ سے کہے۔ ورنہ گمراہ ہو جائے گا۔ ذرا سوچ تو سہی، مجھ ننھی سی جان کا پورا تن و توش تین درہم وزن سے زیادہ نہیں۔ بھلا دس درہم وزن کا موتی میرے پوٹے میں کہاں سے آگیا؟

یہ سن کر چڑی مار رونا دھونا بھول، حیرت سے چڑیا کو تکنے لگا۔ سمجھا کہ بیشک ٹھیک کہتی ہے میں نے پہلے اس طرف غور نہ کیا تھا۔ بولا "اے نازک بدن چڑیا، اب مہربانی کر کے وہ تیسری نصیحت بھی کرتی جا جس کا وعدہ تو نے کیا تھا"

چڑیا نے کہا اچھی کہی۔ ارے بے وقوف تو نے میری دو نصیحتوں پر کون سا عمل کیا جو تیسری نصیحت بھی مجھ سے سننا چاہتا ہے۔ وہ قیمتی نصیحت تجھ جیسے بے مغز شخص کے لئے نہیں ہے" یہ کہہ کر خوشی سے چہچہاتی ہوئی جنگل کی طرف اڑ گئی۔

نفاذ اسلام
ہماری منزل ہے
ہم اس کے لئے
ہر قربانی کے
لئے تیار ہیں
ملک عامر علامہ اقبال
ٹاؤن لاہور